

# تاریخ اسلام



مستری احمد خاں

مکتبہ نمبر 17 سارو بازار افضل مارکیٹ لاہور  
042-37116766, 37116345,  
0321-2053031

ادارۃ الحرم



\* اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت

کرو (القرآن) \*

\* لائبریری میں کتب کی فرمائش کم کر کی جا چئے اس

کے علاوہ کسی بھی قسم کی پوسٹنگ تصاویر تقاریر تحاریر

آڈیوز ویڈیوز اشتہارات سوالات یا بحث مباحثہ کر چئے

کی شخصیت مانتے ہے۔۔۔ \*



رضاکسی تلوار لائبریری

2.1K members



9702055283

last seen yesterday



# تاریخ اسلام

یہ تاریخ اسلام تاریخ کی مختصر اور تاریخ کی بڑی بڑی کتب کا نہایت عمدہ اور سلیس خلاصہ ہے۔ جو اپنے اندر تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن کثیر اور تاریخ واقدی کی طرح کئی کئی ہزار صفحات اور کئی کئی جلدوں پر مشتمل تاریخ کا ٹھاطے مارتا ہوا سمندر اپنے جھوٹے سے وجود کی اندر سمویا ہوا ہے۔ جس کو پڑھنے کے بعد تاریخ کا طالب علم باخوبی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ جس کی تصنیف علامہ مورخہ اعظم عرق بہا محنتوں کے بعد اپنی تحریر کو کوزے کی شکل میں امت محمدیہ کے سامنے پیش کر کے ذمہ برا ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرما کر امت کو اپنی تاریخ بدلنے کی توفیق عطا کریں۔

مورخہ اعظم علامہ احمد مرتضیٰ آف انڈیا



نام کتاب..... تاریخ اسلام  
تالیف..... مؤرخ اعظم علامہ احمد مرتضیٰ آف اندلیا  
ناشر..... ادارۃ الحرم  
مطبع..... الحرم پرنٹنگ پریس



دارالعلوم

کتاب خانہ نمبر 17 - اردو بازار الفضل مارکیٹ لاہور

042-37116766, 37116345,

0321-2053031



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۹	شام کا سفر	۱۴	۱۱	پیش لفظ
	حرب فجار	۱۵		
	حلفت الفضول	۱۶	۱۵	پہلی کتاب
۴۱	تجارت	۱۷		عہد رسالت
۴۲	حضرت خدیجہ سے نکاح	۱۸		دعوت اسلام کی ابتداء
۴۳	تعمیر کعبہ کے سلسلے میں اہم فیصلہ	۱۹		۲ خدا کا پیغام
۴۵	زندگی کا ایک عام اسلوب	۲۰		۳ مکہ اور عرب کی حالت
۴۸	دعوت اسلام کی ابتدائی رفتار	۲۱		۴ عربوں کی معاشی کیفیت
	عزیزوں اور دوستوں کو مدعو کرنا	۲۲	۲۱	۵ سماجی اور سیاسی نظام
۴۹	وحی الہی کا نزول	۲۳	۲۲	۶ ادیان و عقائد
۵۰	سابقوں الاولیاء	۲۴	۲۶	۷ اخلاق و اطوار
۵۱	کامیابی کے اسباب	۲۵	۲۹	۸ فصاحت و بلاغت
۵۳	اسلام کی دعوت کیا تھی؟	۲۶	۳۳	۹ اسلام کے فاعلی کی ابتدائی زندگی
	مخالفت کے طوفان	۲۷		۱۰ خاندانی حالات
	وامی حق کو اذیتیں	۲۸	۳۴	۱۱ ذبیحین کا بیٹا
۶۳	قریش اور بنو ہاشم کو کھلی دعوت	۲۹		۱۲ ولادت و رضاعت
۶۴	حرم کعبہ میں منہ گام	۳۰	۳۷	۱۳ والدہ کی وفات
۶۵	ترہیب و ترغیب	۳۱	۳۸	۱۴ لڑکپن - گھربانی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۰	تخلیل کعبہ .....	۵۲	۶۹	۳۲	مسلمانوں پر جبر و تشدد .....
۱۱۳	کفر و اسلام کی معرکہ آرائیاں	۵۲	۷۲	۳۳	حبشہ کی طرف ہجرت ....
				۳۴	حرمہ اور عمرہ کا اسلام لانا
			۷۸	۳۵	بنو ہاشم کا مقاطعہ اور محاصرہ
	غزوہ بدر .....	۵۳	۸۰	۳۶	معراج .....
	دفاعی پیش بندیاں .....	۵۴	۸۰	۳۷	طائف کا سفر .....
۱۱۷	جنگ چٹڑ گئی .....	۵۵	۸۳	۳۸	قبائل میں تبلیغ .....
۱۲۱	عساکر کی تیاری اور کوچ	۵۶	۸۶	۳۹	مکہ میں مسلمانوں کی حالت زار
۱۲۳	بدر کا میدان .....	۵۷	۹۰	۴۰	یشرب کی طرف ہجرت .....
۱۲۴	طرفین کے جنگی مقاصد .....	۵۸		۴۱	یشرب میں اسلام کی مقبولیت
۱۲۷	صف بندی .....	۵۹	۹۳	۴۲	یشرب اور یشربہ .....
۱۲۸	زہرہ گداز منظر .....	۶۰	۹۷	۴۳	مکہ سے مسلمانوں کی روانگی ..
۱۲۹	مبارزوں کی لڑائیاں .....	۶۱	۹۹	۴۴	قتل کی سازش .....
۱۳۱	گھسان کا معرکہ .....	۶۲	۱۰۱	۴۵	غار میں پناہ لیستا .....
۱۳۴	غزوہ بنی قینقاع .....	۶۳	۱۰۲	۴۶	یشرب کا سفر .....
۱۳۷	غزوہ سویق .....	۶۴		۴۷	یشرب میں پرتپاک خیر مقدم
۱۳۹	غزوہ اُحد .....	۶۵	۱۰۵	۴۸	مسجد نبوی کی تعمیر .....
	مکہ کی انتظامی تیاریاں ..	۶۶	۱۰۶	۴۹	عقدِ مواغات .....
۱۴۰	مدینہ کی دفاعی سرگرمیاں ..	۶۷	۱۰۸	۵۰	یہود مدینہ سے معاہدہ .....
۱۴۳	فوجوں کی صف آرائی .....	۶۸	۱۱۰	۵۱	اذان .....

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۶۹	جنگ کا آغاز ...	۱۴۳	۸۹	اعدائے اسلام کا اتحاد ..
۷۰	مسلمانوں پر عقیقہ سے حملہ	۱۴۴	۹۰	دفاع کے لئے خندق بنانا ..
۷۱	رسول خدا کی شہادت کی افواہ	۱۴۵	۹۱	احزاب کا اجتماع ...
۷۲	رسول خدا کا زخمی ہونا	۱۴۸	۹۲	بنو قریظہ کو غنہ داری کی سزا
۷۳	ابوسفیان کا آفاخر ...	۱۵۰		صلح حدیبیہ
۷۴	لاشوں سے انتقام ...			یا فتح مبین
۷۵	زخمیوں کی دیکھ بھال ...	۱۵۲		
۷۶	حمرار الاسد کی مہم	۹۳		عمرہ کے لئے روانگی ...
۷۷	تبصرہ	۱۵۳	۹۴	مسلمانوں اور قریش کا تاریخی پیام
۷۸	چند قبائلی مہمیں اور معرکے	۱۵۴	۹۵	بیعت رضوان .....
۷۹	مصدق کی شکست کے نتائج ..		۹۶	صلح نامہ .....
۸۰	سریۃ ابوسلمہ	۱۵۸	۹۷	مسلمانوں کی مایوسی ....
۸۱	سریۃ ابن انیس	۱۵۸	۹۸	معاہدہ صلح کے نتائج ...
۸۲	المیۃ بئر معونہ	۱۵۹		شاہان عالم کو
۸۳	المیۃ رجبہ	۱۵۹		دعوت اسلام
۸۴	غزوہ بنو نضیر	۱۶۱		
۸۵	غزوہ ذات الرقاع	۱۶۳	۹۹	سلاطین کے نام خطوط ..
۸۶	غزوہ دومتہ الجندل	۱۰۰		دنیا کی حالت .....
۸۷	غزوہ بنی مصطلق	۱۰۱		سلاطین پر دعوت اسلام
۸۸	غزوہ احزاب	۱۶۴		کا رد عمل .....



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۹	امور عامہ کا انتظام	۱۱۳	فتح خیبر و غزوہ موتہ	۱۰۲
۲۳۱	حجۃ الوداع اور وفات	۱۱۴	خیبر کے یہودی	۱۰۳
	حج کی ادائیگی	۱۱۵	حادثة ذی قرد	۱۰۴
	وفات	۱۱۶	خیبر پر لشکر کشی	۱۰۵
	تجنیز و تکفین	۱۱۷	غزوہ موتہ	۱۰۶
۲۳۷	پیغمبر اسلام کی تحصیلات	۱۱۸	فتح مکہ	۱۰۷
۲۳۷	دین اور کتاب	۱۱۹	قریش کی عمد شکنی	۱۰۸
۲۳۸	تربیت یافتہ جماعت اور علم	۱۲۰	مکہ کی طرف کوچ	۱۰۹
	ایک نئی ملت	۱۲۱	خانہ کعبہ کی تعمیر	۱۱۰
۲۳۹	انقلاب آفریں اصلاحات	۱۲۲	خطبہ فتح	۱۱۱
۲۴۰	اجتماعی نظام	۱۲۳	حنین و تبوک کے معرکے	۱۱۲
۲۴۱	عسکری نظام	۱۲۴	غزوہ حنین	۱۱۳
۲۴۲	بیت المال	۱۲۵	غزوہ تبوک	۱۱۴
۲۴۳	شورشی	۱۲۶	حج اکبر اور اعلانِ برائت	۱۱۵
۲۴۴	پیغمبر اسلام کی شخصیت	۱۲۷	حج اکبر	۱۱۶
	شانِ محبوبی	۱۲۸	اشاعت اسلام اور ملکی انتظام	۱۱۷
۲۴۷	عادات و خصائل	۱۲۹	دعا و روزہ	۱۱۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	اخلاق و اطوار .....	۲۶۹	۱۲۳	ہرینہ پر حملہ .....	۳۳۲
۱۲۸	سختاوت .....	۲۷۰	۱۲۴	بنی عیس اور بنی فہیان کی سرکوبی	۳۰۷
۱۲۹	دیگر اوصاف .....	۲۷۲	۱۲۵	گیارہ عسکری مہمیں .....	۳۰۷
۱۳۰	ازواج مطہرات .....	۲۷۳	۱۲۶	طلیحہ کتاب کی سرکوبی ..	۳۱۰
	دوسری کتاب	۲۸۷	۱۲۷	شجاع کی طغیانی .....	۳۱۳
	عہد شکنیں	۲۸۸	۱۲۸	مالک بن نویرہ کا قتل	۳۱۶
	خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق	۲۸۹	۱۲۹	جنگِ یامرہ اور کربلا کا نتیجہ	۳۲۱
	خلیفہ الرسول کا انتخاب ..	۱۵۰	۱۵۰	بنو حنیفہ کے لئے عفو عام ..	۳۲۷
۱۳۱	تقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس	۱۵۱	۱۵۱	دو ضمنی واقعات .....	۳۲۸
۱۳۲	بیعت .....	۲۹۳	۱۵۲	بحرین کی تسخیر .....	۳۲۹
۱۳۳	خطبہ .....	۲۹۳	۱۵۳	عمان کی تسخیر .....	۳۳۲
۱۳۴	بیعت اور لقب .....	۲۹۵	۱۵۴	ماہرہ کی تسخیر .....	۳۳۳
۱۳۵	سرحد شام پر لشکر کشی ..	۲۹۶	۱۵۵	حجازہ تمامہ لحد بخران کی حالت	۳۳۵
۱۳۶	جیش اسامہ .....	۲۹۷	۱۵۶	یمن کی تسخیر .....	۳۳۶
۱۳۷	لشکر کی روانگی .....	۲۹۹	۱۵۷	حضرت کی تسخیر .....	۳۳۸
۱۳۸	مہم کی کامیابی .....	۳۰۰		عراق اور شام میں	
۱۳۹	قتل ارتداد .....	۳۰۱		اسلام کی طغیانی	۳۳۲
۱۴۰	ارتداد کا قتل عظیم .....	۳۰۱	۱۵۸	قیصر و کسریہ سے مقابلہ ..	
۱۴۱	جھوٹے نبی .....	۳۰۲	۱۵۹	روم و ایران کی سلطنتیں ..	۳۳۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۷	یرموک کی جنگ	۱۸۰	۳۵۱	۱۶۰	روم و ایران کی جنگیں
۳۹۵	خلیفۃ الرسول کی وفات	۱۸۱	۳۵۳	۱۶۱	عراق کی مہمیں
۳۹۹	خلیفۃ الرسول کا انداز حکومت	۱۸۲		۱۶۲	خالد اور عیاض کا تفرقہ
	کردار اور طرز عمل	۱۸۳	۳۵۶	۱۶۳	جنگ سلاسل
	امیو المؤمنین		۳۵۸	۱۶۴	جنگ دناار
	حضرت فاروق اعظم		۳۵۹	۱۶۵	جنگ الجہ
۴۰۷	خلیفۃ الرسول کا جانشین	۱۸۴	۳۶۰	۱۶۶	جنگ ائیس
۴۰۸	شام اور عراق کی مہمیں	۱۸۵	۳۶۱	۱۶۷	حرار کی تسخیر
۴۰۹	عراق کی تسخیر	۱۸۶		۱۶۸	جزیرہ میں یغاریں
	عراق اور دربار ایران	۱۸۷	۳۶۶	۱۶۹	دو قہ الجندل
۴۱۱	جنگ نمارق	۱۸۸	۳۶۸	۱۷۰	شمالی عراق کی مہمیں
۴۱۳	جنگ پل	۱۸۹	"	۱۷۱	جنگ نمران
۴۱۷	ائیس کی جنگ	۱۹۰	۳۷۰	۱۷۲	جنگ بابل
"	جنگ بویب	۱۹۱	۳۷۲	۱۷۳	شام پر لشکر کشی
۴۲۱	عراق پر پھل پانی تسلط	۱۹۲		۱۷۴	خالد بن سعید
۴۲۳	مدینہ میں نئے لشکر کا اجتماع	۱۹۳	۳۷۶	۱۷۵	مرج السفاح کی جنگ
۴۲۵	مثنیٰ کی وفات	۱۹۴	۳۷۷	۱۷۶	شام کے لئے لشکر کا اجتماع
۴۲۶	یزدجر کے دربار میں سفارت	۱۹۵	۳۸۰	۱۷۷	ملک شام میں اقدام
۴۲۹	ایرانیوں کی جنگی تیاریاں	۱۹۶	۳۸۱	۱۷۸	رومی فوجوں کا اجتماع
۴۳۱	مستحارب فوجوں کی ترتیب	۱۹۷	۳۸۲	۱۷۹	خالد بن ولید کا ورود



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۱۷	جنگ قادسیہ	۲۱۷	جنگ قادسیہ	۱۹۸
۲۱۸	فتح کی خبر	۲۱۸	فتح کی خبر	۱۹۹
۲۱۹	جزیرہ اور سواد پر قبضہ	۲۱۹	جزیرہ اور سواد پر قبضہ	۲۰۰
۲۲۰	مدائن پر چڑھائی	۲۲۰	مدائن پر چڑھائی	۲۰۱
۲۲۱	مدائن کی تسخیر	۲۲۱	مدائن کی تسخیر	۲۰۲
۲۲۲	مال غنیمت	۲۲۲	مال غنیمت	۲۰۳
۲۲۳	جنگ جلولہ	۲۲۳	جنگ جلولہ	۲۰۴
۲۲۴	جزیرہ پر تسلط	۲۲۴	جزیرہ پر تسلط	۲۰۵
۲۲۵	دادنی شط العرب کی مہم	۲۲۵	دادنی شط العرب کی مہم	۲۰۶
۲۲۶	گوذہ اور بصرہ آبادی	۲۲۶	گوذہ اور بصرہ آبادی	۲۰۷
۲۲۷	سعد کا محل	۲۲۷	سعد کا محل	۲۰۸
۲۲۸	شام اور فلسطین کی تسخیر	۲۲۸	شام اور فلسطین کی تسخیر	۲۰۹
۲۲۹	دمشق پر چڑھائی	۲۲۹	دمشق پر چڑھائی	۲۱۰
۲۳۰	دمشق کی تسخیر	۲۳۰	دمشق کی تسخیر	۲۱۱
۲۳۱	دیرابی القدوس کی جنگ	۲۳۱	دیرابی القدوس کی جنگ	۲۱۲
۲۳۲	جنگ فحل	۲۳۲	جنگ فحل	۲۱۳
۲۳۳	حمص کی تسخیر	۲۳۳	حمص کی تسخیر	۲۱۴
۲۳۴	شام کے دوسرے شہروں پر قبضہ	۲۳۴	شام کے دوسرے شہروں پر قبضہ	۲۱۵
۲۳۵	ہرقل کا فرار	۲۳۵	ہرقل کا فرار	۲۱۶
۲۳۶	جنگ اجنادین	۲۳۶	جنگ اجنادین	۲۱۷
۲۳۷	القدس کا تسلیم ہونا	۲۳۷	القدس کا تسلیم ہونا	۲۱۸
۲۳۸	حضرت عمر کا سفر الی القدس	۲۳۸	حضرت عمر کا سفر الی القدس	۲۱۹
۲۳۹	صلح کی شرطیں	۲۳۹	صلح کی شرطیں	۲۲۰
۲۴۰	شامی قبائل کی شورشیں	۲۴۰	شامی قبائل کی شورشیں	۲۲۱
۲۴۱	قیصریہ کی تسخیر	۲۴۱	قیصریہ کی تسخیر	۲۲۲
۲۴۲	رومیوں کی شکست کا باب	۲۴۲	رومیوں کی شکست کا باب	۲۲۳
۲۴۳	خالد کی معزولی	۲۴۳	خالد کی معزولی	۲۲۴
۲۴۴	قطیف اور طاعون	۲۴۴	قطیف اور طاعون	۲۲۵
۲۴۵	بلال کی اذان	۲۴۵	بلال کی اذان	۲۲۶
۲۴۶	ایران اور مصر کی تسخیر	۲۴۶	ایران اور مصر کی تسخیر	۲۲۷
۲۴۷	اعلیٰ کی مہم	۲۴۷	اعلیٰ کی مہم	۲۲۸
۲۴۸	خوہستان کی مہم	۲۴۸	خوہستان کی مہم	۲۲۹
۲۴۹	رام ہرمز اور شستر کی تسخیر	۲۴۹	رام ہرمز اور شستر کی تسخیر	۲۳۰
۲۵۰	ہرمزان کی عیاری	۲۵۰	ہرمزان کی عیاری	۲۳۱
۵۰۱	سوس اور جندہ سابور	۵۰۱	سوس اور جندہ سابور	۲۳۲
۵۰۲	ایران کی مہم کا فیصلہ	۵۰۲	ایران کی مہم کا فیصلہ	۲۳۳
۵۰۳	جنگ نہاوند	۵۰۳	جنگ نہاوند	۲۳۴
۵۰۴	رے کی تسخیر	۵۰۴	رے کی تسخیر	۲۳۵
۵۰۵	ایران کے اقطاع پر عام چڑھائی	۵۰۵	ایران کے اقطاع پر عام چڑھائی	۲۳۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳۷	یاسر بن اوس الجعفی	۵۰۶	۲۴۷	محاش کی حد بندی	۵۱۹
۲۳۸	مصر پر چڑھائی	۵۰۷	۲۴۸	دیوان کی ترتیب	۵۱۲
۲۳۹	اسکندریہ کی تسخیر	۵۰۹	۲۴۹	قرآن مجید کی حفاظت	۵۱۳
۲۴۰	فسطاط کی بنیاد	۵۱۰	۲۵۰	مطاف کعبہ کی توسیع	۵۲۳
۲۴۱	اہل مصر سے سلوک	۵۱۱	۲۵۱	سن ہجری کی ترویج	۵۲۴
۲۴۲	نہروں کی مرمت	۵۱۲	۲۵۲	ایک ناکام مہم	۵۲۵
۲۴۳	عروسی نیل	۵۱۳	۲۵۳	عسکری اور ملکی انتظام	۵۲۶
۲۴۴	اسکندریہ کی لائبریری	۵۱۴	۲۵۴	گورنروں کا تقرر اور عزل	۵۲۷
۲۴۵	طرابلس پر چڑھائی	۵۱۵	۲۵۵	حضرت عمر کی شہادت	۵۲۸
۲۴۶	جزیرۃ العرب کے یہودیوں	۵۱۶	۲۵۶	حضرت عمر کا انداز حکومت	۵۲۹
	اور عیسائیوں کا اخراج	۵۱۷	۲۵۷	کردار اور طرز عمل	۵۳۰
			۲۵۸	عہد عمرؓ کی تحصیلات	۵۳۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

تاریخ نویسی ادبیات ہی کی ایک شاخ ہے لیکن ادیب اور شاعر کو جہاں یہ رخصتیں حاصل ہیں کہ وہ اپنے طائر فکر کو تخیل کی لامتناہی فضاؤں میں جس طرف چاہے موج پر واز کر دے۔ اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں طرح طرح کی رنگین بیانیوں سے کام لے اور اثر آفرینی کے لئے مبالغہ آمیز پیرایہ بیان اختیار کر لے۔ وہاں مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحیح حالات اور مستند واقعات کو ان کی حقیقی شکل و صورت میں پیش کرے۔ انداز بیان کی رنگینیوں کو محترمہ ہے۔ تعصب کی عینک کو دور پھینک دے اور مبالغہ کو اپنے قلم کے نزدیک تک نہ پھٹکنے دے۔ مورخ مجبور ہے کہ ان حدوں اور پابندیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی کہانیوں کو دلچسپ اور سبق آموز بنائے۔ ہر نیا مورخ انہی حالات و واقعات سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتا ہے جو اس سے پہلے کے مورخین بیان کر چکے ہوں۔ لیکن ہر مورخ انہی واقعات کو اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ان کی صحت و درستی کے متعلق پوری چھان بین سے کام لیتا ہے۔ اور اپنے رجحان منکر کے



مطابق اُن پر تبصرہ کرتا ہے۔ یہ باتیں مختلف مورخین کی لکھی ہوئی تواریخ میں تنوع اور متضاد پیداکردیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر مورخ کا پیرایہ بیان جداگانہ ہوتا ہے۔ اس لئے تاریخ کی ہر کتاب کی اضافی خوبیاں اور برائیاں اس کے مؤلف کے زاویہ نگاہ اور انداز بیان پر موقوف ہیں۔

تاریخ اقوام عالم کے نام سے نوع انسانی کی سرگزشت قلم بند کرتے وقت راقم الحروف نے محسوس کیا کہ اردو دان قوم کے سامنے اسلام کی ایک ایسی ستند اور مبسوط تاریخ پیش کرنا ضروری ہے جو فن تاریخ نویسی کے جدید اصولوں کے مطابق ہو۔ تاکہ مسلمان جو اسے پڑھیں اپنے آباؤ اجداد کے کائناتوں کی روشنی میں عصر حاضر کی تحریکات کا صحیح طور پر جائزہ لے سکیں اور اُن اسباب و عمل کو جان سکیں جو موجودہ دور میں مسلمانوں کے برگزیدہ زوال اور انحطاط کا باعث ہیں اور جو غیر مسلم اسے پڑھیں وہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے صحیح صحیح حالات و کوائف سے باخبر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ٹھیک ٹھیک رائے قائم کر سکیں۔

اسلام نوع انسانی کی سماجی و معاشی۔ انفرادی اور اجتماعی جسمانی اور روحانی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک مخصوص حل پیش کرتا ہے۔ اس حل کو نوع انسانی کے سامنے اس کی حقیقی صورت میں لفظاً و عملاً پیش کرنا اُن لوگوں کا کام تھا اور ہے جو اس دین کے حامل ہونے کے مدعی ہیں۔ تاریخ ہی اس بات کی گواہی دے سکتی ہے کہ مختلف ادوار کے مسلمان اپنا یہ وظیفہ حیات بجالانے میں کس حد تک کامیاب یا ناکام ثابت ہوئے

ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام دنیا کی ایک زندہ حقیقت ہے۔ جو نوبع  
انسانی کے حاضر و براثر انداز ہے اور مستقبل پر براثر انداز ہوتا رہے گا۔  
اس لئے اسلام کی تاریخ کا مطالعہ ہر فرد بشر کے لئے جو نوبع انسانی کا مسودہ  
و کامران دیکھنے کا آزد مند ہے ضروری ہے۔ اس خیال اور اس جذبہ  
کے ماتحت میں نے اسلام کے زاید از سیزدہ سالہ "ایام" کا تاریخی جائزہ  
لینے کی کوشش شروع کی ہے اس کوشش کا پہلا شمار ایام اسلام کی  
پہلی جلد کی صورت میں اردو زبان جاننے والے عوام کے سامنے حاضر ہے۔  
اس جلد میں عہد رسالت اور عہد شیعین کے حالات درج کئے گئے ہیں  
راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ جائزہ ایسی ہی چار یا پانچ جلدوں میں  
اختتام پذیر ہو جائے گا جس میں آغاز اسلام سے لے کر موجودہ دور تک  
کے مستند تاریخی حالات جو اسلام اور اس کے حاملین کو پیش آئے کسی  
قدر شرح و بسط کے ساتھ درج ہو سکیں گے۔ السعی منی والا مقام  
من اللہ وما توفیقی الا باللہ

آخری چار شنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ م مرفعی احمد خاں  
مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۴۶ء

# استشہاد

ایامِ اسلام کی پہلی جلد مرتب کرنے اور لکھنے کے سلسلے میں جو کتابیں میرے پیش رہیں یا جن سے وقتاً فوقتاً استشہاد و استنباط کیا حسب ذیل ہیں :-

سیرت ابن ہشام - تاریخ ابن خلدون - طبری - ابن اثیر اور واقعی کی تالیفات - برہان مہر کی تالیفات - سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی وغیرہ -

مرتضیٰ احمد خاں



# پہلی کتاب

عہد رسالت

# دعوتِ اسلام کی ابتدا خدا کا پیغام

مکہ عرب کے مشہور شہر مکہ کا ایک پاک نفس انسان آباد  
سے دو تین میل کے فاصلے پر حرا پہاڑ کے ایک غار میں تنہا  
بیٹھا اپنے اور جملہ موجودات کے خالق و پروردگار کو یاد کر رہا تھا۔  
کہ اس کی نگاہیں ایک حیرت انگیز نظارے سے دوچار ہو گئیں۔  
اُس نے دیکھا کہ ایک پیکر فوری سامنے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے:-  
اِقْرُءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ه خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ  
عَلَقٍ ۚ اِقْرُءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ  
مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

لہٰذا اپنے پروردگار کا نام لیکر جس نے کائنات کو پیدا کیا  
جس نے انسان کو گوشت کے لوتھرے سے پیدا کیا۔  
پڑھ تیرا پروردگار کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے  
سے علم سکھایا جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جنہیں  
وہ نہیں جانتا تھا۔)

یہ خدا کا پیغام تھا جو پیکرِ لوری کی وساطت سے مکہ کے اس پاک نفس بندے محمدؐ پر پہلی دفعہ نازل ہوا۔ یہ پیغام اس امر کی دلیل تھی کہ پروردگار عالم نے محمدؐ کو اس کام کے لئے چن لیا ہے کہ وہ خدا کے احکام کو جو روح الامیں فرشتے کی وساطت سے انہیں وقت فوقتاً ملتے رہیں گے خدا کے عام بندوں تک پہنچائیں۔ اور لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا ایسا طریقہ بتائیں جو انسان اور کل موجودات کو پیدا کرنے والے احکم الحاکمین کی خوشنودی کا موجب ہے۔ ایسے برگزیدہ انسان کو جسے خدا کے پیغام ملیں یا جس کے سینے پر خدا کا کلام نازل ہو خدا کی ہستی پر ایمان رکھنے والے لوگ خدا کا پیغمبر۔ نبی یا رسول کہتے ہیں۔ عراق۔ شام۔ فلسطین اور مصر کی پرانی ذاتوں اور ان ملکوں میں بسنے والی قوموں کے مذہبی نوشتوں میں ایسی برگزیدہ ہستیوں کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ جن کو ماننے والے لوگ عرب کی سرزمین میں اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے ہاں سے رسالت کا منصب پا کر دین اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جس وقت خدا کا فرشتہ اُن پر ظاہر ہوا چالیس برس کی تھی۔ سن عیسوی ۶۱۰ء میلادی کے لگ بھگ تھا۔

## مکہ اور عرب کی حالت عربوں کی معاشی کیفیت

دین اسلام کی دعوت کے پھیلنے کا حال بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ گرد و پیش کی اس فضا کا مجمل سا خاکہ کھینچ دیا جائے۔ جس میں اس نئی مذہبی تحریک کا آغاز ہوا۔ عرب کا ملک اپنے محل وقوع نیز لقی ووق صحرا ہونے کے باعث زمانہ لمائے دراز سے غیر متمدن قوموں کا گہوارہ چلا آ رہا تھا جو دوسری بدوی قوموں کی طرح نہایت سادہ سی زندگی بسر کرنے کی عادی تھیں۔ عرب کے مشرق۔ شمال اور مغرب میں بابل۔ نینوہ۔ یروشلم اور مصر قدیم کی شاندار تہذیبیں پھلتی پھولتی رہیں لیکن عرب کے باشندے سر زمین عرب کے اندر اپنے پرانے طریق زندگی ہی پر قانع تھے۔ دجلہ و فرات کی وادی نیل کی وادی اور دریائے یردوں کی وادی میں آباد ہونے والی قدیم متمدن قوموں کے ریکارڈوں میں قدیم عربوں کا ذکر بڑے حقارت آمیز پیرائے میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ عرب وقتاً فوقتاً ان متمدن اور مہذب قوموں سے لڑ بھڑ کر ان کی منظم شہری زندگی میں خلل ڈالنے کا موجب بنتے رہتے تھے خود عرب کے ایسے خطروں میں جو سرسبز و شاداب تھے بعض قوموں نے متمدن زندگی کی بنیادیں استوار کیں جن کی تعمیرات کے آثار اب تک دستیاب ہو

ہے ہیں لیکن یہ استثنائی حالتیں تھیں۔ عام طور پر عرب کے ریگستانوں میں زندگی بسر کرنے والے لوگ خانہ بدوش ہو کرتے تھے جو صدیوں سے بھیڑوں بکریوں اور اونٹوں کے گٹے پالتے اور اپنے نخلستانوں کی کھجوروں پر بسر وقات کرتے تھے۔ ان میں سے جو قبیلے قدیم زمانہ کی تجارتی شاہراہوں پر آباد تھے وہ غیر ملکی سوداگروں کے تجارتی مال کو اپنے ملک میں سے بھٹاتے تمام گزار کر متمدن دنیا کی منڈیوں تک پہنچا دیتے تھے اور ان سوداگروں سے اپنا حق الخدمت وصول کر لیتے تھے۔ تجارتی شاہراہوں پر بسنے والے بعض متمول خاندانوں نے خود تجارت کا پیشہ بھی اختیار کر رکھا تھا۔ عراق - ایران - ہندوستان حتیٰ کہ چین تک کا تجارتی مال سوداگروں کے ہاتھوں دست بہ دست گزرتا ہوا عربوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتا تھا اور عرب تاجر اسے شام فلسطین اور مصر کی منڈیوں تک پہنچا دیتے تھے۔ جہاں سے یہ مال دوسرے تاجروں کے ہاتھ میں پڑ کر یورپ کے ملکوں تک جاتا تھا۔ عرب تاجر حبشہ کے تاجروں سے بھی براعظم افریقہ کی سپید اور مثلاً باہقی دانت وغیرہ خرید کر اپنے متاع تجارت میں شامل کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے اپنے ملک کی پیپلر مثلاً عود - لوبان - سنا - کھجوریں - بھیڑیں - بکریاں اور اونٹ بھی ان کے تجارتی مال میں شامل ہوا کرتی تھیں۔ ظہور اسلام کے وقت بھی عربوں کا طرز بود و ماند اور ان کا وسیلہ معاش یہی تھا جسے ان کے آباؤ اجداد صدیوں سے اختیار کئے چلے آ رہے تھے۔

مکہ چونکہ مین سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا اس لئے مکہ کے لوگ عام طور پر تجارت پیشہ تھے۔ تجارت پیشگی نے انہیں اعراب بادیہ یعنی ریگستان کے باشندوں کی نسبت بہت زیادہ متمول بنا دیا تھا وہ خیموں کے بجائے کچے اور کچے مکاؤں میں رہتے تھے اور شہریوں کی طرح متمدن زندگی گزارتے تھے۔ مکہ کے قریب کوئی ایک سو دس میل کے فاصلے پر طائف نامی ایک بستی آباد تھی جہاں کھجوروں - اناروں اور دوسرے ثمر دار درختوں کے باغات کثرت سے موجود تھے۔ کیونکہ یہاں کی زمینیں شاداب اور سیر حاصل تھیں۔ مکہ کے نواح میں سرسبز شادابی اور زراعت کا کہیں ہم و نشان تک نہ تھا۔

## سماجی اور سیاسی نظام

اس دور کے عربوں کا سماجی نظام قبائلی طرز کا تھا۔ یعنی عرب کے باشندے قبیلوں، خیلوں اور گنبدوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے شیخ یا رئیس کا تابع فرمان سمجھاتا تھا۔ یہی شیخ یا رئیس سارے قبیلے کی طرف سے دوسرے قبائل کے شیوخ کے ساتھ حسب ضرورت معاملات طے کرتا تھا۔ تمام بدوی اقوام کی طرح اس دور کے عربوں میں بھی قبیلوی تعصب حد سے بڑھا ہوا تھا نسب اور خون کی شرافت و نجابت کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر قبیلہ میں ایسے

نساب موجود رہتے تھے جو چالیس چالیس اور پچاس پچاس پشتوں تک  
قبیلوں اور نسلوں کا سلسلہ نسب بیان کر سکتے تھے۔ بسا اوقات معمولی  
جھگڑے دو قبیلوں کے درمیان اور ان قبیلوں کے ساتھ قریب کا نسب  
رشتہ رکھنے والے دوسرے قبائل کے درمیان پیہم جنگ کی صورت  
اختیار کر لیتے تھے جو سالہا سال تک جاری رہتی تھی۔ عام حالات میں  
یہ لوگ قبائلی رواج کے مطابق باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کر لیا کرتے تھے  
جس کی صورت یہ تھی کہ قبیلہ کے کسی معزز آدمی کو ثالث یا حکم مان  
لیتے تھے۔ اور اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔  
اگر قبیلے اور قبیلے کے درمیان کوئی جھگڑا رونما ہو جاتا تھا تو اُسے  
دونوں قبیلوں کے شیوخ یا دوسرے معزز اشخاص آپس میں بات چیت  
کر کے طے کر لیتے تھے عرب کی زمین کے اقطاع قبیلوں نے آپس میں  
بانٹ رکھے تھے۔ اس قبیلوی سماجی نظام کے ساتھ عرب لوگ مادِ صحرا  
کے بطن کی فطری آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اُن  
کا نہ کوئی بادشاہ تھا نہ جا بر حاکم جس کے آہنی اقتدار کی تلوار اُن  
کے سروں پر ہر وقت مسلط رہ کر اُن کی روح کی بالیدگی کو روکنے  
والی ہوتی۔ گرد و پیش کے ملک تین زبردست شہنشاہوں کے حاکمانہ اقتدار  
کی گرفت میں مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے۔ بحیرہ قلزم کے پار  
جسٹہ میں ایک شاہی خاندان صدیوں سے حکمرانی کرتا چلا آ رہا تھا۔  
جس کے بادشاہوں نے چھٹی صدی مسیح میں یمن اور جنوبی عرب کے



اقلع فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اسی سلطنت کے ایک گورنر ابرہہ الاسد نامی نے ۵۲۵ء میں مکہ پر چڑھائی کی۔ ابرہہ کا لشکر ایک عجیب حادثہ کا شکار ہو کر تباہ ہو گیا۔ روایت ہے کہ ابرہہ خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ لے کر آیا تھا۔ اس کا لشکر مکہ کے نزدیک پڑاؤ ڈالے پڑا تھا کہ سربراہا بیلوں کے غول منڈلانے لگے اور لشکر ہر پتھر کی پھوٹ پھوٹ کنکریاں پھینکنے لگے جنہیں وہ اپنی چونچوں میں کہیں سے اٹھا کر لائے تھے۔ کنکریوں کی اس بارش سے بوکھلا کر ابرہہ کے ہاتھی بپھر گئے جنہوں نے اپنے ہی لشکر کو پامال کر ڈالا اور ابرہہ کو ناکام و نامراد واپس لوٹنا پڑا راستے میں یہ لشکر جیچاک کی قسم کی ایک وبا کا شکار ہو کر تمام وکمال تباہ ہو گیا۔

مکہ کے عرب اس سال کو عام الفیل کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اسی سال غالباً اس واقعہ کے چند روز بعد پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے۔

مصر، فلسطین، شام اور ایشیائے کوچک کے ملک رومی قیصروں کے زیر نگین تھے۔ جن کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔ رومی حکمران مفتوح قوموں سے غلاموں کا سلسلہ کیا کرتے تھے مشرق میں ایران کی پرانی سلطنت قائم تھی جس کا زبردست شاہنشیہ نظام رعایا کے دل میں آزادی کا خیال تک پیدا ہونے نہیں دیتا تھا۔ ۵۲۸ء کے قریب ایران کے شاہنشاہ خسرو نوشیروان عادل کے لشکروں نے یمن پر

پڑھائی کی اور حبشہ کے بادشاہوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ اس مہم کے بعد عرب کی سرزمین سلطنت ایران کے حلقہ اثر میں شمار ہونے لگی۔ لیکن عملی طور پر ایرانی حکومت کو عرب کے معاملات میں کسی قسم کا دخل حاصل نہ تھا۔ شام کی سرحد کے قریب بسنے والے عرب قبائل سلطنت ایران کے زیر اثر نہ ہوا کرتے تھے۔ یہ قبائل سرحدوں پر امن قائم رکھنے کے لئے روم و ایران سے ذلت یافتہ لیتے تھے اور جنگوں میں ان کے حلیف بن جاتے تھے۔

## ادیان و عقاید

عربوں کے قبیلے دین اسلام کے ظہور کے وقت مختلف مذاہب و ادیان کے پیروکار تھے۔ شام کی سرحد پر بسنے والے عرب بنی عثمان جو سیاسی حیثیت سے رومی قیصریت کے زیر اثر تھے۔ دین عیسوی قبول کر چکے تھے مایرانی سرحد پر بسنے والے قبائل نے بھی ظہور اسلام سے کچھ مدت پہلے عیسائی قبول کر لیا تھا۔ یمن اور جنوبی عرب کے بعض قبیلے حبشہ کے عیسائی حکمرانوں کے زیر اثر آکر عیسائی بن چکے تھے۔ اس کے علاوہ عرب کے بعض مقامات پر یہودیوں نے بھی اپنی بستی آباد کر رکھی تھیں۔ جن میں سے مدینہ اور خیبر کے یہودی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یمن میں بھی یہودیوں کی ایک نو آبادی تھی۔ جو حبشہ کے عیسائی حکمرانوں سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے تھے۔ بعض قبیلے ایران

کے مجوسیوں اور آتش پرستوں کا دین بھی اختیار کر چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود عربستان کی عام آبادی بت پرست تھی۔ بعض قدیم اقوام کی طرح عرب بھی پہلے محض دھن پرست یعنی شہر کے ٹکڑوں کو پوجنے والے ہوا کرتے تھے لیکن جب مصر اور بابل میں سنگ تراشی کے فن کو فروغ حاصل ہوا اور مندروں میں رکھنے کے لئے بت تراشے جانے لگے تو عرب قبائل میں بھی صنم پرستی کا رواج چل نکلا۔ اور اس مت کو عرب میں آنا فروغ حاصل ہو گیا کہ ہر قبیلہ نے اپنا اپنا الگ بت بنالیا۔ جسے قبیلہ کا سرپرست نگہبان اور حاجت رواسمجا جاتا تھا۔ دھن پرستی اور صنم پرستی اگرچہ عربوں میں صدیوں سے رائج چلی آرہی تھی تاہم عرب قبیلے اپنے جدا جدا حضرت ابراہیم کو نہیں بھولے تھے جنہوں نے دو ہزار سال قبل مسیح کے قریب کلدانیوں کے شہر ارم میں بت پرستی کے خلاف آواز بلند کر کے ایک خدائے بزرگ و برتر کی بندگی قبول کرنے کی تبلیغ شروع کی تھی۔ اور اپنی ایسی سرگرمیوں کے باعث اپنے گنہگار قبیلے سمیت عراق کی سرزمین سے ہجرت کر کے مغربی ملکوں میں جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مکہ کے معبد کعبہ کی چار دیواری حضرت ابراہیم اور امانی کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کے لئے تعمیر کی تھی۔ لیکن اُن کی اولاد نے صدیاں گزر جانے پر اس معبد کو بت کدہ بنالیا۔ خانہ کعبہ کو عرب کے تمام قبائل بہت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کا طواف کرنا اور اس

میں رکھے ہوئے بتوں کو پوچھنا۔ ان پر چڑھانے پڑھانا اور ان کے لئے  
 جائز ذبح کرنا اپنا اہم دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ عرب کے بُت پرست  
 ہر سال مقررہ دنوں میں اس مسجد کا طواف کرنے اور اپنی مانی ہوئی منتیں  
 گزارنے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اس اجتماع کو حج کا نام دیا جاتا  
 تھا۔ قریش کے سوا جو مکہ کے رہنے والے اور کعبہ کے متولی تھے  
 باقی تمام قبیلوں کے انسداد خانہ کعبہ کا طواف پوری برہمنگی کی  
 حالت میں کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ گنگنا کر پٹیاں بجاتے  
 جاتے تھے۔ کعبہ کے سوا عرب کی سرزمین میں بُت پرستوں کی یا ترا  
 کی اور کوئی جگہ نہ تھی۔ کعبہ کی اسی حیثیت کا نتیجہ تھا کہ مکہ میں  
 بسنے والے قریش قبیلہ کے افراد کو تمام عرب میں ایک ممتاز  
 درجہ حاصل تھا۔ قریش صدیوں سے خانہ کعبہ کے متولی چلے آ رہے  
 تھے۔ حج اور یا ترا کے لئے آنے والے لوگوں کی خدمت و آسائش  
 کا خیال رکھنا ان کا فرض منصبی بن چکا تھا۔ یاتریوں کی خدمت کے صیغے  
 قریش مکہ کے مختلف گنبوں نے آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ انہی  
 گنبوں میں ایک بنو ہاشم کا خاندان تھا۔ جسے یاتریوں کو کھانا کھلانے  
 اور پانی پلانے کی خدمت تفویض کی گئی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد تھے۔

## اخلاق و اطوار

اُس وقت کے عربوں کی معاشی سماجی۔ دینی۔ سیاسی

اور مذہبی کیفیات کا تذکرہ کرنے کے بعد ضروری ہے کہ ان کے اخلاق و اطوار کی کیفیت بھی بیان کر دی جائے۔ اس دور کے عرب بہت پرست شراب خوری کے بہت دلدادہ تھے۔ قمار بازی بھی ان کا محبوب شغل تھی۔ ان کی سوسائٹی میں عورت کو محض ہوس رانی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔ ہر مرد کو کئی کئی عورتیں۔ بیویاں یا لونڈیاں بنائے رکھنے کی اجازت تھی۔ باپ کی منکوحہ عورتیں وراثت میں بیٹوں کو ملتی تھیں۔ دو حقیقی بہنوں کا ایک گھر میں ڈال لینا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے باوجود عربوں کی سماج میں زنا کاری بہت عام تھی۔ مردوں اور عورتوں کے گھلم گھلا اختلاط کو چندان معیوب خیال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ غیر عورتوں کے ساتھ عشق بازی قابلِ فخر سمجھی جاتی تھی۔ عورتیں گھلے پھرتی تھیں اور مردوں کی محفلوں میں بے حجابانہ شریک ہوتی تھیں۔ عورتوں کا یہ درجہ اونچے گھرانے کے افراد کے لئے باعثِ شرم و تنگ بن چکا تھا۔ اس لئے بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گور کر دیتے تھے۔ زمانہ قبل اسلام کے فیض و بلیغ عرب شاہ عود کا کلام اس دور کے عربوں کی اخلاقی کیفیتوں کا آئینہ ہے۔ جس میں معاشرہ کے قصے اتنی عریانی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جو مناقِ سلیم بہت گراں گزرتی ہے۔ عرب شاہ عود کا ایسا کلام اس دور کے اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں طبقوں میں اس قدر مقبول اور ہر دلعزیز تھا کہ شعرا اُسے عکاظ کے سالانہ میلے میں محفلوں کو سننا سننا گرواؤ سخن لیتے

تھے اور جن شاعروں کے کلام کو افصح اور سب سے زیادہ پسند یہ سمجھا جاتا تھا اُسے چمڑے یا لکڑی پر لکھا کر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیتے تھے۔ اگر محض عربی شعرا اپنے دور کی اخلاقی حالت کا آئینہ قرار نہیں دیتے جاسکتے تو یہ دوسری بات یعنی ایسے شعروں کی عام مقبولیت اس دور کے لوگوں کی اخلاقی پستی کا روشن ثبوت ہے۔

صحرا کی آزاد فضاؤں میں پرورش پا کر جوان ہونے والے عرب بالطبع بہادر تھے۔ لامتناہی قبائلی کشمکش نے انہیں جنگجو اور سپاہیانہ اوصاف کا حامل بنا رکھا تھا۔ قتل کے جرم کو وہ کبھی معاف نہیں کرتے تھے بلکہ خون کا بدلہ قاتل کے قبیلہ کے افراد سے رُود یا بدلے کر لیتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی رُوح جب تک کہ اُس کے خون کا خاطر خواہ بدلہ نہ لے لیا جائے ہامہ لایک غیر مرئی پرندہ بن کر فوج کرتی رہتی ہے بدلہ لینے میں وہ صرف ایک جان لینے پر حصر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس صل پر رُود و رُود وصول کرنا یعنی قاتل کے قبیلہ کے کئی افراد کی جانیں لینا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ یہ کیفیت اور یہ عادت قبیلوں کے درمیان خونریزیوں کا ایک متناہی سلسلہ پیدا کر دیتی تھی جو بسا اوقات صدیوں تک جاری رہتا تھا۔ بے رحم اور بے درد ہونا تمام قدیم اقوام کی عادت تھی اس سے عرب بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ لڑائیوں اور خونریزیوں میں دشمن کو آگ کی نذر کر دینا۔ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے حمل گرا

دنیا :- بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرنا ان کے لئے معمولی باتیں تھیں۔

## فصاحت و بلاغت

اس دور کے عربوں کی ایک نمایاں خصوصیت جو عرب کے لئے سرمایہ نازش سمجھی جاتی تھی یہ تھی کہ انہیں فصیح البیانی خطابت اور شعر گوئی کو عربوں نے اس دور میں جس معراج کمال کو پہنچا رکھا تھا دوسری اقسام کو اس کا عشرہ عشر بھی حاصل نہ تھا۔ زمانہ قبل اسلام کے شعرائے باکمال کے سات منتخب قصیدے جو خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکاائے جانے کا امتیازی درجہ حاصل کر چکے تھے آج تک عربی زبان کے ادبی لٹریچر کا بہت اہم جزو سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سخن گوئی کی عام ترقی کا یہ عالم تھا کہ عورتیں مردوں کی لغٹوں پر کھڑی ہو کر ارتجالاً ایسے لوحے کہتی تھیں۔ جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہوا کرتے تھے۔ خطیب اور مقرر بلا تکلف مسجع اور مقفے عبارتوں میں موثر تقریریں کرتے تھے۔ اس خصوصیت پر عربوں کو اتنا فخر تھا کہ انہوں نے غیر عرب کو عجم یعنی گٹکا ہونے کا خطاب دیا۔ اور اپنے زبان آورد ہونے پر فخر کرنے لگے۔ میلوں محفلوں اور اجتماعوں میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہانا۔ شعر و سخن کی داد لینا اور دینا پر روز خطبے سنانا۔ اور فصیح و بلیغ انداز میں گفتے



اور کہانیاں بیان کرنا ان کا ایک مرغوب مشغلہ تھا۔ اس دور کی اور اس سے پہلے کی بعض دوسری قومیں تمدنی کمالات کے حصول کی دوڑ کے دوسرے صیغوں میں عربوں سے بلاشبہ بہت آگے نکل چکی تھیں لیکن فصیح البیانی - قائد الکلامی اور شعر گوئی میں عرب لوگ اپنے لٹریچر کو جس بلند معیار پر پہنچا چکے تھے اس کی نظیر دنیا کی اور کسی قوم کی تاریخ میں نظر نہیں آتی :

غرض اس ماحول کے موٹے موٹے حذو خال یہ تھے جس میں دین اسلام کی دعوت کا آغاز ہوا :

---

# اسلام کے داعی کی ابتدائی زندگی

## خاندانی حالات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر چالیس سال کی عمر میں خدا کا فرشتہ اسلام کا پیغام لے کر نازل ہوا قریش مکہ کے خاندانِ نبویہ کا ایک فرد تھے۔ قریش کا یہ خاندان کئی پشتوں سے خانہ کعبہ (بیت کدہ) کے یاتریوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنے کی خدمت پر مامور تھا۔ قریش کے اُدھر گھرنے دوسری حضرات سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً حجابت یعنی خانہ کعبہ کی کلید برداری اور تولیت ظہور اسلام کے وقت عثمان بن طلحہ کے سپرد تھی۔ افادت یعنی غریب حاجیوں کی خبر گیری کا کام نوفل کا خاندان سرانجام دیتا تھا۔ تیمم کا خاندان خون کے جھگڑوں کے فیصلے کیا کرتا تھا۔ بنو امیہ کے سردار جنگ میں علمبرداری کی خدمت بجالایا کرتے تھے۔ مخزوم کا خاندان خیمہ و خرگاہ اور سواری وغیرہ کا انتظام کیا کرتا تھا۔ عذی کا خاندان سفارت کے لئے مخصوص تھا۔ صبح کا خاندان فال کا منتظم تھا اور سہم کا خاندان خزانے کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ حضرت محمدؐ کے پڑدادا ہاشم نے قیصر روم سے

خط و کتابت کر کے رومی سلطنت کے ملکوں میں قریش کے لئے تجارتی رعایتیں حاصل کیں۔ ہاشم نے حبشہ کے بادشاہ سے بھی یہ فرمان حاصل کر لیا کہ قریش اس کے ممالک محروسہ میں ٹیکس ادا کئے بغیر تجارت کر سکتے ہیں۔ ہاشم نے عرب کے بدوی قبیلوں سے اس مضمون کے معاہدے طے کئے کہ وہ قریش کے تجارتی قافلوں کو جب وہ اُن کی سرزمین میں سے گزریں نہیں روکیں گے۔ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب نے جن کا اصل نام شیبہ تھا۔ چاہ و زمزم کا سراغ لگا کر اُسے نئے سرے سے درست کرایا کیونکہ یہ پیرانا کنواں آٹ کر گم ہو چکا تھا۔

## ذبحین کا بیٹا

حضرت محمدؐ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا یہ عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سے ایک تھے۔ عبدالمطلب نے یہ منت مان رکھی تھی کہ جو ان ہونے پر اپنے ایک بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ منت پوری کرنے کے لئے قرعہ ڈالا گیا تو عبد اللہ کے نام پر نکلا۔ عبدالمطلب عبد اللہ کو لے کر قربان گاہ کو چل پڑے دو سائے قریش نے یہ مشورہ دیا کہ ایک طرف اونٹوں اور دوسری جانب عبد اللہ کو کھڑا کر کے قرعہ ڈالا جائے۔ پہلے دس اونٹوں پر پھر بیسٹیں پر پھر تیسٹیں پر قرعہ ڈالا گیا لیکن ہر بار قرعہ عبد اللہ کے نام پر پڑتا رہا۔ آخر جب سوا دسٹوں پر قرعہ ڈالا گیا تو اونٹوں کے نام پر نکل آیا۔ عبدالمطلب نے سوا دسٹ کعبہ کی بھینٹ چڑھا دیتے۔

اور عبد اللہ کی جان بچالی :

مکہ کے قریش اور عرب کے اکثر دوسرے قبائل نسباً اسماعیل یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہا تھا کیونکہ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ لیکن عین وقت پر جب کہ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ چکے تھے فرشتہ غیبی نے آکر ہاتھ پکڑ لیا اور خدا کی طرف سے اسماعیلؑ کی جگہ ایک دنبہ قربان کرنے کا حکم دیا۔ ان دو واقعات کی بنا پر پیغمبر اسلامؐ اکثر فخر کیا کرتے تھے کہ میں فرد ذبیح یعنی خدا کی راہ میں قربان ہونے والے دو بندگان کی نسل سے ہوں۔

اس واقعہ کے بعد عبد المطلب نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی شادی

۱۔ معبود یا معبودان۔ خدا اور دیوتاؤں کی راہ میں ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیال سے انسانی جانوں کی قربانیاں پیش کرنا اور اولاد کو بھینٹ چڑھنا قدیم اقسام کی ایک عام رسم تھی۔ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں انسانی قربانی کا بجائے جانور کی قربانی پیش کرنے کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل دونوں انسان کی قربانی دینے سے یکسر محبت ہو گئے اور ان کے بدلے جانوروں کی قربانیاں پیش کیں۔ دوسری قوموں میں یہ رسم کم و بیش اس کے بعد بھی بہت طویل مدت تک جاری رہی : (مؤلف)

قبیلہ زہرہ کے ایک فرد وہب بن عبد مناف کی بیٹی آمنہ سے رچا دی شادی کے تھوڑا ہی عرصہ بعد عبد اللہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام کے سفر کو چلے گئے واپس آتے ہوئے مدینہ میں ٹھہرے تھے کہ بیمار پڑ گئے۔ ان کے بیمار ہو جانے کی اطلاع پا کر عبد اللہ کا بڑا بھائی حارث خبر گیری کے لئے مدینے کی طرف چل پڑا، لیکن عبد اللہ حارث کے پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئے۔ اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) جو شکیم مادر میں تھے پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو گئے۔ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف دو شنبہ ۲۰۔ اپریل ۵۷۰ء عیسوی میلادی کو شہر مکہ میں آمنہ کے بطن سے تولد ہوئے۔ قمری مہینے ربیع الاول کی تاریخ ۹ مئی۔ محمد کے دادا عبد المطلب نے اس بچے کا نام جو پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم بن چکا تھا محمد رکھا جس کے معنی اردو زبان میں ”حزبوں والا اور سرا ہا گیا“ کہے جاسکتے ہیں۔ شرفائے مکہ میں یہ دستور مدت سے چلا آ رہا تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ بہت کم پلاتی تھیں۔ اسی دستور کے مطابق آمنہ نے دو تین دن اپنے لختِ جبکہ کو اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا۔ ازاں بعد مولود مسعود کے چچا ابولہب کی ایک لونڈی ثویبہ چند دن تک دودھ پلاتی رہی۔ ثویبہ کے بعد قبیلہ ہوازن کے خاندان بنی سعد کی ایک عورت حلیمہ سعدیہ اس خدمت پر مامور ہوئیں۔ حلیمہ اپنے قبیلہ کی چند دوسری عورتوں کے ساتھ اجرت پر دودھ پلانے

کے لئے شرفائے قریش کے بچے لینے کی خاطر مکہ آئی تھیں عبدالملک نے اپنا ننھا پوتا محمدؑ ان کے حوالے کر دیا اور وہ اس شیر خوار بچے کو ساتھ لے کر اپنے صحرائی خیموں میں چل گئیں۔ محمدؑ پانچ سال کی عمر تک بنی سعد کے بدوی قبیلہ میں حلیمہ کی گود میں پرورش پاتے رہے۔ بنی سعد بہت فصیح البیان عرب تھے۔ محمدؑ بڑے ہو کر اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میں اس لئے فصیح البیان ہوں کہ میں نے قبیلہ بنی سعد میں پرورش پائی ہے۔ محمدؑ دو سال کے تھے کہ حلیمہ سعدیہ انہیں لے کر مکہ آئیں لیکن مکہ میں ان دنوں وبا پھوٹ نکلی تھی۔ اس لئے محمدؑ کی والدہ آمنہ نے حلیمہ سے کہا کہ انہیں واپس لے جاؤ۔ حلیمہ نے پانچ برس محمدؑ کی پرورش کی اور اس کے بعد وہ انہیں ان کی ماں کے پاس چھوڑ گئیں۔

## والدہ کی وفات

محمدؑ چھ سال کے تھے کہ ان کی ماں انہیں ساتھ لے کر مدینہ تشریف لے گئیں۔ مدینہ میں وہ اپنے شوہر عبداللہ کی قبر دیکھنے کے لئے گئی تھیں۔ تاکہ اپنے تختِ جگر کو باپ کی آخری آرام گاہ دکھائیں۔ اس سفر میں محمدؑ کی دایہ ام امین بھی آمنہ کے ساتھ تھیں۔ آمنہ ایک ماہ مدینہ میں خاندانِ نجار کے ہاں ٹھہریں جو محمدؑ کے دادا کا ننہال تھا۔ مدینہ سے مکہ کی طرف واپس لوٹ رہی تھیں کہ راستے میں الوار

کے مقام پر فوت ہو گئیں اور وہیں دفن کر دی گئیں۔ اُمّ ایمن بچنے کو مکہ لے آئیں اور اس دُرِ یتیم کو اس کے دادا عبد المطلب کے حوالے کر دیا۔ عبد المطلب اپنے ہونہار پوتے کو جس کی پیشانی پر اقبال مندی کا ستارہ چمک رہا تھا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن یہ سہارا بھی زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ دو سال کے بعد جب محمدؐ آٹھ برس کے تھے عبد المطلب بھی چل بسے اور اپنے یتیم پوتے کو تربیت کے لئے اس کے چچا ابوطالب کی تحویل میں دے گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوطالب عبد المطلب کے دس بیٹوں میں سے محمدؐ کے حقیقی چچا تھے یعنی محمدؐ کے والد عبد اللہ اور چچا ابوطالب ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ابوطالب اپنے بھتیجے محمدؐ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور اپنے بچوں سے بڑھ کر اُن کی آسائش و تربیت کا خیال رکھتے تھے۔

## گلہ بانی

محمدؐ جب دس بارہ برس کے ہوئے تو شرفائے عرب کے عام دستور کے مطابق بکریاں چرانے لگے۔ تجارت اور غلہ بانی اہل مکہ اور باشندگان عرب کے اہم پیشے تھے۔ کم و بیش عربستان کے ہر نوعمر شخص کو اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں کی گلہ بانی کرنی پڑتی تھی۔ ابوطالب کا گھرانہ ویسے بھی چنناں متمول نہ تھا۔ اس لئے محمدؐ جب بکریاں



چرانے کے قابل بن گئے۔ تو انہیں اس کام پر لگادیا گیا۔ محمدؐ اپنے گھر کی بکریاں چرانے کے لئے باہر لے جاتے تھے اور دوسروں کی بکریاں بھی چرائی کی اجرت مقرر کر کے ساتھ لے لیا کرتے تھے۔

## شام کا سفر ۵۸۳ھ

محمدؐ کی عمر بارہ برس کی تھی کہ ان کے چچا ابوطالب ایک تجارتی سفر پر شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کرنے لگے۔ محمدؐ نے اس سفر میں چچا کے ساتھ جانے پر اصرار کیا۔ ابوطالب نے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ محمدؐ اس سفر میں اپنے چچا کے ساتھ شام کے شہر بصری تک گئے۔ ایک روایت ہے کہ بصری میں ابوطالب نے بحیرا نام ایک عیسائی ماہب کی خانقاہ میں قیام کیا تھا۔ اس ماہب نے حضورؐ کی پیشانی کو جمال ایزدی سے معمور دیکھ کر پیشگوئی کر دی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر خدا کا پیغمبر بنے گا۔ اس دور کے ذی بصیرت عیسائی حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق جو انجیل میں مرقوم ہے ایک مقتدہ نبی کے مبعوث ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ اگر بحیرا نے کشف کی آنکھوں سے محمدؐ کے چہرے میں نور نبوت کی جھلک دیکھ لی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ بحیرا نے یہ بھی کہا تھا کہ ”جب تم لوگ پہاڑ پر سے نیچے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ درخت اور پتھر سب سجدے میں ٹھک

گئے ہیں؎

## حربِ فجار

حضورؐ نے آغازِ شباب میں ایک قبائلی جنگ میں بھی شرکت کی جو ”حربِ فجار“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں قریش اور قیس کے قبیلے ایک دوسرے کے بالمقابل تھے۔ قریش کے لشکر میں ایک علم آل ہاشم کا بھی تھا۔ جس کے حامل محمدؐ کے ایک چچا زبیر ابن عبدالمطلب تھے۔ محمدؐ اسی لشکر کے ہمراہ جنگ میں شامل ہوئے قریش کا رئیس اعظم اور سپہ سالار حرب بن اُمیہ تھا۔ اس جنگ میں پہلے بنی قیس کا پلہ بھاری راجہ میں قریش غالب آگئے اور بالآخر دونوں کے درمیان صلح ہوگئی ۛ

## جوانی

## حلف الفضول

قریش جنگِ فجار سے واپس لوٹے تو مکہ میں قبیلوی اہل عرب کو بند کرنے کے لئے ایک اصلاحی تحریک پیدا ہوئی۔ جرہم اور قطورا قبائل کے تین اشخاص فضیل ابن حرث، فضیل ابن داعہ اور فضل نے اس تحریک کو اٹھایا۔ ہاشم۔ زہرہ اور تیم خانہ ان کے رؤساء بنے۔

بن جدهان کے گھر جمع ہوئے اور معاہدہ طے کیا گیا کہ "آئینہ ہم میں سے ہر ایک شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں رہنے نہ پائے گا" اس معاہدہ پر دستخط کرنے والوں میں ایک محمدؐ بھی تھے۔ اللہ کا رسول بننے کے بعد بھی حضور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھے سُرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی کوئی ایسے معاہدہ کے لئے بدلائے تو میں حاضر ہوں۔" اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے محرکین کے ناموں میں "فضل" کا مادہ مشترک تھا +

## تجارت

سچو و تیز کو پہنچنے کے بعد محمدؐ نے بھی قریش کے دیگر افراد کی طرح کسب معاش کے لئے تجارت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ اس کام کو آپ نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ کیا کہ لوگ آپ کے حُسنِ معاملت کی عادت دینے لگے اور متمول اشخاص اپنا سرمایہ منافع میں شرکت کی بنا پر انہیں سونپنے لگے۔ اپنے حُسنِ اخلاق اور حُسنِ معاملت کی بدولت اہل مکہ میں "صادق الامین" کے لقب سے معروف ہو گئے۔ تجارت کے سلسلے میں آپ نے جوال کے ایام میں شام - بُصری - یمن اور بحرین تک کے متعدد سفر کئے۔

## حضرت خدیجہ سے نکاح

۵۹۶ء

مکہ کے صادق الامین باجر کی شہرت ہاں کی ایک متمول خاتون خدیجہ کے کانوں تک بھی پہنچی جو یکے بعد دیگرے دو شادیاں کر کے بیوہ ہو چکی تھیں۔ خدیجہ دوسرے لوگوں کی وساطت سے تجارت کیا کرتی تھیں۔ بسا اوقات قریش کے تجارتی مال میں جسے قافلہ اپنے وقت پر شام یا مین کی طرف لے جاتا تھا نصف سامان خدیجہ کا ہوتا تھا۔ شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق کی مالک ہونے کے باعث مکہ کے لوگ انہیں "طابرو" کے نام سے پکارتے تھے۔ قریش کا تجارتی قافلہ شام کی منڈیوں کی طرف جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا کھارہ خدیجہ نے محمدؐ کی راست باز اور دیانت کا شہرہ سن کر اُن کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ مجھ سے تجارتی مال اپنا تحویل میں لے کر شام کے سفر پر جائیں تو میں آپ کو دوسروں کی نسبت دو گنا معاوضہ دوں گی۔ محمدؐ نے یہ پیشکش قبول کر لی اور اپنا اور خدیجہ کا تجارتی مال لے کر بصرہ کی منڈی کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں خدیجہ کو پہلے کی نسبت بہت زیادہ نفع حاصل ہوا اور محمدؐ کی امانت و دیانت کا سکہ اُن کے دل پر بیٹھ گیا۔ سفر سے واپسی کے تین ماہ بعد خدیجہ نے محمدؐ کو ایک عورت کی وساطت سے نکاح کا پیغام

بھیجا۔ جسے محمدؐ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد نے قبول کر لیا۔ نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی تاریخ معین پر بنی ہاشم کے خاندان کی برات دو لبا کو لے کر خدیجہؓ کے مکان پر گئی پانسو طلائی درہم مہر مقرر ہوا اور محمدؐ خدیجہؓ کو اپنے حوالہ عقد میں لے آئے۔ نکاح کے وقت محمدؐ کی عمر پچیس سال تھی اور خدیجہؓ چالیس سال کی تھیں۔ پہلے دو شوہروں سے خدیجہؓ کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہو چکی تھی یہ اولاد نکاح کے وقت موجود تھی اور دیر تک زندہ رہی +

## تعمیر کعبہ کے سلسلے میں اہم فیصلہ

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد شباب کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ ہے جو تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے ایک جھگڑے کو نبیؐ نے کے متعلق ہے۔ کعبہ کی چار دیواری نشیب میں واقع ہونے کے باعث بارش کے دنوں میں سیلاب کی آماجگاہ بنی رہتی تھی۔ اس لئے خانہ کعبہ کی عمارت بوسیدہ ہو گئی تھی۔ قریش کے بڑے آدمیوں نے فیصلہ کیا کہ پرانی عمارت کو گرا کر اسی جگہ نئی عمارت کھڑی کر دی جائے۔ مگر کے ایک متمول رئیس ولید بن مغیرہ نے کعبہ کی عمارت بنانے کے لئے جدہ سے تباہ شدہ جہاز کی لکڑی خریدی۔ ولید اس لکڑی کے ساتھ باقوم نامی ایک رومی معمار کو ساتھ لے آیا۔ قریش مکہ کے تمام خاندان خانہ کعبہ کی تعمیر کا شرف حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔

اس لئے سب نے اپنے اپنے حصے کا کام بانٹ لیا۔ تعمیر شروع ہو گئی  
جب سنگ اسود کو اپنی جگہ پر نصب کرنے کا موقع آیا تو رؤسائے قریش  
میں ہر شخص یہ چاہنے لگا کہ سنگ اسود کو نصب کرنے کا شرف اُسے  
حاصل ہو۔ اس بات پر ان میں زبردست اختلاف رونما ہو گیا۔ اور اکثر  
اشخاص نے خون سے بھرے ہوئے پیالوں میں انگلیاں ڈال کر قسمیں  
کھاتیں کہ وہ کسی دوسرے کو اس سعادت سے مشرف ہوتے دیکھنا گوارا  
نہیں کریں گے۔ چاروں سلسل اسی بحث و تھبیس میں گزر گئے کہ حجر اسود  
کو دیوار میں نصب کرنے کی سعادت کسے حاصل ہو۔ چوتھے دن شام  
کے وقت یہ رائے قرار پائی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم کعبہ  
میں داخل ہو سب اُسے حکم یعنی ثالث مان لیں اور اس کے فیصلے کے  
سامنے تسلیم خم کر دیں۔ اگلی صبح کو سب سے پہلے جو شخص حرم کعبہ  
میں داخل ہوا وہ محمد تھے جنہیں لوگوں نے راست بازی اور دیانت  
کے باعث "صلیق الامین" کا لقب دے رکھا تھا۔ حسب قرار داد  
تمام دعویداروں نے محمد کے سامنے اپنے اپنے دعوے کے حق میں  
دلائل پیش کئے۔ حضور نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ایک چادر لاؤ۔ حضور  
نے حجر اسود کو اس چادر پر ڈال دیا اور قریش کے جملہ خاندانوں کے  
رؤسائے کہا کہ وہ چادر کے کرنے اور کنارے پکڑ لیں اور چادر کو اٹھا کر  
نصب کے موقع تک لے جائیں۔ جب حجر اسود اس طریق سے دیوار  
کے قریب پہنچ گیا تو حضور نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو

اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ محمدؐ کے اس فیصلے سے رسولؐ قریش تمام کے تمام مطمئن ہو گئے اور کسی کے دل میں یہ حسرت نہ رہی کہ حجر اسد کو نصب کرنے کی سعادت اس کے حصے میں نہ آئی۔ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا کام خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچ گیا +

## زندگی کا عام اسلوب

نبوتؐ و رسالت کی زہرہ گداز ذمہ داریاں تفویض ہونے سے پہلے محمدؐ مکہ کے ایک پاک نفس۔ پاکیزہ اخلاق۔ راست گفتار۔ دیانتدار۔ اور خوش اطوار شہری تھے۔ جنہیں مکہ کے لوگ محض حسن کردار کے باعث احترام و اعتماد کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ قریش کی اخلاق باختہ سوسائٹی میں اچھی صفات کے اور لوگ بھی موجود تھے لیکن فطرتِ سلیم نے جو خوبیاں محمدؐ کی ذات میں دولیت کر رکھی تھیں وہ دوسروں میں بہت کم پائی جاتی تھیں۔ آپؐ ایام طفولیت ہی سے بُت پرستی اور شرک کی دھڑکی دھڑکیوں سے مجتنب رہتے تھے۔ شراب خوری اور قمار بازی سے انہیں طبعی نفرت تھی۔ وہ ان جانوروں کا گوشت کھانے سے بھی محترز رہتے تھے جو بتوں کے سامنے ذبح کر کے ان کے نام بھینٹ چڑھائے جاتے تھے۔ آپؐ نے قبل نبوتؐ چالیس سال کی عمر میں دو دفعہ داستانِ گولی کی محفل میں شامل ہونے کا ارادہ کیا لیکن دونوں دفعہ ایسے واقعات پیش آ گئے کہ آپؐ ایسی بزم میں جس کا مقصد ساعتِ تیری کے سوا اور کچھ

نہ تھا شامل نہ ہو سکے۔ نزولِ وحی کے وقت آپ ایک پختہ کار اور کامیاب تاجر کی زندگی بسر کر رہے تھے جو لہو و لعب کے کاموں اور شرکین مکہ کی رسموں سے مجتنب رہتا تھا۔ مکہ شہر میں ان دنوں بت پرست، مشرک، کفار یعنی خدا کی ہستی کے منکر، عیسائی، یہودی، مجوسی، دہریئے، اور موحد یعنی خدائے بزرگ و برتر کو دَحْدَا لَا شَعْنَا لَكَ ماننے والے ہر مذہب اور ہر خیال کے لوگ موجود تھے۔ نبوت سے پہلے محمدؐ کا شمار ان آخر الذکر لوگوں کی فہرست میں کیا جاسکتا ہے جو من عقل و فکر کی بنا پر شرک و الحاد سے متنفر ہو کر خدا کی وحدانیت کا عرفان حاصل کر چکے تھے۔ عین اس حال میں جب کہ تمہ کی غالب اکثریت بتوں کو پوجتی، اُن کے نام کی تشریائیاں دیتی اور اُن کے آگے چڑھا دے چڑھاتی تھی۔ محمدؐ سب سے الگ ہو کر غارِ حرا میں جا بیٹھتے تھے کسی کسی دن کا کھانا اور پانی ساتھ لے جاتے اور شب و روز اس غار میں بیٹھ کر قدرتِ خداوندی کی کار فرمایوں کا سنات کی نیزگیوں، عالمِ ہست و بود حقیقتوں کو سمجھنے اور جاننے کے لئے تفکر و تدبیر میں مشغول رہتے تھے۔ گوشہٴ انزوا میں بیٹھ کر بلا واللہ کی یہ صورت بہت قدیم زمانے سے رائج چلی آرہی تھی۔ عرفانِ حق کے جویا اکثر ذکر و فکر کے لئے پہاڑوں کے غار آباد کرتے رہتے تھے جہاں کی پرسکون و پرسکھ فضا میں اُن کی وحیدانی اور روحانی کیفیات سے کوئی چیز مضر نہیں ہوتی۔ خالقِ حقیقی سے



رابطہ پیدا کرنے کے لئے محمدؐ برسوں سے حرا کے غار میں جایا کرتے تھے۔ آخر یہ رابطہ قائم ہوا اور پروردگارِ عالم و عالمیان نے رُوحِ اعظم جبرئیل امینؑ کو سرورِ کونین۔ فخرِ مدین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بآیاتِ اِثنا ہودا مہاتنا کی خدمتِ بابرکت میں بھیج کر پیغام دیا کہ اُٹھئے۔ کمرِ ہمت باندھئے اور نوبہِ انسانی کے سامنے دینِ الہی کو کامل و مکمل صورت میں پیش کر کے اُس کی طلبِ ذہبی اور نجاتِ اخروی کا وسیلہ بن جائیئے ۛ

یہ سرزمینِ عرب میں دعوتِ اسلام کی ابتدا تھی ۛ

---

## دعوتِ اسلام کی ابتدائی رفتار عزیزوں اور دوستوں سے تذکرہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر وحی الہی کے نزول کا نظارہ دیکھنے اور اس کی کیفیات سے لذت آشنا ہونے کے بعد غارِ حرا سے نکلے تو قدرتِ خداوندی کے جلال و جبروت سے بہت زیادہ اثر پذیر تھے۔ وہ ایک سہما ہرا دل لے کر گھر پہنچے جہاں انہوں نے اپنی چہیتی بیوی خدیجہؓ سے وہ سارا ماجرا بیان کیا جو ان پر غار میں گذر چکا تھا۔ خدیجہؓ کو تعجب ہوا وہ اپنے شوہر کو ساتھ لے کر مکہ کے ایک عالم و فاضل شخص ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو دیرِ سحی کے پیرو تھے۔ ورقہ عبرانی زبان کے ماہر تھے۔ تورات اور انجیل پر انہیں کافی عبور حاصل تھا۔ ورقہ نے غارِ حرا کی کیفیت کا حال سنا اور کہا کہ یہ مذہبی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ کی تصدیق کے بعد خدیجہؓ اپنے شوہر کے خدا کا رسول ہونے پر ایمان لے آئیں۔ خدیجہؓ اپنے شوہر کی ذاتی خوبیوں پر پہلے ہی ایمان لاکھیں تھیں اب وہ شرک سے تائب ہو کر مسلمان بن گئیں۔ خدیجہؓ کے بعد رسول اکرم

رصلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چہرے بھائی حضرت علیؓ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ اپنے محبت خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وحی کے نزول کی خوشخبری سنائی۔ وہ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ مسلم کی ظاہری اور باطنی کیفیات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اُن کے دل میں محمدؐ کی بات پر لمحہ بھر کے لئے شک کرنے کی گنجائش نہ تھی۔

## وحی الہی کا نزول

اب خدا کا فرشتہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت محمدؐ پر ظاہر ہو کر انہیں خدا کا کلام پہنچانے لگا۔ آپؐ فرشتے سے خدا کا کلام سنتے تھے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جلتے تھے۔ یہ کلام فرشتے کے غائب ہو جانے کے بعد انہیں ازبر ہو جاتا تھا آپؐ اس کلام کو اپنی رسات پر ایمان لانے والوں کو حفظ کرا دیتے تھے۔ حضرت محمدؐ خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ بچپن ہی سے انہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے کچھ وقت گزرنے کے بعد آپؐ اپنے پیروؤں میں سے خدا کا کلام قلمبند کرنے کے لئے کاتب مقرر کر دیئے۔ خدا کے اس کلام کو جو حضرت محمدؐ پر نازل ہو رہا تھا قرآن یعنی "پڑھنے کی چیز" کا نام دیا گیا۔ خود رسول کریمؐ اور ان کے متبعین قرآن کی آیات کی جو ان پر جستہ جستہ نازل ہو رہی تھیں بالالتزام تلاوت کیا کرتے تھے۔ کبھی وحی کے نزول میں تاخیر ہو جاتی تھی تو

محمدؐ سخت پڑمردہ خاطر ہو جایا کرتے تھے۔ اس اندیشے سے خائف ہو کر شاید خدا نے ذوالجلال نے وحی کے نزول کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے وہ حد سے زیادہ طول ہو جاتے تھے اور ان کا جی چاہنے لگتا تھا کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر زندگی کا خاتمہ کر لیں۔ آخر رب اکبر نے ایک پیغام کے ذریعے حضورؐ کے ان اندیشوں کو دور کر دیا۔ قرآن مجید کی سورہ "الفتح" خدا کے اسی پیغام کی حال ہے۔ جس نے آنحضرتؐ صلعم کو تاخیر وحی کے سبب سے پیدا ہونے والے اندیشوں سے نجات دلائی۔

## سابقون الاولون

شروع شروع میں دین اسلام کی دعوت پھیلانے کا یہ طریق اختیار کیا گیا کہ خاموشی سے چیدہ اور منتخب اشخاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی کے نزول کی اطلاع دی جاتی تھیں اور انہیں تسران یعنی خدا کے کلام کی نازل شدہ آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ مکہ کی سرشل زندگی میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے اور مکہ کے پنجابتی نظام میں خون کے دعووں کا فیصلہ کرنے کی خدمت پر مامور تھے۔ صدیق دو متمند بھی تھے جب اسلام لائے تو چالیس ہزار درہم سرمایہ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ بہت صائب الرائے۔ متین طبع اور پختہ کردار کے آدمی تھے اس لئے مکہ کے لوگ انہیں بہت عزت دیتے

احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان کا اسلام لانا دعوتِ اسلام کی تقویت کا باعث ثابت ہوا۔ ان کی کوششوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام سابقین الاولین کی ہرست میں شامل ہوئے۔ دعوتِ اسلام کا کام کچھ مدت اس خاموشی کے ساتھ جاری رہا۔ نماز ادا کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں چھپ کر نماز پڑھا کرتے۔ ایک دفعہ ابوطالب نے اپنے بھتیجے محمدؐ اور اپنے بیٹے علیؑ کو چھپ کر نماز پڑھتے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ رسول اکرمؐ نے جواب دیا کہ ہمارے دادا حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ یہی تھا۔ ابوطالب نے کہا کہ میں اسے اختیار تو نہیں کر سکتا لیکن تمہیں اسکی اجازت ہے۔ میں دیکھوں گا کہ کوئی شخص اس مسلک کے اختیار کرنے میں تمہارا مزاحم نہ ہو۔

## کامیابی کے اسباب

حضرت محمدؐ اور ان کے ابتدائی متبعین نے انفرادی طور پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کا کام جاری رکھا۔ آہستہ آہستہ محمدؐ کی رسالت پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ شہر میں ایک نئے رسولؐ کے ظہور اور نئے دین کی دعوت پر چرچا عام ہو گیا۔ لوگ آپس میں

چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ بعض اسلام کے معتقدات کو ٹھٹھوں میں اڑانے لگے۔ بعض اپنی فطرت سے مجبور ہو کر صریح مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ بعض طبعیتیں اس نئی تحریک کو جاننے اور سمجھنے کی طرف مائل ہونے لگیں۔ اس ابتدائی کامیابی کے اسباب یہ تھے کہ غور و فکر سے کام لینے والی بعض طبعیتیں ظہور اسلام سے پہلے ہی بہت پرستی اور شرک سے بیزار ہو چکی تھیں ایسے اشخاص کی رُو میں حق کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔ بعض افراد یہ سوچنے لگے تھے کہ اسمعیلؑ کی اولاد ابراہیمؑ کے صحیح دین سے منحرف ہو چکی ہے۔ وہ جاننا چاہتے تھے ابراہیمؑ کا حقیقی دین کیا تھا؟ ایسے طبائع نے جب خدا کے پیغمبر کی بعثت کا حال سنا تو اس کی دعوت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُسے اپنی رُوحوں کی تشنگی کو دور کرنے والا پیغام پا کر اسلام لے آئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو پیغمبر اسلام کی ذاتی سیرت کی خوبیوں کے بہت مداح تھے۔ اس لئے اُن کی پیش کردہ دعوت پر بلا تامل ایمان لے آئے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ محمدؐ پر نازل ہونے والے خدائی کلام کی اثر آفرینیاں فصاحت و بلاغت کے سمندر میں رہنے والوں پر جادو سے بڑھ کر کام کرتی تھیں۔ قرآن کا انداز بیان اور اس میں بیان کئے ہوئے مضامین و مطالبہ دلوں کی گہرائیوں میں اتر کر محمدؐ کی رسالت کا یقین لاتے تھے۔ اس لئے یہ الفاظ طبعیتوں نے اُسے جلد قبول کر لیا:

## اسلام کی دعوت کیا تھی؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہتے تھے کہ خدائے بزرگ برتر نے جس کا نام اللہ ہے مجھے اپنا نبی اور رسول بنا کر مہارے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے مامور کیا ہے۔ جو باتیں خدا کا فرشتہ جبرائیلؑ مجھے بتاتا ہے وہ میں بنی و عن مہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔ خدا کہتا ہے کہ کائنات ارضی و سماوی اور اس کے گونا گوں عالموں کا خالق۔ مالک اور پروردگار تہنہ وہی ہے۔ وہی قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کائنات کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ عبادت کے لائق صرف وہی ایک خدا ہے جس کی قدرت سب جاندار اور بے جان چیزوں پر محیط ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کو بندگی کے لائق سمجھنا۔ اس کی قدرت کا مد میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا۔ کسی اور طاقت کو اس کا مد مقابل سمجھنا۔ اور اس کی ذات کو انسانی صفات کا حامل گردانتا شدید گمراہی ہے۔

---

۱۵ اس عنوان کے ماتحت مناسب اجمال کے ساتھ اسلام کی دعوت کے موٹے موٹے خدوخال بیان کر دیئے گئے ہیں جو مقام کے تمام قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے مطالب کے حامل ہیں۔ اگر اس مضمون کو قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے شرح و بسط کے ساتھ لکھا جائے تو اس کے لئے ایک الگ ضخیم کتاب چاہیئے تھی :- مؤلف

کیونکہ وہ سب کا خالق ہے اور باقی جملہ اشیا ان کی کیفیت و ماہیت  
خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اس کی مخلوق اور اس کے احاطہ قدرت کے  
بس میں ہیں۔ نیکی و بدی۔ نور و ظلمت۔ اور جنناؤ سزا کا مالک ہی ہے۔  
انسان کی زندگی کا خاتمہ صرف موت پر پر نہیں ہو جاتا بلکہ ہر انسان کو  
دوبارہ زندہ ہونا اور حیاتِ ابدی کا مالک بننا ہے۔ قیامت یعنی از سر نو  
جی اٹھنے کے بعد یوم حساب آنے والا ہے جس میں ہر انسان کو اس کے  
اچھے اور بُرے اعمال جو اس نے دنیوی زندگی میں کئے دکھائے جائیں گے۔  
اور اس سے ان اعمال کا کڑا حساب لیا جائے گا۔ جو لوگ ایماندار  
ہوں گے اور اس زندگی میں ہدایت کی سیدھی راہ پر جو میں تمہیں  
بتا رہا ہوں چلیں گے سو آخرت کی جاودانی زندگی میں آرام پائیں گے۔  
بہشت میں رکھے جائیں گے جہاں انسان کی جسمانی اور روحانی خواہشوں  
کی تسکین کے جملہ سامان مہیا ہوں گے۔ جو لوگ خدائے واحد کی  
ہستی پر ایمان نہیں لائیں گے یا اس کے ساتھ دوسروں کو عبادت و قدرت  
میں شریک ٹھہرائیں گے وہ اس دنیا میں ٹیڑھی راہ پر چلنے والے  
لوگ ہوں گے وہ منزلِ مقصود کو نہیں پائیں گے اور آخرت کی زندگی  
میں جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے جس کی جسمانی اور روحانی  
اذیتوں میں وہ ابد الابد تک جلتے رہیں گے۔

اسلام کی دعوت کے بنیادی عقاید یہ تھے جن کی تلقین  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے سامنے کی۔ اور جن کو



ماننے پر سرآن کی آیتوں میں یعنی خدا نے اس کلام میں جو محمدؐ پر فرشتے کے ذریعے نازل ہوتا تھا نئے نئے موثر پیرایوں میں زور دیا گیا اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت محمدؐ سے پہلے مختلف ادوار میں خدا کے جو پیغمبر و قسا وقتاً مبعوث ہوتے رہے ہیں ان سب کی تعلیم یہی تھی۔ جن قوموں نے اپنے وقت کے نبی اور رسول کو پہچان اور مان لیا انہوں نے اس دنیا کی زندگی میں بھی فلاح حاصل کر لی۔ اور آخرت کی زندگی میں بھی فوز و فلاح پانے کی حق وار بن گئیں لیکن جن قوموں نے خدا کے رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی بات نہ مانی ان پر اس دنیا کی زندگی میں بھی خدا کی عذاب نازل ہوئے اور وہ آخرت کی زندگی میں بھی خائب و خاسر رہیں گی۔

اسلام کی یہ دعوت اس وقت کے تمام مروجہ ادیان اور ملکہ عقاید کے لئے ایک کھلا چیلنج تھی۔ اس میں بت پرستوں کے عقیدے اور مسلک پر یہ کہہ کر حملہ کیا گیا تھا کہ تم پتھر کی بے جان مورتیوں کے سامنے سر جھکاتے ہو اور ایسی مہتیوں سے دعا اور استمداد کرتے ہو جو تمہاری طرح اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں تم اپنے خیالی دیوتاؤں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اور انہیں پرستش اور عبادت کے حق دار سمجھتے ہو۔ مہلک یہ طریقہ کھل ہوئی مگر اسی میں جو نہیں اس دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر کے رہیں گے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا کر دیں گے مگر اور عرب کے مشرک بت پرست

خدا کی ہستی کے ٹھنڈے تھے وہ ایک قادر مطلق ہستی کے جیسے وہ ہلے  
 اور اللہ کے نام سے موسوم کرتے تھے قائل تھے ۔ دوسری مشرک قوموں  
 کی طرح اُن کے مفکر لوگ کہتے تھے کہ یہ دیوتا جن کی ہم پرستش کرتے  
 ہیں اللہ کی قدرتِ کاملہ میں شریک ہیں اور اُس کی مرضی پر اثر انداز  
 اور اس کے کاموں میں دخیل ہو سکتے ہیں اور یہ جو بُت ہیں وہ عین  
 معبود نہیں جبکہ قدرت و طاقت والے دیوتاؤں کی تمثیل ہیں جن کے  
 سامنے مہربیاں جھکانا ۔ چڑھانے چڑھانا اور قربانیاں دینا ۔ دیوتاؤں  
 کی خوشنودی حاصل کرنا ہے ۔ مکہ والوں نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ  
 بُت لگا رکھے تھے سب سے بڑا بُت ہبل تھا جو کعبہ کی چھت پر  
 نصب کیا گیا تھا ۔ عزیٰ ۔ لات اور منات کے بُت بھی تھے ۔ منات کا  
 بُت مدینہ کے قریب قدیر کے مقام پر ساحل بحر پر نصب تھا +  
 ان کے علاوہ ہر قبیلہ نے اپنے اپنے بُت بنا رکھے تھے ۔ مکہ کے  
 مشرک خدائے بزرگ و برتر کی ہستی کے قائل تھے لیکن اس کے باوجود انہیں  
 اسلام کی دعوت ناگوار گزری کیونکہ وہ ان دیوتاؤں اور بُتوں کا دامن  
 نہیں چھوڑنا چاہتے تھے جن سے وہ اور اُن کے باواجداد نامعلوم  
 اوقات سے مُرادیں مانگتے اور استمداد کرتے چلے آ رہے تھے ۔  
 اسلام کی دعوت نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مروج الوقت  
 عقائد کی تکذیب کی ۔ یہود سے اُس نے کہا کہ تم جو خدا کو محض یہودیوں  
 کا پروردگار خیال کئے بیٹھے ہو کہ صرف یہود خدائی انعاموں کے

مستحق ہیں اور آخرت میں محض یہود ہونے کی وجہ سے نجات پا جائیں گے  
یہ تمہاری فلسفی ہے وہ رب العالمین ہے اور اپنے تمام بندوں پر  
یکساں طور پر مہربان ہے تمام قوم اپنی پیہم نافرمانیوں کے باعث  
اللہ کی منسوب ہو چکی ہے جس پر خود تمہارے مذہبی زشتے شاید و  
مال ہیں۔ تم خدا کے نبیوں کا انکار کرتے رہے ہو بلکہ تمہارے  
آباء و اجداد انہیں قتل کر دیتے رہے ہیں۔ تم عزیز کو خدا کا بیٹا  
کہتے ہو۔ حالانکہ خدا کی ذات باپ اور بیٹے۔ بیوی اور اولاد کے  
علیٰ الق سے بے نیاز ہے۔ عیسائیوں کو اسلام کی دعوت نے یہ کہا  
کہ تم جو مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا مان رہے ہو۔ روح القدس کو  
خدا کے قادر و قیوم کی تخلیق مہستی کا ایک جزو لاینفک گردانتے ہو۔  
کنواری مریم کو خدا کی بیوی قرار دے رہے ہو یہ سب غلط ہے خدا  
وعدہ لا شریک لہ کی شان ایسی آلودگیوں سے یکسر متبرک ہے۔ حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھی کہ وہ خدا  
کے رسولوں میں سے ایک تھے۔ اور دوسرے نبیوں کی طرح یہودیوں کی  
اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے۔ عیسائیوں سے اسلام کی دعوت نے  
یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ مصلوب نہیں ہوئے لہذا تمہارا یہ عقیدہ  
جس کو مسیاد بنا کر تم نے دین مسیح کی عمارت کھڑی کر رکھی ہے سراسر  
باطل ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب پر جان دے کر تمہارے اگلے  
پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اور تمہیں اس دنیا میں رنگ لیاں

منانے کی کھل چھٹی دے دی۔ یہود اور نصاریٰ کے لئے اسلام کی دعوت پر ایمان لانا مشرکوں اور کافروں کی بنسبت زیادہ سہل تھا کیونکہ وہ اپنی مقدس کتابوں تورات اور انجیل کی بدلت خدا کی وحدانیت اور نبیوں کی رسالت کے حقائق سے آگاہ تھے اس کے علاوہ ان مقدس کتابوں میں ایک جلیل القدر رسول مبعوث ہونے کی پیش گوئیاں بھی موجود تھیں لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی اسلام کی دعوت ناگوار گزری وہ بھی مشرکوں کی طرح اپنے قائم شدہ عقیدوں سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔

ندشتی دین کے پیرو بزدان کے مقابلے میں اہرمین کو برابر طاقت و قدرت کا مالک تصور کرتے تھے۔ اسلام کی دعوت نے اس خیال کو بھی باطل قرار دیا اور بتایا کہ ابلیس کو محض ایک مقررہ میلہ کے لئے خرچ پیلانے اور انسانوں کو گمراہ کرنے کی چھٹی دی گئی ہے جو نیکی کی راہ اختیار کرنے والے مسیح الایمان بندوں پر قابو نہیں پاسکتا۔ ابلیس یا اہرمین بھی دوسری مخلوق کی طرح قدرت الہی کے بس میں ہے بذات خود وہ کسی قدرت اور طاقت کا مالک نہیں۔

مجوسیوں کو جو چاند۔ سورج۔ ستاروں اور ہجر کے دوسرے مظاہر کی پرستش کرتے تھے اسلام نے یہ کہہ کر کھڑکھڑایا کہ یہ سب اشیا اور مظاہر اللہ نے انسان کی بہبود کے لئے پیدا کئے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ ان کی پرستش کی جائے۔ وہ تو قدرت خداوندی کے قارون

کے غلام ہیں بذاتِ خود انسان کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے ۔

کافروں اور دہریوں کو اسلام نے یہ بتایا کہ کائنات کے نظام کی بنیاد علی - اور ہر نفس میں قانونِ ربوبیت کا عمل جاری ان کا افسوس اور آفاق کی جملہ موجودات - پھر ان سب کی ایک معین مقصد کے ماتحت تخلیق و ترقی - یہ سب باتیں غور و فکر - اور عقل و ہوش سے کام لینے والوں کو جت رہی ہیں کہ اس سارے نظام کے پیچھے ایک خدائے قادر و قیوم کی ہستی کا راز ہے ۔

یہ حق اسلام کی دعوت جس نے مکہ شہر کے گھر گھر میں نئے چرچے اور نئی بحثیں پیدا کر دیں ہر شخص اپنی جدوجہد لگا کر اسے نئی دینی تحریک کے بارے میں کیا روش اختیار کرنی چاہیے ۔

## مخالفت کے طوفان داعی حق کو اذیتیں

شروع شروع میں قریش مکہ کے بااثر لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اور انفرادی تبلیغی سرگرمیوں کو چنداں قابلِ اعتنا خیال نہ کیا وہ ان سرگرمیوں کا حال سنتے تھے اور اپنی محفلوں میں نئے دین کی اس دعوت کا استہزا کیا کرتے تھے ۔ وہ کہتے تھے کہ

محمدؐ کو جنوں کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ ایک نیا دین ایجاد کرنے کی فکر میں جان ہلکان کر رہا ہے۔ جب اُن کے سامنے کلام الہی یعنی قرآن کی آیتوں کی غیر معمولی اثر آفرینیوں کا ذکر آتا تو وہ یہ کہہ کر بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے کہ محمدؐ بھی دوسرے شاعروں کی طرح ایک شاعر ہے جو اپنے کلام میں جادو کی تاثیر بھرتا ہے۔ جب وہ یہ سنتے کہ جو لوگ اس کے پیرو بن رہے ہیں وہ دل و جان سے اس کے مطیع اور شیدا بن گئے ہیں تو جواب دیتے کہ محمدؐ ایک ساحر ہے جو اپنے جادو کے بل پر دوسروں کے دل مسح کر لیتا ہے۔ غرض ابتدا میں مشرکین قریش نے تبلیغ حق کے مقابلے کے لئے عمر حضرت کی اصطلاح میں ہر وہیگنڈے کا حربہ اختیار کیا۔ اور محمدؐ کو ساحر۔ شاعر اور مجنوں ظاہر کر کے دعوتِ اسلام کی اہمیت کو زائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ محمدؐ کے خلاف اُن کا پروہیگنڈا چنداں بار آور ثابت نہیں ہوتا تو وہ پیغمبرِ اسلام کی ایذا رسانی کے درپے ہونے لگے۔ وہ محمدؐ کی راہ میں کانٹے بکھر دیتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت ان کے جسم پر نجاست ٹال دیتے تھے۔ گالیاں دیتے تھے۔ آوازے کستے تھے۔ ایک شخص عقبہ بن وحیط نامی نے ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کہ وہ حرمِ کعبہ میں سر بسجود تھے اُذیت کی اوجھ لاد دی اور حضورؐ کے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑے۔ داعی حق کی اس ایذا رسانی

میں محمدؐ کا چچا ابولہب اور ان کی چچی یعنی ابولہب کی بیوی سب سے پیش پیش تھے۔ یہ دونوں سائے کی طرح اُن کے پیچھے لگے رہتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ اس پاگل

کی بات نہ سننا۔ ابولہب کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بکھیرنے کی بہت ماہر تھی ان دونوں کو اس ایذا رسانی کا صلہ یہ ملا کہ قرآن پاک کی ایک سورت ان دونوں کی شان میں نازل ہوئی جس میں اُن کے انجام بد کی پیشگوئی کی گئی + قریش کے دوسرے سرداروں میں جو اس مخالفت میں نمایاں حصہ لے رہے تھے ایک لید بن مغیرہ تھا جو سائے قریش کا رئیس اعظم سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا ابوسفیان تھا جو خاندان بنو امیہ کا سردار تھا۔ تیسرا ابو جہل راصلی کنیت ابو الحکم تھا جو ولید کا بھتیجا تھا اور خود بھی بہت با اثر آدمی تھا۔ اُس نے مکہ کے ایک شخص اُخس بن ثریق سے کہا تھا: ”ہم اور بنو عبد مناف (آل ہاشم) ہمیشہ ایک دوسرے کے حریف رہے ہیں۔ اُنہوں نے مہمان داریاں کیں۔ تو ہم نے بھی کیں۔ اُنہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی دیئے۔ اُنہوں نے فیاصلیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر کیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے اُن کے کا ندھے سے کا ندھا ملا دیا تو بنو ہاشم اب پیغمبری کے دعوے دار بن رہے ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔“

مشرکین مکہ کی ان سرگرمیوں کے باوجود محمدؐ کی تبلیغی کوششوں

میں کوئی فرق نہ آیا وہ ہر قسم کے استہزا اور ہر نوع کی ایذا رسانی کو باوقار صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے اپنا کام جاری رکھا اور لوگ آہستہ آہستہ مومنین کے زمرے میں شامل ہوتے چلے گئے۔ رؤسائے مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ٹولی ترقی پذیر ہے اور ایک اڈا دکا کر کے لوگ اسلام کی دعوت قبول کرتے چلے جا رہے ہیں تو انہیں یہ فکر لاحق ہونے لگی کہ اگر یہ دین چل نکلا تو قریش کے اس اثر و اقتدار کو سخت دھکا لگے گا جو انہیں بت کدہ کعبہ کے پجاری اور متولی ہونے کے باعث حاصل ہے۔ اور خود شہر کے اندر ان کی ذاتی وجاہت جو قریش کے رئیس ہونے کے اعتبار سے انہیں حاصل ہے خطرے میں پڑ جائے گی۔ اب انہوں نے پیغمبر کو اذیتیں دینے کے لئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ان کا خیال تھا کہ محمدؐ ان ایذاؤں سے تنگ آکر خود ہی دعوت اسلام سے کنارہ کش ہو جائیں گے لیکن لوہہ محمدؐ کو خدا کی طرف سے پیغام پر پیغام چلا آرہا تھا کہ کمزرت باندھ کر تبلیغ حق کا فرض ادا کئے جاؤ۔ اور مخالفین کی پروا نہ کرو۔ یہ سب آخر کار آپ سے آپ خائب و خاسر ہو کر رہ جائیں گے۔

سورۃ الفلم میں جو سورۃ علی کے بعد نازل ہوئی آتا ہے۔ قَاصِبٌ لِّحَکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَلْکُنْ کَمَصَاحِبِ النُّعُوتِ، اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَکْظُوْمٌ ۝۱۰ پھر

اپنے پیر و کار کے حکم کے لئے صبر سے کام لے اور پھیلی ۱۰ لے (حضرت رسولؐ کی طرح) (بقیہ صفحہ ۶۳ پر)



## قریش اور بنو ہاشم کو کھلی دعوت

رسول خدا کی بعثت کے بعد تین سال تک یہی کیفیت جاری رہی اب انہیں خدا کی طرف سے اپنے اقربا کو غضب الہی سے ڈرانے اور کلمہ کھلا دین حق کی تبلیغ کرنے کا حکم مل گیا۔ یہ حکم پا کر آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر ”یا معشر القریش“ کا نعرہ بلند کیا۔ قریش کا دستور تھا کہ ان کے فریادی جنہیں ساری قوم سے کچھ کہنا ہوتا تھا اس پہاڑ پر پڑھ کر پکارتے تھے۔ حسب دستور محمد کی پکار سن کر لوگ کوہ صفا کے دامن میں حُجَّع ہو گئے۔ آپ نے ان سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے کوئی لشکر حملہ کے لئے آ رہا ہے تو کیا تم مان لو گے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سے سچ بولتے دیکھا اور سنا ہے کیوں نہ مانیں گے؟“ یہ جواب پا کر حضور نے کہا کہ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم خدا سے وعدہ لاؤ لاشریک لہ پر ایمان لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہو گا“ محمد کی زبان سے غیر متوقع بات

بقیہ ماشیہ صفحہ ۶۲ - زین جب کہ اس نے پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا

شکوہ منزل میں جو قسم کے بعد نازل ہوئی مذکور ہے:-

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَفْعُلُونَ ۚ وَاجْعَلْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۚ (صبر کر ان باتوں پر جو وہ کہہ رہے ہیں اور ان سے الگ تھلگ رہ جو بیعتی کے ساتھ الگ تھلگ رہنا)

سُن کر قریش مکہ سخت برہم ہوئے اور پیغمبر خداؐ پر آواز سے کہتے ہوئے  
واپس چلے گئے۔

اس کے بعد آپؐ نے علیؓ سے کہا کہ خاندانِ بنو ہاشم کے تمام ارکان کو  
دعوتِ ضیافت پر بلاؤ علیؓ نے حکم کی تعمیل کی کھانے سے فارغ ہو کر  
آپؐ کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے افرادِ خاندان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں  
ایسی چیز لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بارگرا  
کو اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ اس دعوت میں حضورؐ کے چچا ابوطالب  
حمزہؓ اور عباسؓ بھی شامل تھے لیکن سب چپ رہے صرف علیؓ نے  
کھڑے ہو کر کہا: گو میری آنکھیں آئی ہوئی ہیں۔ میری ٹانگیں ہتلی ہیں اور  
میں خاندان میں سب سے زیادہ نو عمر ہوں لیکن میں آپؐ کا ساتھ  
دوں گا۔

خاندان کے بزرگ اس سیزدہ سالہ بچے کی جرأت و ہمت پر متبسم  
ہوئے اور کسی نے محمدؐ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

## حرمِ کعبہ میں سہنگامہ

بعثت کے چوتھے سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروؤں کو  
لے کر حین کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی حرمِ کعبہ میں داخل ہوئے تاکہ  
وہاں خدائے بزرگ و برتر کے واحد و بے شریک ہونے کا اعلان کریں۔  
حرم میں پہنچ کر آپؐ نے خدا کے ایک ہونے کا اعلان کیا۔ متبعین نے

بلند آواز سے اس علان کی تصدیق کی اور پکار اٹھے کہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں محمد خدا کے رسول ہیں ۴ مشرکین مکہ مسلمانوں کی مختصر سی جمعیت کی یہ جرات دیکھ کر بڑک اٹھے۔ چاروں طرف سے تلواریں سونت کر مسلمانوں پہلے پڑے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حضور کے ربیب حادث بن فابی مالہ گھر میں تھے انہیں اس بلوے کی اطلاع ملی تو دوڑتے ہوئے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی کوشش میں کسی مشرک کی تلوار کا وار کاہا کہ گر پڑے اور شبیہ ہو گئے۔ یہ جنگ حق محض بلو اتھا مشرکین کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر کسی کے ساتھ سے کوئی مسلمان مارا گیا تو اس کا سارا خاندان بگڑ جائے گا۔ اس جمعیت میں مکہ کے متعدد خاندانوں کے افراد شامل تھے۔ اس لئے اگر بات بڑھ جاتی تو شہر مکہ کے خاندانوں میں زبردست جنگ شروع ہو جاتی۔ اس لئے محض ہنگامہ برپا کرنے کے بعد بلوائی منتشر ہو گئے مسلمان ابھی اعلائے کلمۃ الحق کر کے اور ایک مسلمان کے خون سے حرم کی زمین کو لالہ زار بن کر واپس آ گئے ۵

## ترہیب و ترغیب

اس ہنگامے کے بعد مشرکین مکہ کے اثر و اقتدار والے لوگ اسلام کی طرحتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے زبردست خطرہ محسوس کرنے لگے اور گورنری سنجیدگی کے ساتھ اس کے انہاد کی تدبیریں سوچنے لگے

اب تک وہ جو کچھ کرتے رہے۔ یکسر ناکام ثابت ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ محمدؐ ہر طرح کی سختیاں جھیلنے میں تیار تھے لیکن خدا کے دین کی تبلیغ سے باز نہ آتے تھے۔ باہمی مشورت کے بعد قریش کے چند سرکردہ اشخاص محمدؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے۔ اور ان سے شکایت کی کہ آپؐ کا بھتیجا لوگوں کو ان کے آبائی دین سے منحرف کر رہا ہے۔ ابوطالب نے انہیں نرمی سے سمجھا بھگا کر رخصت کر دیا۔ ابوطالب نے کہا کہ ہر شخص اپنا مسلک اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ قریش میں عیسائی۔ مجوسی۔ زرتشتی دہریئے۔ احناف (یعنی اپنی عقل سے حضرت ابراہیمؑ کے دین پر چلنے والے) ہر خیال اور ہر عقیدہ کے لوگ موجود ہیں۔ اگر محمدؐ اپنا الگ مسلک اختیار کر رہا ہے تو ہمیں اور آپؐ کو اس کے کام سے تعرض نہ کرنا چاہیے یہ سفارت واپس ہو گئی تو مکہ کے چیدہ چیدہ اشخاص جن میں عتبہ بن ربیعہ۔ ثعلبہ۔ ابوسفیان۔ عاص بن ہشام۔ ابو جہل۔ ولید بن مغیرہ اور عاص بن دؤل وغیرہ سب شریک تھے۔ وفد بنا کر ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ ہمیں اتنی قناعت دیتا ہے؟ یہ سب باتیں ہمیں سخت ناگوار ہیں اس لئے تم اسے اس کام سے باز رکھو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو تم اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دو ہم خود نبٹ لیں گے؟ ابوطالب نے اس وفد کو بھی وہی

جواب دیا جو پہل سفارت کو دے چکے تھے۔ رؤسائے قریش اپنا سامنہ لے کر واپس آگئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اگر ہمس نے محمد کو قتل کر دیا تو بنو ہاشم ضرور انتقام لینے پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔ وفد کے لوٹنے کے بعد ابوطالب نے محمدؐ کو اپنے پاس بلایا اور رؤسائے قریش کی سفارت کا حال بیان کر کے کہا: "بیٹا! میرے اوپر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اسے اٹھا بھی نہ سکوں" محمدؐ چپا کے یہ الفاظ سن کر آبدیدہ ہو گئے آپؐ نے کہا: "خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں اپنے اس فرض کی بجا آوری سے باز نہ آؤں گا۔ خدا اس کام کو پورا کر کے رہے گا یا میں اس پر اپنی جان قربان کر دوں گا" بھتیجے کا یہ عزم بلند دیکھ کر ابوطالب بھی جوش میں آگئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ: "اپنا کام کئے جا کوئی شخص تیرا بال تک بیکانہ کر پائے گا"

ابوطالب سے یہ جواب پانے اور بنو ہاشم کی آنکھیں دیکھنے کے بعد رؤسائے قریش نے ایک شخص عتبہ بن ربیعہ کو محمدؐ کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ محمدؐ! اس تحریک کو اٹھانے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ کیا تم مکہ کا رئیس بننا چاہتے ہو۔ اگر یہ بات ہے تو تم اس نئے دین سے باز آ جاؤ ہم تمہیں اتفاق رائے سے اپنا بادشاہ بنالیں گے۔ اگر تم کسی بڑے گھرانے میں شادی کرانے کے خواہش مند ہو تو جہاں تم انگل رکھو وہیں اس کا انتظام

کئے دیتے ہیں۔ اگر تم دولت کے انبار چاہتے ہو تو ہم ابھی فراہم  
کئے دیتے ہیں۔

عتبہ کی یہ باتیں سنکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف  
سے تو کچھ جواب دیا لیکن سہران کریم کی چند باتیں پڑھ دیں جن میں  
دو یہ تھیں :-

قَدْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُدْعَى اِلَيَّ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ مَعَالَهُ  
تَوَاجِدُ فَاسْتَقِمْ وَاِلَيْهِ دَاخِلُكُمْ فَتُخْرَجُونَ ۝

(اے محمد کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ مجھے وحی  
آئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک خدا ہے پس سیدھے اُس کی  
طرف جاؤ اور اُس سے معافی مانگو۔)

قُلْ مَا اَسْأَلُكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ  
وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَشْدَادًا ۚ اذِلْكَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (رحمہ اللہ)  
(کہہ دے کہ تم لوگ اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو  
دو دنوں میں پیدا کیا اور تم اس کے شریک بناتے ہو۔ وہ تو سارے  
جانوں کا پروردگار ہے۔)

عتبہ نے واپس جا کر دوسائے قریش سے کہا کہ محمد جو کلام سناتے  
ہیں وہ شاعری نہیں کچھ اور ہے بہتر ہے کہ ہم اس کے کام سے تعریف  
نہ کریں۔ اگر وہ سچے ہیں تو اُن کی کامیابی میں سارے عرب کی عزت ہے۔  
اگر وہ سچی پر نہیں تو عرب انہیں خود فنا کر دے گا۔ دوسائے قریش

کو عتبہ کا یہ مشورہ پسند نہ آیا اور وہ دین اسلام کو محو کرنے کی اور تدبیریں سوچنے لگے۔

## مسلمانوں پر ظلم و تشدد

ان واقعات سے پہلے مکہ کے بُست بہرست صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی ایذا میں پہنچا کر تنگ کیا کرتے تھے۔ اب انہوں نے ان لوگوں کو ایذا میں پہنچانے پر کمر ہمت باندھی جو اسلام کی دعوت پر لبیک کہہ کر مسلمان ہو چکے تھے۔ تاکہ یہ لوگ تنگ آ کر محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دیں اور ان کی تحریک ناکام رہ جائے مکہ کے آزاد شہریوں کو تو وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ کنبوں اور قبیلوں والے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر کسی دوسرے قبیلے کے شخص نے اُن میں سے کسی پر ہاتھ اٹھایا تو دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ ٹھن جائیگی لہذا انہوں نے پہلے غلام پیشہ اور بے کس مسلمانوں پر جبر و تشدد کرنے کی مہم شروع کی۔ انہیں اپنے غلاموں اور اپنی کنیزوں پر پتھر پٹورا سوتے حاصل تھا۔ اس لئے جن غلاموں اور کنیزوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ اُن کے آقا انہیں شدید بدنی سزاؤں دیتے تھے۔ تازیانے لگاتے۔ انہیں عرب کی چیللاتی ہوئی دھوپ میں گرم گرم ریت پر لٹا کر اُن کی چھاتیوں پر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ لوہے کو سُرخ کر کے اُن کے بدنوں کو داغ دیتے انہیں

پانی میں غوطہ دیتے غرض ہر طریق سے انہیں ایذا دے کر اس بات پر مجبور کرتے کہ وہ خدا کے ایک اور محمد کے رسول برحق ہونے کے اقرار و اعلان سے توبہ کر لیں۔ بلال رضی اللہ عنہ۔ عمار رضی اللہ عنہ۔ صہیب رضی اللہ عنہ۔ خباب رضی اللہ عنہ۔ یا سیر رضی اللہ عنہ۔ ابولکھیزہ رضی اللہ عنہ۔ جلیل القدر ہستیوں کو محض غلامی کی حالت میں اسلام قبول کر لینے کی بنا پر ان امتحانوں میں سے گزرنا پڑا۔ ستمیہ رضی اللہ عنہ والدہ عمار رضی اللہ عنہ کو ابوجہل نے برہمی مار کر ہلاک کر دیا۔ لبنہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ۔ عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کنیزیں تھیں جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ انہیں اس بے دردی کے ساتھ بے تحاشا مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔

نہدیہ رضی اللہ عنہ اور ام عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی کنیزیں تھیں جنہیں اسلام لانے کی پاداش میں سخت شہید جھیلنے پڑے۔ ان لوگوں میں سے اکثر کی جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچائی کہ انہیں ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔

غلاموں اور کنیزوں کے علاوہ ایسے لوگ بھی قریش کی ستم رانیوں کا تختہ مشق بنے رہتے تھے جو پردیسی تھے اور مکہ میں آکر مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اس فہرست میں ابوذر غفاری کا نام بہت نمایاں ہے جنہیں کفار نے حرم میں مار مار کر ادا ہوا کر دیا۔

خدا کی راہ میں ایسی ایذائیں جھیلنے والوں کی ایک تیسری فہرست تھی۔ یہ وہ قریش تھے جن کے رشتہ دار بزرگ انہیں اسلام لانے کی پاداش میں سخت سزائیں دیتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ ابن عفان کو ان کے چچا



چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں چڑھایا۔ سعید بن زید کو ان کے چچیرے بھائی عمر نے رسیوں سے باندھ دیا۔ محمدؐ کی رسالت پر ایمان لالے والوں نے یہ تمام سختیاں صبر و تحمل کے ساتھ خذہ پشانی سے برداشت کیں ان میں سے کسی کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے امتحان کے پہلے ہی موقع پر ان کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا تھا لیکن جن لوگوں کے قلوب محمدؐ کی محبت کے لئے سے سرشار ہو چکے تھے انہیں مخالفوں کا ترشش سے ترش سلوک بھی اعترافِ حق سے مخوف نہ کر سکا۔ قریش مکہ نے اپنے برابر کا درجہ رکھنے والے مسلمانوں پر بھی مجلسی مقاطعہ اور معاملات میں پسو کی وغیرہ کے حربوں سے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ کافروں اور مشرکوں نے شاید یہی یہ مہم شروع کی تو خدا نے اپنے رسولِ مقبولؐ پر حسبِ ذیل سورت نازل کر کے ان کے سامنے ایک دوسرے کے مسلک سے تعرض نہ کرنے کی پیشکش رکھی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ  
عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ  
مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ دِينِي دِينَ الْكَافِرُونَ

رکھو کہ اے خدا کی ہستی کا انکار کرنے والو! میں اس کی بندگی نہیں کرتا جیسے تم پوجتے ہو اور نہ تم اس کی پرستش کرتے ہو جس کی میں

عبادت کر رہا ہوں۔ نہ میں اس کا تجارتی بن سکتا ہوں جس کی بندگی  
تم نے کی اور نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔  
تمہارے لئے تمہارا دین۔ میرے لئے میرا دین (

چاہیے تھا کہ اس پیشکش کے بعد کفار اور مشرک اپنی راہ لیتے  
اور مسلمانوں کو اپنے دین کی پیروی کرنے پر آزاد چھوڑ دیتے لیکن انہوں  
نے ایسا نہ کیا۔ انہوں نے محمدؐ کے دستِ صلح کو جو انہوں نے خدا کے  
محکم سے عدم تعرض کے اصول کی بنا پر مشرکوں کی طرف بڑھایا تھا مسترد  
کر دیا اور دین اسلام کو صفحہ ہستی سے محو کرنے کے لئے اپنی کوششیں  
جاری رکھیں + کفار کو قرآن پاک کی آیات سے خاص چڑھتی وہ اس  
بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی مسلمان بلند آواز سے قرآنی  
پڑھے جب کسی مسلمان کو قرآن پڑھتا سُن پاتے تھے تو فوراً اُس پر  
حملہ کر دیتے تھے۔ یا وہاں سے خود ٹل جاتے تھے۔

## جشنہ کی طرف ہجرت

۶۱۵ھ

مکہ میں مشرکوں کی ایذا رسانیوں کے باعث جب مسلمانوں پر عرصہ  
حیات تنگ ہونے لگا تو پیغمبر خداؐ نے اپنے جاں نثاروں کو  
ہدایت کی کہ جو لوگ چاہیں مکہ کی سکونت کو خیر باد کہہ کر جشنہ کے

ملک میں چلے جائیں جس کا بادشاہ اسمعٰلی ایک عیسائی تھا۔ عرب  
 لوگ حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ حبش کا یہ شاہی خاندان حضرت  
 سلیمانؑ اور ملکہ سبا کی نسل سے تھا جو کوئی آٹھ سو سال ق۔ م کے  
 وقت سے اس ملک پر حکمرانی کرتا چلا آ رہا تھا۔ حبش میں دین مسیحی  
 کو تیسری چوتھی صدی مسیحی میں فروغ حاصل ہوا۔ حضورؐ کی اجازت سے  
 پہلے پہل گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ قریش کے  
 آدمی بندرگاہ مکہؐ ان کے تعاقب میں آئے لیکن یہ لوگ جہاز پر سوار  
 ہو چکے تھے۔ اس قافلے کے بعد اور مسلمان بھی اکاؤٹا کر کے مکہ کو  
 چھوڑ کر حبش کی طرف جاتے رہے۔ چند ماہ میں ان کی تعداد ۸۲ تک  
 پہنچ گئی۔ مسلمان حبش میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مکہ کے  
 مشرک۔ حاجب بھی حبش کے ساتھ آمد و رفت رکھتے تھے انہیں مسلمانوں  
 کا یوں چین سے بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے نجاشی  
 کی خدمت میں وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ نجاشی کو مسلمانوں کی طرف  
 سے بدظن کرنے کی کوشش کی جائے۔ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو  
 ابن العاص اس کام پر مامور ہوئے انہوں نے حبش پہنچ کر بادشاہ کے  
 درباریوں کو سوغاتیں دیں۔ پادریوں سے ساز باز کی۔ اور بادشاہ  
 کے دربار میں پیش ہو کر گزارش کی کہ ہمارے شہر کے کچھ مجرم آپ  
 کے اہل پناہ گزیں ہیں وہ ایک نئے مذہب کے پیرو ہیں جو بت  
 پرستی اور عیسائیت دونوں کو باطل قرار دیتا ہے۔ مکہ کے سردار

آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان مجسموں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور ان سے حقیقت حال دریافت کی مسلمانوں کی طرف سے حضرت عسلٰ کے بھائی جعفرؓ نے بادشاہ کے سامنے بھرے دربار میں تقریر کی اور بتایا کہ ہم بلاشبہ اپنے میں کے ایک صادق دیانتدار اور شریف شخص کی تلقین سے جو خدا کا پیغمبر ہے دین اسلام قبول کر چکے ہیں اور مہتوں کی پرستش سے ممنہ موڑ چکے ہیں۔ ہمارے نبی نے ہمیں مہتوں سے بچنے اور نیکیوں کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ محض ایسا کرنے پر ہمارے قوم کے لوگ ہمارے دشمن بن گئے ہیں اور ہمیں پسرگمراہ کرنے کے لئے ہم پر جبر کرنا چاہتے ہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے قرآن پاک کی آیتیں سنیں۔ اس کے قلب پر رقت طاری ہو گئی۔ اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہونے لگیں۔ جب اسے سورہ مریم کی وہ آیات سنائی گئیں جن میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش، زندگی، پیغمبری اور ان کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کا بیان آیا ہے تو نجاشی نے کہا کہ قرآن فی الواقعہ خدا کا کلام ہے خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ اس سے ایک تینکا زیادہ درجہ نہ رکھتے تھے۔ جو قرآن کی آیتوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔

نجاشی نے رسالت قریش کی سفارت کی درخواست نامنظر کر دی۔ مسلمان مہاجرین اور انہیں سے حبش میں رہنے پہنے لگے۔ حبش کی

طرف پہلی ہجرت رسول اکرم کی بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں پیش آئی۔

## حزۃ اور عمرہ کا اسلام لانا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا چھٹا سال تھا۔ کہ قبیلہ قریش کے دو بہادر رتن حلفۃ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ تھے۔ جنہیں ہم عمر اور رضاعی بھائی ہونے کے باعث محمدؐ سے بہت محبت تھی۔ حمزہؓ سپاہیانہ منش کے آدمی تھے دن بھر شہر سے باہر جا کر شکار و تفریح میں مصروف رہتے۔ شام کے وقت واپس آکر خانہ کعبہ کا لواف کرتے اور صحن حرم کی مجلسوں میں بیٹھ کر وقت گزارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابو جہل پیغمبر خدا سے سخت اور بیہودہ گستاخی پر اتر آیا حمزہؓ کی ایک کنیر یہاں جرا دیکھ رہی تھی۔ حمزہؓ شکار سے واپس آئے تو اس کنیر نے سارا حال بیان و عنون کہہ سنایا۔ حمزہؓ کی رگوں میں ہاشمی عنبریت کے خون نے جوش مارا اسی وقت ابو جہل کی طرف گئے اور اسے گستاخی پر جو اس نے شان رسالت میں کی تھی ڈانٹا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ میں آج مسلمان ہو گیا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ میں دیکھوں گا کہ تم میسر کیا بگاڑ سکتے ہو۔ حمزہؓ گھر آکر اس سوچ میں پڑ گئے کہ آباء دین یعنی بت پرستی کو دفعتاً کس طرح چھوڑوں آخر شبانہ روز کی سوچ بچار کے بعد انہوں نے دین حق

پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

عمر بن عبد السلام کے سخت دشمن تھے۔ اور ان بے بس مسلمانوں پر جن پر ان کا قابو چلتا تھا بے طرح تشدد کیا کرتے تھے۔ ان کے بعض نزدیک عزیز جن میں ان کی بہن اور بہنوئی بھی شامل تھے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور گھر کی ایک کنیز بھی توحید کا کلمہ پڑھنے لگی تھی عمر بن اس کنیز کو جس کا نام بلیہ تھا بری طرح زد و کوب کرتے تھے لیکن وہ دین اسلام سے منحرف نہ ہوتی تھی۔ لوندی کی اس مستقل مزاجی سے برہم ہو کر عمر بن نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تلوار کمر سے لٹکائی اور رسول خدا کی طرف چل پڑے راستے میں نعیم بن عبد اللہؓ سے ملاقات ہوئی۔ نعیم نے پوچھا۔ "عمر بن! کس مقصد پر جا رہے ہو؟" عمر بن نے جواب دیا "محمدؐ کا کام تمام کرنے کے لئے نکلا ہوں؟" نعیم نے کہا "حضرت! پہلے اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔" عمر بن یہ سن کر اپنی بہن کے گھر کی طرف پلٹے۔ وہ ستر آن پڑھ رہی تھیں۔ مشرک بھائی کو جو سخت مزاج بھی تھا اپنی طرف آتے دیکھ کر بہن نے قرآن کے اوراق اٹھپا دیئے۔ عمر بن نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے الجھ پڑے۔ بہن چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو انہیں بھی دو چار رسید کر دیں۔ اس پر بہن نے ابدیدہ ہو کر کہا کہ عمر بن جو جی میں آئے کر دلیک

اب ہم دین اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے زخمی بہن کو اس حال میں دیکھ کر  
 عمرؓ کی طبیعت کسی قدر نرم ہو گئی۔ کہا جو تم بڑھ رہی تھیں خدا مجھے  
 بھی سناؤ۔ بہن نے قرآن کے اجزاء سامنے رکھ دیتے یہ سورہ حدید  
 کی آیتیں تھیں۔ عمرؓ پڑھنے لگے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ اُن کے  
 دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جا رہا تھا۔ جب اُنہوں نے اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ  
 وَرَسُوْلِهِ رَاٰلَہُ پُر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ( پڑھا تو  
 بے اختیار پکار اُٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ  
 میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور  
 میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں )  
 عمرؓ جو گھر سے اللہ کے رسول کو قتل کرنے کے ارادے سے  
 نکلے تھے یحضورؐ کی خدمت بابرکت میں جا ہو کر مشرف بہ اسلام  
 ہو گئے + اُن کے مسلمان ہونے پر رسولؐ خدا کو بہت خوشی ہوئی  
 وہ دل سے چاہتے تھے کہ عمر بن حشام (ابو جہل) اور عمر ابن خطاب  
 (فلدوق) میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی جمعیت کو  
 بہت تقویت حاصل ہو جائے۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ کے مسلمان ہو جانے سے فی الواقعہ  
 مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی۔ پہلے مسلمان کھلے مقامات پر نماز بھی  
 ادا نہ کر سکتے تھے۔ نہ قرآن پڑھ سکتے تھے۔ عمرؓ کے اسلام لانے کے

بعد مسلمانوں نے کعبہ میں جا کر نماز باجماعت ادا کی۔

## بنو ہاشم کا مقاطعہ اور محاصرہ

۶۱۶ء سے ۶۱۹ء تک

مشرکین مکہ نے جب دیکھا کہ حمزہؓ اور عمرؓ ایسے جری بہادر شخص بھی اسلام لے آئے ہیں اور مسلمانوں کی جمعیت و طاقت بڑھتی جا رہی ہے تو انہوں نے آپس میں اتفاق کر کے بنو ہاشم کے سائے خانان کا مقاطعہ کرنے کی ٹھان لی۔ بنو ہاشم کا قصور یہ تھا کہ وہ مشرکوں کے مقابلے میں قبیلوی دستور کے مطابق محمدؐ کی رہبر بنے ہوئے تھے۔

مشرکین مکہ کے تمام قبیلوں نے جو مکہ میں آباد تھے آپس میں یہ معاہدہ طے کیا کہ آئندہ ان میں کوئی شخص خانان بنو ہاشم سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے گا۔ نہ ان سے قرابت داری کا کوئی رشتہ استوار کرے گا۔ نہ ان کے ساتھ کسی قسم کی خرید و فروخت میں حقد لے گا۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا اور نہ ان سے میل جول رکھے گا۔ یہ معاہدہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا گیا مشرکین مکہ نے بنو ہاشم کے مقاطعہ کی اس سردار داد پر شدت سے عمل کیا۔ بنو ہاشم شہر سے نکل کر شعب ابی طالب میں جو پہاڑ کا ایک درہ اور بنو ہاشم کی ملکیت تھا پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ دو برس مسلمان بھی جو مشرکوں کے مقابلے میں کمزور



تھے اُن کے ساتھ ہولئے۔ تین سال تک یہ مقاطعہ جاری رہا۔  
 مشرکین مکہ نے ایک طریق سے بنو ہاشم کو درہ میں محصور کر رکھا  
 تھا۔ وہ دیکھتے رہتے تھے کہ مکہ کا کوئی شخص چوری چھپتے انہیں کھانے  
 پینے کا سامان تو نہیں بھیجتا ؟ یہ تین سال بنو ہاشم پر سخت  
 مصیبت کے گزرے بعض فوہہ طلحہ رکیلہ کی قسم کا ایک قدام  
 کے پتے کھا کھا کر بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ بنو ہاشم کے بعض  
 قرابت دار اور قریش کے بعض رحمل اشخاص وقتاً فوقتاً موقع پا کر  
 انہیں کچھ غلہ بھیج دیتے تھے لیکن وہ بھوک مٹانے کے لئے کافی نہ  
 ہوتا تھا۔ بنو ہاشم کے بچے درے میں بلب بلب کر روتے تھے  
 تو ننگے دل قریش اُن کی آوازیں سن سن کر خوش ہوا کرتے تھے  
 تین سال اسی حال میں گزر گئے آخر مکہ کے بعض مشرکوں کو بنو ہاشم  
 کی بے بسی پر ترس آیا۔ انہوں نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی  
 تجویز اٹھائی اور ابو جہل ایسے شقی القلب مشرکوں کی مخالفت  
 کے علی الرغم معاہدہ کے کاغذ کو در کعبہ سے اتار کر پھاڑ ڈالا۔  
 اس کے بعد اس تحریک کے محرک مطعم بن عدی۔ عدی بن قیس۔  
 زمعہ بن الاسود۔ ابوالنجتری اور زہیر۔ ہتھیار باندھ کر شعب  
 ابی طالب کی طرف گئے اور بنو ہاشم کو دہاں سے نکال کر شہر میں  
 لے آئے۔ یہ واقعہ بعثت کے دسویں سال پیش آیا۔

## معراج

اسی سال شعب ابی طالب سے باہر آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفات پا گئے۔ معراج کا مشہور واقعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سال پیش آیا جس کی کیفیت یہ تھی کہ ایک رات جب کہ آپ حرم میں لیٹے ہوئے تھے خدا کے فرشتے آپ کو تیز رفتار سواری براق پر بٹھا کر پہلے بیت المقدس میں لے گئے اور وہاں سے اٹھا کر آپ کو ساتوں آسمانوں اور ان سے پرے کے عوالم یعنی عرش و کرسی کی سیر کرائی۔ نبوت۔ رسالت۔ وحی۔ سیر ملکوت السموات والارض اور معراج ایسی باتیں ہیں جن کی صحیح صحیح کیفیت عام انسانوں کی عقل و فکر میں نہیں آسکتی یہ باتیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مختص ہیں جن کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش میں پڑنا لاعمل ہے۔

## طائف کا سفر

۶۱۹ھ

ابی طالب اور حضرت خدیجہ بکریہ کی وفات کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دغدغہ بردست سہاراں سے محروم ہو گئے جو ان مصیبتوں

میں جو آپ کو فریضہ رسالت کی ادائیگی کے سلسلے میں پیش آرہی تھیں آپ کے قلبی اطمینان کا سامان مہیا کرتے تھے۔ بنو ہاشم اور مسلمانوں کے مقاطعہ کا معاہدہ جو مکہ کے مشرکوں نے آپ میں طے کر رکھا تھا۔ بعض رجحل اشخاص کی کوششوں سے منشوخ ہو چکا تھا لیکن مشرکوں کی غالب اکثریت بنو ہاشم اور دوسرے مسلمانوں سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھتی تھی۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے اور محمد کے ساتھ طرح طرح کی گستاخیوں سے پیش آنے کی مہم پورے زور سے جاری تھی۔ اُن کی قلبی شقاوت، اسلام کے ساتھ اُن کی نفرت، محمد اور اُن کے پیروؤں کی مخالفت پختہ ہو کر ایک عادتِ ستمہ کی شکل اختیار کر گئی۔ اُن زہرہ گداز شکلات کے باوجود خدا کے رسول نے اسلام کی دعوت کا کام اسی دالہازِ بھوش اور شینقل کے ساتھ جاری رکھا جس کے ساتھ اُسے ابتداء میں شروع کیا تھا۔ ایک دن سود کائنات، سرورِ دُعا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کے اصلاحِ حال کی طرف سے مایوس ہو کر طائف کو چل پڑے تاکہ وہاں کے لوگوں کو خدا کے پیغام سے آگاہ کریں اور دینِ اسلام کی دعوت دیں۔ طائف مکہ سے کوئی ایک سو دس میل کے فاصلے پر عربوں کی ایک شہر بستی تھی جو بہت زرخیز اور سیر حاصل زمین میں آباد تھی۔ ریاستی اب بھی علی حالہ قائم ہے (طائف پہنچ کر بغیر سلام خاندانِ عمیر کے شیوخ کے پاس گئے جو وہاں کے قبیلوں میں سب سے زیادہ با اثر گھرانہ تھا۔ یثیوخ جسد یا لیل -

مسعود اور حبیب نامی تین بھائی تھے۔ اسلام کا داعی یکے بعد دیگرے ان تینوں کے پاس پہنچا ان تینوں نے جو جواب دیتے وہ رؤسائے عرب کی نخوت و رعونت کا ایک روشن ثبوت ہیں۔ ایک نے کہا: ”اگر خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو وہ خود کعبے کا پردہ چاک کر رہا ہے۔“ دوسرے نے کہا: ”کیا خدا کو تیرے سوا کوئی اور شخص نہ ملاحظہ کر سکتا بھیجتا؟“ تیسرا بولا: ”میں کسی حال میں تیرے ساتھ بات نہیں کر سکتا اگر تو سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل نہیں۔“ طایف کے ان رئیسوں نے بازار کے اوباشوں اور لونڈوں کو اکسا دیا کہ وہ خدا کے اس پیغمبر کی ہنسی اڑائیں لونڈوں اور اوباشوں کی ٹولیاں جمع ہو گئیں جنہوں نے سرکارِ دو عالم کو اینٹ اور پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ پیغمبرِ خدا کی یہ حالت دیکھ کر شہر کے لونڈے اوباش منہستے اور تالیاں بجاتے تھے۔ آپ گزرتے تھے تو آپ کو بازو سے پکڑ کر پھر کھڑا کر دیا جاتا اور چلنے پر مجبور کیا جاتا۔ آپ نے آخر انگور کے ایک باغ میں جا کر پناہ لی جو عتبہ بن ربیعہ نامی ایک شخص کا تھا۔ عتبہ نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کے جذبہ سے متاثر ہو کر انگوروں کا خوشہ طشتری میں رگاکر بھیجا۔ طایف کے اس واقعہ نے ظاہر کر دیا کہ بیڑن مکہ کے بادیہ نشین اپنے معتقدات کے مقابلے میں کوئی نئی بات سننے کے مقابلے میں مستحکم نہ تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے نکل کر چند روز نخل میں ٹھہرے  
وہاں سے جلاء گئے۔ مطعم بن عدی نے جو بنو ہاشم کو شعب ابی طالب  
میں سے نکالنے والوں میں سے ایک تھا یہ حال سنا۔ تو بیٹوں سے  
کہا کہ تم ہتھیار باندھ کر حرم میں جاؤ۔ میں محمدؐ کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔  
مطعم بن عدی محمدؐ کو مکہ لایا اور حرم کے پاس پہنچ کر پکارا کہ میں  
نے محمدؐ کو پناہ دی ہے۔ لہذا کسی نے آپؐ کے ساتھ تعرض  
نہ کیا۔ آپؐ نے حرم میں نماز ادا کی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔  
مطعم اور اس کے بیٹے مسلح ہو کر آپؐ کے ہمراہ تھے مطعم کو اسلام  
لانے کی سعادت حاصل نہ ہوئی تاہم اس کی وفات پر دربار رسالت  
کے شاعر حسان بن ثابت نے بڑا چہرہ دردمنہ لکھا۔

## قبائل میں تبلیغ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دین اسلام کی تبلیغ کے  
لئے وقف تھی۔ انہیں اگر کوئی دھن تھی تو یہ کہ لوگ دین حق کو قبول  
کر لیں۔ اس لئے تبلیغ حق کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے  
تھے۔ آپؐ ہر ملاقاتی کو دعوت اسلام دیتے۔ رئیسوں اور با اثر لوگوں  
کے گھروں پر جا کر حق کا پیغام سناتے اور حج کے موقع پر جب  
مکہ کعبہ کے پاس چار اطراف کے بادینشین عرب جمیع  
ہوجاتے اور یہ اجتماع میلوں کی شکل اختیار کر لیتے تو آپؐ ان

میلوں میں ہر قوم اور ہر قبیلہ کے لوگوں کے پاس پہنچتے اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔ یہ آپ کا معمول تھا۔ لیکن عربوں کے مذہبی تعصبات کی زمین اس قدر سنگلاخ تھی کہ کسی جگہ بھی تبلیغ حق کی تخم ریزیاں سرسبز ہوتی نظر نہ آتی تھیں۔ پیغمبر کی ڈھارس باندھنے کے لئے فسادان کی آیتیں اور سورتیں لگاتار نازل ہو رہی تھیں۔ جن میں نہایت واضح طور پر مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں غرور و فلاح پانے اور مخالفوں کے خائب و خاسر ہونے کی بشارتیں دی جاتی تھیں۔ عرب کے بعض قبائل نے نبی کی زبان سے دعوت اسلام پا کر جو جواب دیتے وہ اس وقت کے عربوں کی فطرت اور سرشت کا ایک روشن آئینہ ہیں۔ یہ امامہ کے نبی حنیفہ نے پیغمبر اسلام کو بہت تلخ جواب دیتے۔ بنو ذہل بن شعیبان کے شیوخ نے قرآن کی آیتیں سن کر کلام کی خوبیوں کی داد دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ابائی دین کو ایک لخت چھوڑنا کچھ ٹھیک بات نہیں اس کے علاوہ ہم کسریٰ کے یعنی شہنشاہ ایران کے زراثر ہیں ان سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم کسی اور اثر کو قبول نہ کریں گے۔ رسول خدا نے ان شیوخ کی صاف گوئی پر تحسین کی اور فرمایا کہ "خدا اپنے دین کی آپ مدد کرے گا۔"

بنو عامر کے ایک رئیس فراس نامی نے پوچھا کہ "اگر ہم آپ کا

ساتھ دیں اور آپ اپنے مخالفوں پر غالب آجائیں تو کیا آپ کے بعد ریاست ہم کو ملے گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ریاست دینے کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس پر فراس نے جواب دیا کہ اگر آپ ہمیں کامیابی کے بعد حکومت و ریاست کا یقین نہیں دلا سکتے تو ہم کس بات کی خاطر سارے عرب کی مخالفت کا بیڑا اٹھائیں؟ باہر سے آنے والے لوگوں میں سے اسلام کی دعوت سے اگر کچھ لوگ متاثر ہوئے تو یثرب کے باشندے تھے جو مکہ سے شمال کی جانب تین سو میل کے فاصلے پر عرب کا ایک شہور شہر تھا۔ یثرب سے جو لوگ کعبہ کے حج کے لئے آتے تھے وہ دین اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو کر جاتے تھے اور اپنے شہر میں جا کر اپنے دوست بھائیوں کو اسلام قبول کرنے کا شوق دلاتے تھے۔ غرض مکہ کی سرزمین جس دولت کو اپنے ماں بیع و بن سے اکھاڑ پھینکنے پر تلی ہوئی تھی اُسے یثرب کی سرزمین اپنی گود میں لینے کے لئے تیار ہوتی جا رہی تھی۔ عرب کے قبائلی سرداروں کے بعض جوابوں سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ شرک و اسلام کے درمیان مکہ میں کشمکش حیات کا جو معرکہ جاری تھا اُسے باہر کے لوگ محض سیاسی اقتدار کے حصول کی ایک جہد و جہد خیال کر رہے تھے۔ وہ تو خیر دور کے رہنے والے تھے خود قریش مکہ کے رئیس بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اسلام کی نعمت سے محروم رہ گئے کہ بنو ہاشم نے صرف دنیوی اقتدار

حاصل کرنے کے لئے پیغمبری کا یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ قریش کے متعدد خاندان جن میں بنو اُمیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اپنے کو بنو ہاشم کا مسادى حرلیف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ ایک ہاشمی پیغمبر کے سامنے طاعت و انقیاد کی گردنیں جھکانا اپنی قبیلوی شان کے منافی خیال کرتے تھے لہ

## مکہ میں مسلمانوں کی حالت زار

اسلام کی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر مکہ کے مشرک لوگ جس قسم کے ظلم و ستم ڈھا رہے تھے اس کا محسل ساحل ہم اور ارقی گزشتہ

---

لے ممکن ہے بعض لوگ مکہ اور عرب کے ایسے اشخاص کو معذور سمجھیں جنہیں پیغمبر اسلام کی دعوت اسلام پر دنیوی اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی جڑ جھڑ ہونے کا شک کیا کیونکہ تاریخ میں ظہور اسلام سے پہلے اور بعد نبوت و رسالت کے ایسے جھوٹے دھوسے داروں کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے محض دنیوی یا سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے خدا پر افترا بانڈھا۔ لیکن عہد رسالت کے منکروں کو اس لحاظ سے بھی معذور نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور ان کی ساری زندگی ان کے سامنے تھی۔ اس کے علاوہ خدا کا جو کلام وہ پیش کر رہے تھے وہ براعتبار سے اس قدر جامع مکمل اور متواتر تھا کہ اس کی موجودگی میں حضور کے دھڑی رسالت پر کفری قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا۔ (مؤلف)



میں بیان کرتے ہیں۔ اس جبر و تشدد۔ اس مقاطعہ اور اس تذلیل کے باوجود ان لوگوں کے عزم و استقلال میں کسی قسم کا فرق نہ آیا جو اپنی روحانی تشنگیوں کو فیض محمدی کے سرشیدہ عرفان سے بجھا چکے تھے۔ اور ایمان و ایقان کی وہ دولت حاصل کر چکے تھے جس کے سامنے دنیا کی تمام راحتیں اور لذتیں بیچ اور لاشے محض بن کر رہ جاتی ہیں۔ ہادئی برحق کی تعلیم کو صحبت نے اپنے پیروؤں کی اس مختصر سی جماعت کو پہاڑوں کا سا جگر عطا فرما دیا تھا۔ وہ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلنے اور ہر قسم کے دکھ کو جو دین اسلام قبول کرنے کی راہ میں انہیں دیا جاتا تھا۔ صبر و تمہت کے ساتھ برداشت کر رہے تھے۔

گفار کی جیو دستیاں اپنے نقطہ سمرج کو پہنچ چکی تھیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا اُسے شہریت کے حقوق سے محروم سمجھا جاتا تھا۔ عام بت پرست اس کے ساتھ ہر نوع کا قطع تعلق کر لیتے تھے۔ اور اُسے ہر طریق سے تنگ کرنے کے درپے رہتے تھے۔ تاکہ اُن کی جانیں بھی محفوظ نہ رہیں سمجھی جاتی تھیں حضرت عمر بن الخطاب جب اسلام لائے تو سارے مکہ میں ایک ہنگامہ مچ گیا ہر شخص کی زبان پر یہ لفظ تھے کہ عمر بن عمرؓ مر رہا ہے ایک جگہ کچھ لوگ جمع ہو کر اسی بات کا چرچا کر رہے تھے کہ اُن پر عاص ابن دائل کا گزر ہوا۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اُسے بتایا گیا کہ عمر بھی محمدؐ کے ساتھ جا رہا ہے۔ عاص نے کہا "خیر اگر یہ بات

ہے تو میں نے عمرؓ کو پناہ دی یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ جب تک مشرکوں میں سے کوئی شخص مسلمان کو پناہ دینے کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ مشرک اس سے ہر طرح کی بدسلوکی کرنا اپنا حق خیال کرتے تھے بعض مسلمان ہو جانے سے وہ شہریت کے حقوق سے بے دخل کر دیا جاتا تھا۔ اور اس کی عزت اور جان کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اگر کانسڈن اور ڈیٹ پرستوں کو اپنے درمیان شدید قسم کی خانہ جنگی پھوٹ پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو قتل کرنے میں بھی دریغ سے کام نہ لیتے تھے لیکن قریم قبیلوی رولج کے باعث وہ ڈرتے تھے کہ مقتول کے قبیلہ والے اس کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے سے بے نیاز ہو کر قاتل کے اہل قبیلہ کے دشمن بن جائیں گے۔

حضرت عمرؓ کی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے بچہ کردار اور نیک شخص کو بھی کچھ مدت ایک مشرک کی امان میں زندگی بسر کرنی پڑی۔ حضرت صدیقؓ نے مشرکوں کی بیہودہ حرکات سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا اور مکہ سے چل پڑے۔ پانچ دن کے سفر کے بعد آپ برک العنادر کے مقام تک جو یمن کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ تارہ کے رئیس ابن الدغنے سے ملاقات ہو گئی ابن الدغنے نے حال دریافت کیا تو صدیقؓ نے کہا۔ میں اپنی قوم کے ہاتھ سے تنگ آ کر نکلا ہوں تاکہ کسی امن کی جگہ پہنچ کر اطمینان کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکوں ابن الدغنے نے کہا کہ میں آپ ایسے برگزیدہ انسان کو یوں

جلا وطن ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں  
 ابن الدغنه حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واپس مکہ لے آئے اور قریش کے  
 رئیسوں سے مل کر کہنے لگے کہ آپ ایسے شخص کو نکال رہے ہیں جو غریبوں کا  
 مددگار، اقربا کا مرتبی، مہماں نواز اور مصیبت کے وقت کام آنے والا  
 ہے۔ رؤسائے قریش نے جواب دیا کہ صدیق اس شرط پر شہر میں رہ سکتا  
 ہے کہ وہ کھلے مقامات پر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھا کرے کیونکہ  
 ان کے قرآن پڑھنے سے ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر پڑتا ہے۔  
 حضرت صدیق نے اپنے گھر کے پاس مسجد بنالی اس میں نماز پڑھتے  
 اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے۔ رؤسائے مکہ نے ابن الدغنه  
 سے شکایت کی ابن الدغنه حفاظت کی ذمہ داری سے دستکش ہو گیا  
 حضرت صدیق نے کہا کہ مجھے اپنے خدا کی حفاظت بس ہے میں  
 تمہاری جوار (امان) سے خارج ہوتا ہوں۔ انہی دو واقعات سے  
 جو عمرؓ اور صدیقؓ کی ایسی مقتدرہستیوں کو ایسے شہر میں پیش آئے  
 جہاں ان کے اپنے قبیلے کافی طاقتور تھے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ  
 باقی مسلمانوں پر کیا کچھ نہ گزرتی ہوگی لیکن یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت و نظر کا اثر تھا کہ ان باقی الاولیاء میں سے  
 ایک شخص بھی اُلٹے پاؤں پھر کر کفار کی جمعیت میں شامل نہ ہوا۔  
 اور سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر طرح کے ظلم و ستم  
 صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔

# یشرب کی طرف ہجرت

## ۶۲۲ء

### یشرب میں اسلام کی مقبولیت

اسلام میں جو دعوت اہل مکہ کے کانوں پر اتنی گراں گزری کہ وہ حضرت محمدؐ اور اس کے مٹھی بھر پیروؤں کی جان کے دشمن بن گئے۔ جو طایف کے باشندوں کو اس قدر ناگوار لگی کہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اور اپنی بستی سے باہر نکال کر دم لیا۔ جسے اطرافِ عرب کے بدوی قبائل نے اس حد تک بھی درخورِ اعتنا خیال نہ کیا کہ اس کی صداقت کے متعلق ذرا تحقیق و جستجو کی زحمت گوارا کر لیتے۔ اُسے یعنی اس دعوت کو مکہ سے تین سو میل دور شہر یشرب کی آبادیوں میں گوشِ شنو اور سمیع قبول کی وہ ارزائیاں نصیب ہوئیں کہ گویا یہ دعوت خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے مکہ کے لئے نہیں، طایف کے لئے نہیں، عرب کی کسی دوسری بستی کے لئے نہیں بلکہ یشرب کے باشندوں کے لئے نازل ہو کر آئی تھی۔ محمدؐ اس وقت

تک زمین شور میں اہل چلا کر دین اسلام تخم بیزی کرتے رہے تھے دس بارہ سال کے بعد انہیں ایسی زمین مل گئی جس میں نخل اسلام کی پرورش کرنے اور اسے نشوونما دے کر بار آور بنانے کی صلاحیت موجود تھی ۔ یثرب کے لوگ بھی دوسرے عربوں کی طرح ہر سال خیانت کعبہ کے حج کے لئے تکتے جایا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں کی طرح ان کے پاس بھی حق کا پیغام لے کر پہنچتے تھے۔ اور یثرب کے لوگ جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ اس پیغام حق سے بہت بڑی حد تک اثر پذیر ہو کر اپنے شہر کو واپس جاتے تھے۔ اس طریق سے یثرب کے لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوتے چلے گئے کہ مکہ میں خدا کا ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے جو لوگوں کو خدا کا بھیجا ہوا کلام پڑھ کر سناتا ہے۔ بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب کے محاصرے سے باہر نکلنے کے بعد حج کے موقع پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کے چند آدمی ایک جگہ بیٹھے دیکھے۔ پوچھا تم کون ہو جواب ملا کہ قبیلہ خزرج کے افراد۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ وہ بہت متاثر ہوئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ محمدؐ فی الواقعہ خدا کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا ”ایسا نہ ہو یثرب کے یہودی اس رسول کو ملنے میں ہم پر سبقت لے جائیں“ یہ کہا اور وہیں

کلہ توحید پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ چھ یا آٹھ شخص تھے جن میں سے چھ کے نام حسب ذیل ہیں:-

ابو ہشیم بن تیہان - اسد بن زرارہ - عوف بن حارث - رافع بن مالک بن عجلان - قطیبہ بن عامر - جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

اگلے سال حج کے موقع پر یثرب کے مزید بارہ اشخاص نے آکر پیغمبر خدا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کا مطلب یہ تھا کہ حضرت رسول اکرم ہر شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اس سے وعدہ لیتے تھے کہ وہ اب کے بعد شرک - چوری - زنا - قتل اولاد - اور افترا کے مرتکب نہ ہوں گے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جو اچھی بات کہیں گے وہ انہیں دل و جان سے قبول ہوگی۔

ان لوگوں نے رسول خدا سے درخواست کی کہ اسلام کے احکام سکھانے کے لئے ایک معلم بھی ہماریساتھ بھیج دیجئے۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مصعب نے یثرب پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا اور لوگوں میں پوری سرگرمی اور جانفشانی سے دین حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سال بھر میں یثرب سے قبائک کی بستیوں کے اکثر لوگ مسلمان بن گئے۔ قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ کا اسلام لانا تھا کہ سائے کا سارا قبیلہ دین اسلام کا دم بھرنے لگا۔ یثرب میں صرف خطمہ - وائل اور واقف کے چند گھرانے ایسے باقی رہ گئے جنہوں نے اس وقت تک اسلام

قبول نہیں کیا تھا۔

## یشرب اور یشربی

یشرب کے لوگوں نے جس آبادگی اور رغبت کے ساتھ اسلام کا پیغام کو قبول کیا وہ تو سب اور غیر موزع سب کے لئے کسی نہ کسی حد تک باعث استعجاب امر ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے یشرب کے پس منظر پر ایک نگاہ ڈال لینا ضروری ہے۔ جو اس سرزمین میں پیغام اسلام کی کامیابی کا ایک بڑا سبب بنا۔ یشرب کا خطہ نخلستانوں کی سرزمین تھا جس میں اوس اور خزرج نامی دو بڑے قبیلے آباد تھے۔ یہ دونوں قبیلے بنو قحطان تھے جو سبیل عرم کے وقت یمن سے نکل کر اس جگہ آباد ہو گئے تھے۔ ان قحطانی عربوں کے علاوہ شہر یشرب اور اس کی نواحی بسیتوں میں یہودی بھی آباد تھے۔ جو اپنی اسرائیل کی تاریخ کے کسی نامعلوم دور میں آباد ہو چکے تھے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یشرب کے یہودی نسلان عرب تھے جنہوں نے چند یہودی قبیلوں کے ورود کے بعد یہودیوں کا

---

لہ سبیل عرم شہر کے قریب ان تالابوں کے بند ٹوٹ جانے کے باعث وقوع پذیر ہوا جو یمن کے بادشاہوں اور نقیبوں نے پہاڑ کو تراش کر آبپاشی کے لئے بنائے تھے۔ یسیل یمن کے قدیم تہذیب کو تباہ کر دینے پر منتج ہوا ان تالابوں کے کھنڈ راج بھی موجود ہیں جن پر کے بعض کتبے پڑھے اور سمجھے جا چکے ہیں۔ مؤلف۔

کا دین اختیار کر لیا تھا۔ لیکن یہ ایک دور از قیاس رائے ہے جو محض ان کے ناموں کے باعث قائم کی جا رہی ہے۔ یثرب کی تاریخی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ عربوں اور یہودیوں نیز عربوں اور عربوں یعنی اوس اور خزرج کے درمیان بار بار جنگ و جدال کے معرکے گرم ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں اوس اور خزرج کے درمیان بڑی خونریز معرکہ آرائی ہوئی جسے حربِ بعث کا نام دیا گیا۔ یثرب کے عرب بھی دوسرے عربوں کی طرح بت پرست تھے لیکن صدیوں سے یہودیوں کے ساتھ رہنے پہنچے اور ان سے میل جول رکھنے کے باعث خدا کے پیغمبروں نبیوں اور رسولوں کی روایات سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے یہودیوں سے انہوں نے یہ بھی سنا رکھا تھا کہ خدا کی طرف سے ایک بڑا جلیل القدر رسول مبعوث ہونے والا ہے جو دین حق کی طرف انسانوں کی رہنمائی کرے گا۔ یثربی عربوں کے ذہن فکر کی تربیت یہودیوں کے قرب کے باعث ایسے ماحول میں ہوئی تھی جو دین حق کو قبول کرنے کے لئے سازگار بن چکا تھا۔ اس کے علاوہ اہل یثرب کو وہ اندیشہ لاحق نہ تھا جس سے متاثر ہو کر قریش مکہ اپنے ہاں ایک نئے دین کے فروغ کی شدید مخالفت پر مکرر بست ہو گئے تھے قریش خیال کرتے تھے کہ نیا دین قبائل عرب پر ان کی بزرگی و برتری کو نقصان پہنچائے گا جو بت کدہ کعبہ کے متولی اور شجاری ہونے کے باعث انہیں حاصل ہے اس قسم کا کوئی خطہ اہل یثرب کو



دبیش نہ تھا۔ اس لئے انہیں حق بات کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کا تامل  
و تذبذب نہیں ہو سکتا تھا۔

پہلے سال چھ یثرب مکہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے دوسرے  
سال بارہ اشخاص کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت  
کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تیسرے سال یثرب سے غزوہ کعبہ کا حج اور  
طواف کرنے کے لئے جو لوگ آئے ہیں ان میں سے بہتر اشخاص نے منی  
(عقبہ) کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔  
مصعب بن عمیر یثرب کی عرب آبادی کی غالب اکثریت کو اسلام کا حلقہ  
جگوش بنا چکے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہو چکا تھا کہ  
نخل اسلام کو بار آور بنانے کے لئے یثرب کی زمین تیار ہو چکی ہے  
اس لئے اسی حج کے موقع پر یثرب کی طرف ہجرت کر جانے کا فیصلہ  
کر لیا گیا اور یثرب کے مسلمانوں سے جو اس حج کے موقع پر جوق در جوق  
آئے ہوئے تھے اس بات پر بیعت لی گئی کہ وہ آخر دم تک رسول خدا کا  
ساتھ دیں گے اور ان کی جان کی حفاظت کریں گے۔ اس موقع پر  
منی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ بھی موجود تھے۔  
جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آپ نے اہل یثرب کے  
گروہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”قبیلہ خزرج کے لوگو! محمدؐ اپنے خاندان میں بہت معزز و محترم  
ہیں۔ ہم نے اس متاع گرامی کی حفاظت دشمنوں کے مقابلے

میں ہمیشہ سینہ سپرہ کر کی ہے۔ اب وہ تمہارے ہاں جانا چاہتے ہیں  
اگر مرتے دم تک اُن کا ساتھ دے سکو تو بہتر درنا بھی سے  
جواب دے دو؎

خزرج کی طرف سے براۓ نے جواب دیا: ”ہم لوگ تلواروں کی  
گود میں پلے ہیں۔۔۔۔۔“ کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ ابوالمثنیٰ بول  
اُٹھے ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس وقت  
ہمارے اور یہود کے درمیان مصالحانہ تعلقات قائم ہیں بیعت  
کے بعد یہ تعلقات شاید ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ  
طاقت و قوت پالیں تو ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن کی طرف ٹوٹ آئیں“  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”ایسا کبھی نہ ہوگا۔ میرا  
خون تمہارا خون ہے۔ آج سے تم میرے بن گئے ہو اور میں ہمیشہ کے  
لئے تمہارا بن چکا ہوں۔“

اس گفتگو کے بعد شرب کے مسلمان بیعت کرنے لگے اسعد بن  
زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا: ”بھائیو! اچھی طرح سوچ لو کہ کس چیز پر  
بیعت کر رہے ہو یہ عرب عجم اور حرن و انس کے ساتھ اعلان  
جنگ ہے۔“

شمع رسالت کے پڑاؤں نے جواب دیا: ”ہم خوب سمجھتے ہیں اور  
ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں؎  
بیعت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل شرب

ہی کے مشورہ سے ان میں کے بارہ اشخاص نقیب یعنی رئیس مقرر کر دیئے  
جن میں سے نو قبیلہ خدیج کے اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ اوس  
اور خزرج کے بڑے بڑے خاندانوں کے سرکردہ لوگ تھے۔ ان  
کی بیعت کے معنی یہ تھے کہ شرب کے اوس اور خزرج سب کے سب  
اسلام لا چکے ہیں۔

قدرت خداوندی کی نیزنگیاں ہیں کہ جس وجود قدسی کو اپنے وطن  
میں پناہ لینے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملتی تھی وہ اپنے شہر میں بیٹھا  
تین سو میل دور کے ایک شہر کا مافی نظام مرتب کرنے لگا اور اس  
شہر کے لوگ اس کے شاہ چشم ابو پر جان دینے کے لئے حاضر  
و آما وہ ہو گئے۔

## مکہ سے مسلمانوں کی روانگی

یشرب کی حالت کے متعلق اطمینان حاصل کر لینے کے بعد  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبعین کو حکم دیا کہ یشرب کی طرف ہجرت  
کر جائیں مسلمان جو مکہ میں کھد کی چیرہ دستیوں سے بہت تنگ آچکے تھے  
مکہ سے نکل نکل کر یشرب کو جانے لگے۔ کفار مکہ نے جب یہ حالت دیکھی  
تو بہت برہم ہوئے اور مسلمانوں کی نگرانی کرنے لگے تاکہ انہیں یشرب  
میں اپنا مرکز بنانے سے روک دیں اس سے قبل وہ حبشہ کو جانے والے  
مسلمان ہاجروں کے پیچھے بھی گئے تھے تاکہ نجاشی کو اس بات پر

میں ہمیشہ سینہ سپرہ کر کی ہے۔ اب وہ تمہارے ہاں جانا چاہتے ہیں  
اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے  
جواب دے دو۔

خزرج کی طرف سے براہِ غنہ نے جواب دیا: ”ہم لوگ تلواروں کی  
گود میں پلے ہیں۔۔۔۔“ وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ ابوالمہشم بول  
اٹھے ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس وقت  
ہمارے اور یہود کے درمیان مصالحانہ تعلقات قائم ہیں بیعت  
کے بعد یہ تعلقات شاید ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ  
طاقت و قوت پالیں تو ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن کی طرف ٹوٹ آئیں“  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”ایسا کبھی نہ ہو گا۔ میرا  
خون تمہارا خون ہے۔ آج سے تم میرے بن گئے ہو اور میں ہمیشہ کے  
لئے تمہارا بن چکا ہوں۔“

اس گفتگو کے بعد شرب کے مسلمان بیعت کرنے لگے اسعد بن  
زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا: ”بھائیو! اچھی طرح سوچ لو کہ کس چمیز پر  
بیعت کر رہے ہو یہ عرب عجم اور حرن و انس کے ساتھ اعلان  
جنگ ہے۔“

شعب رسالت کے پڑاؤں نے جواب دیا: ”ہم خوب سمجھتے ہیں اور  
ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔“  
بیعت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ شرب

ہی کے مشورہ سے ان میں کے بارہ اشخاص نقیب یعنی رئیس مقرر کر دیئے  
جن میں سے نو قبیلہ خدیج کما ورتین قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ اوس  
اور خزرج کے بڑے بڑے خاندانوں کے سرکردہ لوگ تھے۔ اُن  
کی بیعت کے معنی یہ تھے کہ یثرب کے اوس اور خزرج سب کے سب  
اسلام لا چکے ہیں۔

قدرت خداوندی کی نیزنگیاں ہیں کہ جس وجودِ قدوسی کو اپنے وطن  
میں پناہ لینے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملتی تھی وہ اپنے شہر میں بیٹھا  
تین سو میل دور کے ایک شہر کا مافی نظام مرتب کرنے لگا اور اس  
شہر کے لوگ اس کے اشارہ چشم و ابو پر جان دینے کے لئے حاضر  
و آمادہ ہو گئے۔

## مکہ سے مسلمانوں کی روانگی

یثرب کی حالت کے متعلق اطمینان حاصل کر لینے کے بعد  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبعین کو حکم دیا کہ یثرب کی طرف ہجرت  
کر جائیں مسلمان جو مکہ میں کفہ کی چیرہ دستیوں سے بہت تنگ آچکے تھے  
مکہ سے نکل نکل کر یثرب کو جانے لگے۔ کفار مکہ نے جب یہ حالت دیکھی  
تو بہت برہم ہوئے اور مسلمانوں کی نگرانی کرنے لگے تاکہ انہیں یثرب  
میں اپنا مرکز بنانے سے روک دیں اس سے قبل وہ جبراً کو جانے والے  
مسلمان مہاجرین کے پیچھے بھی گئے تھے تاکہ نجاشی کو اس بات پر

آمان کریں کہ وہ انہیں اپنے ہاں پناہ نہ دے۔ شاید قریش کو اس بات کا کھٹکا ہو کہ مسلمان حبشہ کے بلو شاہ سے ساز باز کر کے اُسے مکہ پر چڑھالائیں گے۔ یورپ کے بعض توحین کے فکر کی بلند پروازیاں یہ دور کی کوڑی بھی لائی ہیں لیکن اوقات نے ثابت کر دیا کہ مسلمان حبش میں صرف پناہ لینے کے لئے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ملک اور اپنے شہر کے خلاف ہر قسم کی کسی سازش میں حصہ نہیں لیا اب جو مسلمان شرب کو جانے لگے۔ تو قریش مکہ کو پھر یہ فکر لاحق ہونے لگی کہ مسلمان بیٹھ کر اپنی طاقت کو مضبوط بنالیں گے۔ اور قبائل عرب میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر ان کی حیثیت کو کمزور کر دیں گے ان کے لئے صرف ایک ہی بات تسلی کا موجب ہو سکتی تھی وہ یہ کہ مسلمان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جائیں اور مذہب توحید کا کوئی نام لیوا سطح ارضی پر باقی نہ رہ جائے۔

بہر حال مسلمان چھپ چھپا کر مکہ سے نکلتے چلے گئے۔ چند ماہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر ساتھی شرب پہنچ گئے اور صرف رسول اکرم۔ حضرت علیؓ اور ایسے چند مسلمان جو مفلس ہونے کے باعث سفر کی استطاعت نہ رکھتے تھے مکہ میں باقی رہ گئے۔ ہجرت سے تین دن پہلے سرکارِ دہ عالم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے گھر جا کر اطلاع دی کہ خدا کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ اس لئے چلنے کی تیاری کر لیجئے۔ صدیقؓ چار ماہ سے

اس سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے دو اونٹنیوں کو اسی مقصد کے لئے ببول کی پتیاں بھلا بھلا کر پال رکھا تھا۔ جن میں سے ایک کی قیمت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دی۔ حضورؐ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ اپنی فات کا بوجھ اپنے بولی صبرؓ پر بھی ڈالیں جس کا جان مال حضورؐ کی برادرا پر تشریان تھا۔

## قتل کی سازش

ادھر چپکے چپکے یہ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ادھر دوسرے قریش نے دارالندوہ میں اکٹھے ہو کر اس اہم مسئلہ پر سوچ بچار کی کہ محمدؐ کو شرب کی طرف جانے سے کس طرح روکا جائے۔ اس شور سے میں مشرکین قریش کے تمام بڑے بڑے سردار شامل تھے مختلف رائیں پیش کی گئیں کسی نے کہا کہ محمدؐ کو پاؤں پر زنجیر کر کے کسی کے مکان میں بند کر دیا جائے۔ کسی نے رائے دی کہ جلا وطن ہوتا ہے تو ہونے دو مکہ کی فضا اس جھگڑے سے پاک ہو جائے گی۔ ابو جہل نے جو پیغمبرؐ دشمنی میں اپنی نظیر آپؐ تھا حاضرین جلسہ کے سامنے ان خطرات کا نقشہ کھینچا جو محمدؐ کے نکل جانے سے انہیں لاحق ہو سکتے تھے اور یہ رائے دی کہ محمدؐ کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی مچن لیا جائے اور یہ منتخب گولی ایک ساتھ مل کر محمدؐ پر طوارق کا وار کر دے۔ اس طریق سے محمدؐ کا خون تمام قبیلوں میں بٹ

جائے گا اور نبوہاشم اکیلے محمدؐ کے خون کے لئے سب کے ساتھ مل کر  
مول نہ لے سکیں گے۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور قرار  
پایا کہ چھٹے ہفتے اشخاص رات کو محمدؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور جب  
وہ صبح صادق کے وقت اپنی عادت کے مطابق نماز کے لئے باہر نکلیں  
تو قرارداد کو عمل کا جامہ پہنا دیا جائے۔

حضرت سرور کائنات علیہ الافضل التحیات کو گفار کی اس سازش  
کی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ آپؐ نے اس رات حضرت شعلی کو بلا کر کہا  
کہ مجھے ہجرت کا محکم مل چکا ہے میں اسی وقت یترب کی طرف  
ڈانہ ہو رہا ہوں تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔  
اور صبح کو اٹھ کر لوگوں کی یہ امانتیں جو میرے پاس جمع ہیں انہیں  
واپس کر دینا۔ یہ کہہ کر حضورؐ تو گھر سے نکل گئے۔ بد نیت کافروں  
کو خبر تک نہ ہو سکی کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ وہ مطمئن تھے کہ  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر ہی میں چین کی نیند سو رہے ہیں۔ دن  
پڑھا تو یہ باز کھلا کہ حضورؐ جا چکے ہیں۔ اب کفِ حسرت ملنے کے سوا اور  
چارہ کار ہی کیا تھا۔

لے اس مقام پر اہل ایمان کے لئے یہ نکتہ جاننے کے قابل ہے کہ حضور سرور کائنات  
صلی اللہ علیہ وسلم (بابا شاہودا اہم آتتا) نے اس وقت تک ہجرت کا عزم نہ فرمایا  
جب تک کہ کفار نے ان کے قتل کی سازش مکمل نہ کر لی۔ اگر وہ اس سے پہلے محض کفار کے  
ظلم و ستم یا ان کی ہٹ دھرمی سے تنگ کر نکل جاتے تو صاحبِ لوح و قلم حضرت یونس علیہ السلام  
کی طرح عذابی عذاب کے مژدہ بن جاتے۔ حضرت یونسؑ کا قصہ قرآن کریم میں بھی عکس مذکور ہے:



## غار میں پناہ لینا

جناب رسالت مآب نے گھر سے نکل کر حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لیا اور دونوں رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے نکل کر تین میل کے فاصلے پر جبل ثور کے ایک غار میں جا چھپے۔ آپ دو تین دن کا کھانا ساتھ لے آئے تھے۔ تاہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ جو ایک نو عمر جوان تھے رات کو چھپ چھپ کر ان کے پاس آ جلتے تھے۔ اور عبداللہ کی بہن اہما گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا دیتی تھیں۔ عبداللہ دن کے وقت شہر میں چلے جاتے تھے اور کفار کے مشوروں کی اطاعت حاصل کر کے رات کو یا ران غار تک پہنچا دیتے تھے حضورؐ اور ابو بکر صدیقؓ نے چند ایسی ہی طرح غار میں چھپ کر گزاریں۔ قریش مکہ پیغمبر خداؐ کے اس طرح نکل جانے پر بہت برا فروختہ ہوئے۔ انہوں نے ان کا سراغ لگانے کے لئے ہر طرف دوڑیں بھیجیں۔ اور اعلان کر دیا کہ جو شخص محمدؐ یا ابو بکرؓ کو گرفتار کر لائے گا اسے ایک سو اونٹ انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔ غار میں چھپنے کے تیسرے دن قریش کے کچھ آدمی جو تلاش کے لئے نکلے تھے۔ غار کے بہت قریب پہنچ گئے۔ حضرت صدیقؓ گھبرائے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: - لَا تَحْزَنُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ہ دُعا نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے (۱) روایت ہے کہ غار کے دلانے پر مکوس نے جالاتن دیا تھا

اور بول کے ایک درخت کی ٹہنیوں میں کبوتر نے گھونسل بنا کر اُنڈے دے رکھے تھے۔ اس لئے کفار کو یہ شبہ تک نہ ہو سکا کہ اس غار کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے۔

## شرب کا سفر

جو تھے دن کی شام کو رسول اکرمؐ اور ابو بکر صدیقؓ غار سے نکل کر شرب کی طرف روانہ ہوئے ایک معتمد شخص عبداللہ بن ارقط کو جو مسلمان نہ تھا اجرت پر رہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔ رات کے سفر کے بعد اگلے دن دوپہر سے لے کر شام تک ایک چٹان کے سائے میں آرام کیا اور پھر چل کھڑے ہوئے۔ مکہ کا ایک شُرکِ مراد بن جعشم جو انعام کے لالچ سے گھوڑے پر سوار ہو کر تلاش کے لئے نکلا ہوا تھا۔ قریب آگیا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا۔ اس نے ترکش میں سے تیر لے کر خال نکالی کہ آیا اسے قاتل کرنا چاہیئے یا نہیں۔ خال میں نہیں نکلا۔ لیکن وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ اب گھوڑے کی اگلی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔ گھوڑے سے اتر کر پھر خال نکالی۔ اور پھر ہی جواب پایا۔ ان حادثات نے اس کا حوصلہ ہمت کر دیا۔ اب کے وہ نیک نیتی سے آگے بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے اعلان کی حقیقت بیان کر کے معافی مانگی ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے

ہن کی سند لکھ دیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیر نے  
اُسے چڑے کے ایک ٹکڑے پر امن کی تحسیر لکھ دی۔ یہ سزا  
بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

حضور سرور کائناتؐ نے یثرب تک سفر کرتے ہوئے راستے میں  
سولہ مقامات پر نزول اجلال فرمایا۔ یثرب میں یہ اطلاع کہ حضورؐ  
تشریف لائے ہیں کسی دن پہلے ت پہنچ چکی تھی لوگ ہر روز شہر  
سے باہر آ کر راہ دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن یثرب کے ایک راہزنے کے بعد  
ماتوس ہو کر واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے جو اپنے قلعہ  
پر سے دیکھ رہا تھا۔ آواز دی کہ ”وہ آگئے“ یثرب کے مسلمان  
بنیالی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔  
یثرب سے تین میل کے فاصلے پر قبا کی بستی آباد تھی حضورؐ نے  
اس بستی میں کلثوم بن الہدم کے گھر قیام فرمایا۔ یثرب کے لوگ ہیں  
آکر باریاب ہوئے۔ آپؐ چودہ روز یہاں ٹھہرے حضرت علیؓ بھی  
جو حضورؐ کی روانگی کے تین دن بعد مکہ سے چلے گئے تھے یہیں آ کر  
حاضر خدمت ہو گئے۔ قبا کے قیام کے دوران میں آپؐ نے  
ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے لئے حضورؐ نے خود مزدوروں کی طرح  
کام کیا۔

قبا میں حضورؐ کے نزول اجلال کی تاریخ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء مطابق  
۸ ربیع الاول ۳۱ھ بعثت نبویؐ تھی۔ اور دن پنجشنبہ یا دوشنبہ کا تھا۔

## ۱۰۴ شرب میں پرتپاک خیر مقدم

قبائے جہنم میں چورہ دن قیام فرمانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرب شہر کی طرف روانہ ہوئے جمعہ کا دن تھا۔ راستے میں نبی سالم کے محلے میں نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ دیا۔ اس کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔ شرب کے لوگ جوش غفیت سے لبریز، فرط مسرت سے بھڑکتے ہوئے آتے تھے اور بارگاہ رسالت میں ہر نیساز پیش کر رہے تھے۔ چھتوں پر عورتوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے جو یہ گیت گارہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ تُنَائَاتِ الدَّوَاعِ  
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ ۝ ۱۴

وہم پر بدر کا لطلوع ہوا۔ کوہِ دواع کی گھاٹیوں سے (چاند نکال) ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب کہ دعا مانگنے والے دعا مانگتے ہیں  
نَحْنُ جَوَارِحُ مِنْ بَنِي نَجَّارٍ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ  
ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں  
حضور نے ان معصوم بچیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟" لڑکیوں نے اثبات میں جواب دیا آپ نے فرمایا: "میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔"  
بنو نجار کا خاندان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھال تھا۔

آپ کی والدہ اور داری اسی خاندان سے تھیں اس لئے بنو نجار زرق  
 برق لباس پہن کر اور ہتھیار سجا کر استقبال کے لئے نکلے تھے۔  
 یثرب کے ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور سرور کائناتؐ میزبانی کا شرف  
 اُسے بخشیں۔ لیکن آپؐ نے حضرت ابویوبؓ کا مہمان بننا قبول  
 فرمایا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ابویوبؓ بنو نجار میں سے تھے۔  
 ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے سب کا اشتیاقِ میزبانی دیکھ کر  
 فرمایا کہ جس گھر کے سامنے میری اونٹنی ٹھہر جائے گی۔ میں اسی میں  
 قیام کروں گا۔ ناقد رسول حضرت ابویوبؓ کے گھر کے سامنے جا کر  
 بیٹھ گئی۔ وہیں آپؐ نے قیام فرمادیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یثرب کا  
 نام مدینۃ النبیؐ (پیغمبر کا شہر) مشہور ہو گیا۔ جو بعد میں صرف "مدینہ"  
 کہلانے لگا۔ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے "مہاجرین" کے  
 نام سے یاد ہونے لگے اور یثرب یعنی مدینہ کے مسلمان "انصار"  
 (نبی کے مددگار) کہلائے۔

## مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں قیام فرمانے کے بعد سب سے پہلا کام آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ بنو نجار کے دو یتیم بچوں سے زمین کا  
 ایک ٹکڑا خرید کر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں

حضورؐ نے خود بھی مزدوروں کی طرح کام کیا۔ یہ مسجد نہایت سادہ سی عمارت تھی جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں۔ ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے چھت پر کھجور کے پتے بچھا دیئے گئے۔ بارش کے موقع پر چھت کے ٹپکنے سے فرش پر کیچڑ ہوجاتی تھی اس لئے سنگریز بچھا دیئے گئے۔ مسجد کے متصل ایک طرف ایک مسقف چبوترہ تعمیر کیا گیا جو ان مسلمانوں کے لئے تھا جو گھبراہٹ میں رکھتے تھے۔ اور حضورؐ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہنے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت خیال کرتے تھے۔ مسجد سے متصل دوسری اطراف میں اثبات المؤمنین یعنی حضور اقدسؐ کی ازواجِ مطہرات کے لئے الگ الگ حجرے بنائے گئے جو کچی اینٹوں کے تھے بعض کھجور کی ٹیٹوں سے بنائے گئے تھے۔ ان حجرہوں میں سے ہر ایک کی لمبائی دس فٹ اور چوڑائی چھ فٹ یا سات فٹ تھی۔

## عقدِ مواخات

مسجد کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی سکونت و مصروفیت کا مستقل انتظام فرمانے کی طرف متوجہ ہوئے جو اس وقت تک انصارِ مدینہ کے مہازوں کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ مہاجرین کی کل تعداد ۴۵۰ تھی۔ حضورؐ نے انصار و مہاجر کو جمع کر کے فرمایا کہ تم لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اس لئے

میں ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کے درمیان عقد مہاجرات کا رشتہ قائم کئے دیتا ہوں۔ آپ نے انصار اور مہاجرین کے نام لے کر بھائی چارے کے اس رشتہ کا اعلان کر دیا۔ جو مہاجر کسی انصاری کے جیسے میں آیا وہ اُسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی املاک اور مال و سبب میں سے نصف حصہ بانٹ کر اپنے مہاجر بھائی کے سامنے پیش کر دیا۔ ایک انصاری سعد بن ربیعؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن عوفؓ کے سامنے یہ پیشکش بھی کی کہ میں اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں اُسے آپ اپنے عقد نکاح میں لے آئیں یہی سکن عبدالرحمنؓ نے یہ پیشکش منظور نہ کی۔ انصار کی املاک نخلستان تھے جس میں وہ غلے اور بنری کی کاشت بھی کرتے تھے۔ مہاجر تاجر پیشہ لوگ تھے نخل بندی اور کاشتکاری کا فن نہیں جانتے تھے اس لئے مہاجرین نے نخلستانوں میں سے حصہ لینا بھی قبول نہ کیا۔ انصار نے کہا کہ نخلستانوں کی خبر گیری کا کام ہم خود کریں گے اور اُن کے اثمار میں اپنے بھائیوں کو برابر کا شریک بنائیں گے۔ عبدالرحمنؓ بن عوفؓ مہاجر نے اپنے بھائی سے کوئی چیز لینا گوارا نہ کیا اور کہا کہ آپ مجھے بازار کا راستہ بتادیں۔ عبدالرحمنؓ نے کچھ پنیر اور کچھ گھی خریدا اور بازار کی راہ لی اور شام کو لوٹے تو اپنی ضرورت سے زیادہ کمالاتے تھے۔ یہ صاحب کچھ وقت گزرنے کے بعد مدینہ کے بہت بڑے تاجر بن گئے۔

حضرت ابراہیم صدیق نے مقامِ سح میں کپڑے کا کارخانہ کھول لیا۔ حضرت عمرؓ بھی مدینہ میں تجارت کا کاروبار کرنے لگے بھوڑی مدت میں اُن کی تجارت کا دامنِ شام اور ایران تک پھیل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے یہودی بنی قینقاع کے بازار میں کھجوروں کی دکان کھول لی۔ غرض مہاجر اپنے انصار بھائیوں کے لئے بارِ ثابت نہ ہوئے۔ وہ محنت کی روٹیاں توڑنے کے لئے دہاں نہیں گئے تھے۔ انصار اور مہاجرین نے اس شہرِ موانع کو زندگی بھر اس خوش اسلوبی اور ایثارِ بیشک کے ساتھ قائم رکھا کہ اس کی مثال دو سگے بھائیوں کے درمیان بھی مشکل سے ملے گی۔

## ۔ یہود مدینہ سے معاہدہ

۱۲۳ھ

شہرِ مدینہ کے اندر چند محلے اور بازار ایسے تھے جن میں یہودی بستے تھے۔ مدینہ کے نواح میں بھی یہودیوں نے دور دور تک اپنی بستیاں آباد اور قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ یہودیوں کے تین بڑے خاندان بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ مدینہ کے عرب قبیلے اوس اور خزرج آپس کی خانہ جنگی کے باعث بہت کمزور ہو چکے تھے ان کے مقابلے میں یہودی زیادہ طاقتور۔ زیادہ منظم اور زیادہ



مالدار تھے۔ اس لئے عربوں کو ان کے سامنے دَب کر رہنا پڑتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے چاہا کہ غیر مسلم مسیاتیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعاقباتِ اضعِ یعیث اور منضبط ہو جائیں چنانچہ آپ نے رسولانے یہود سے بات چیت کی اور فریقین کی رضامندی سے ایک معاہدہ لکھا کیا جس کی شرطیں حسب ذیل تھیں :-

۱۔ خون بہا اور فدیہ کا جو دستور پہلے سے چلا آ رہا ہے وہ آئندہ بھی قائم رہے گا۔

۲۔ فریقین کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ کوئی فریق دوسرے کے مذہبی امور سے تفرق نہیں کرے گا۔

۳۔ یہود اور مسلمان ایک دوسرے کے حلیف ہوں گے۔ باہم دوستا برتاؤ قائم رکھیں گے۔

۴۔ اگر یہود یا مسلمانوں کو کسی قبیلے فریق سے جنگ پیش آجائیکا تو معاہدہ فریق اس کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینہ پر کوئی تیسری طاقت چڑھائی کرے گی تو دونوں فریقیں مل کر اس کا مقابلہ کریں گی۔

۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی شریک صلح سمجھا جائے گا۔ مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ سمجھی جائے گی۔

۸۔ معاہدہ کی شرطیں ظاہر کر رہی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ قریش مکہ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے خود مدینے پر چڑھائی کریں گے یا عرب کے دوسرے قبیلوں کو ایسا کرنے کے لئے اکسائیں گے۔ اس خطرے کے پیش نظر آپ نے یہودیوں سے جو مدینہ اور اس کے نواح میں آباد تھے۔ متذکرہ صدر معاہدہ کرنا ضروری سمجھا۔

## اذان

اسی سال یعنی ۱۱ھ ہجری میں مسلمانوں کو نماز پڑھانے اور جمع کرنے کے لئے اذان دینے کا طریق اختیار کیا گیا۔ مجلس مشاورت میں بوق و ناقوس اور جس و ظم وغیرہ کی تجویزیں بھی پیش ہوئیں لیکن اذان دینے کی تجویز جو حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی رسول اکرمؐ اور جملہ صحابہ کرام کو پسند آئی + اور یہی اختیار کر لی گئی۔

## تحويل قبلہ

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثار مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن عرب کے مشرکوں کا قبلہ خانہ کعبہ تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کی طبیعت میں ہمیشہ یہ خلجان رہا کرتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی مسجد اور عبادت گاہ یہی خانہ کعبہ ہے جس پر بت پرست

مشرک قبضہ کئے۔ بیٹھے ہیں اور اللہ کے اس گھر کو جو نماز پڑھنے والوں کے رکوع و سجود کرنے والوں اور طواف کرنے والوں کے لئے حضرت ابراہیم نے بنایا تھا جس کے بنانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہاں آکر خدا کی ہستی کو ایک ماننے والے عبادت کیا کریں۔ لیکن خدا کے صفات و صریح حکم کی عدم موجودگی میں انہوں نے اہل کتاب یعنی خدا اور اس کے رسولوں کو ماننے والے لوگوں کی بیروی میں بیت المقدس ہی کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیتے رکھا کیونکہ تمام انبیائے سابقہ مسلمانوں کے نزدیک بھی ویسے ہی محترم تھے جیسے وہ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک واجباً تعظیم چلے آ رہے تھے۔ شعبان ۱۰۳۰ ہجری میں جب کہ حضور سرور کائنات نماز باجماعت پڑھا رہے تھے خدائے پاک کا حکم نازل ہوا۔

قَوْلٌ وَجَّهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ - (بقرہ)

(پس اے پیغمبر! تو اپنا منہ مسجد حرام کی جانب پھیر لے۔

اور اے مسلمانو! تم جہاں بھی ہو اس کی طرف منہ پھیر لیا کرو)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی اطاعت کی ان کے ساتھ ہی مسلمانوں نے بھی اپنے رخ مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کی طرف پھیر لئے۔ جو یہود و محض منافقت سے مسلمانوں کی نماز میں شامل ہو رہے تھے۔ وہ ایسا کرنے سے باز رہے اور الگ ہو گئے۔ اس کے بعد تحویل قبلہ

کے سلسلے میں چند آیات نازل ہوئیں جن میں یہود کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور بتایا گیا کہ قبلہ عبادت کے لئے مقصود بالذات شے نہیں مہی نیکل تر یسے کہ انسان خدا پر ۔ قیامت پر ۔ فرشتوں پر ۔ خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ۔ اور اس کی محبت میں اپنے رشتہ داروں ۛ یموں ۛ سکینوں ۛ میافرو اور غلاموں پر اپنا مال خرچ کرے ۛ اسلام کی تاریخ میں یہ تحویل قبلہ کا واقعہ بھی بڑا اہم تھا جس نے مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے ایک الگ اور ممتاز قوم بنا دیا ۛ

---

# کُفر و اسلام کی معرکہ آرائیاں

## غزوہ بدر ۲؎

### دفاعی پیش بندیوں

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مہاجر و انصار متبعین کو یقین کامل تھا کہ قریش مکہ انہیں مدینے میں بھی جین کی نیند نہیں سونے دیں گے۔ اس لئے حضور عام طور پر راتوں میں جاگتے رہتے اور جب استراحت فرمانا چاہتے تو کسی صحابی کو پہرے کی خدمت پر مامور فرما دیا کرتے تھے۔ اسی خطرے کے پیش نظر آپؐ نے مدینہ کے انصار سے اس بات پر بیعت لے رکھی تھی کہ اگر قریش نے مہاجرین سے لڑنے کی خاطر مدینے پر چڑھائی کی تو وہ لڑائی میں مہاجرین کا ساتھ دیں گے۔ اسی خطرے کے باعث آپؐ نے ہجرت کے سال اول میں مدینے کے یہودیوں سے باقاعدہ معاہدہ طے کیا جس کا ذکر گزشتہ فصل میں کیا جا چکا ہے۔ اُدھر مکہ کے قریشی مسلمانوں کو ایک جائے امن مل جانے کے باعث ان گاروں پر کوٹ پڑے تھے۔ اور یہ سوچتے رہتے تھے کہ مدینہ سے مسلمانوں کے استیصال کی کیا صورت اختیار

کی جائے۔ مدینہ میں حضورؐ کی تشہیت آدمی کے چند روز بعد روئے مگر  
نے مدینہ کے ایک رئیس قبیلہ عبداللہ بن ابی کو چشمی لکھی کہ تم نے ہمارے  
آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ آسے اور اس کے ساتھیوں کو  
قتل کر ڈالو یا اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے  
ہیں کہ ہم مدینے پر حملہ کریں گے اور ان کے ساتھ تمہیں بھی فاکر کے  
تہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

عبداللہ بن ابی رسول اکرمؐ کی ہجرت سے پہلے مدینے کے عربوں  
کا رئیس اعظم تھا اور لوگ تجویزیں کر رہے تھے اور اس کے سر پر تاج  
پہنا کر اسے اپنا بادشاہ بنالیں۔ لیکن مدینہ کے لوگوں میں اسلام کی اعتقاد  
نے جھاکا رخ پلٹ دیا۔ اس لئے عبداللہ بن ابی اپنے دل میں سولہ  
اور دین اسلام سے سخت کدورت رکھتا تھا۔ اور اپنی قوم کی اکثریت  
کے میلان سے مغرب ہو کر محض ظاہری طور پر مسلمان بنا ہوا تھا۔ اس  
چشمی کی اطلاع پا کر رسول اکرمؐ عبداللہ بن ابی کے پاس گئے اور اسے  
سمجھایا کہ کیا تم قریش مکہ سے ڈر کر اپنے ہی بیٹھوں اور بھائیوں  
سے لڑو گے؟ انصار مدینہ چونکہ مسلمان ہو چکے تھے اور حملہ کی صورت  
میں قریش کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے اس لئے عبداللہ  
بن ابی کچھ نہ کر سکا۔ البتہ مسلمانوں سے بعض رکھنے کا روگ اس کے  
دل ہی دل میں پرورش پاتا رہا۔

اپنی ذن قبیلہ اس کے رئیس اعظم سعد بن معاذ عمرے (خانہ کعبہ

کا طواف کی نیت سے کئے گئے اور اپنے قریشی دوست اور  
میزبان امیہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے۔ ایک دن ابو جہل نے انہیں  
امیہ کے ساتھ دیکھ پایا اور پوچھا یہ کون ہیں۔ امیہ نے بتایا کہ  
یہ مدینہ کے رئیس سعد بن معاذ ہیں۔ ابو جہل بولا کہ اگر تم امیہ کے  
ساتھ نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ کیونکہ تم نے ہمارے مرموں  
کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ میں نہیں دیکھ سکتا کہ تم کعبہ کی زیارت  
کے لئے آؤ۔ سعد نے جواب دیا: اگر قریش نے ہمیں کئے آنے سے  
روک دیا تو ہم ان کی تجارتی راہ کو جوشم کی طرف مہینے کے قریب  
سے جاتی ہے بند کر دیں گے۔

عربوں کے جو قبیلے مکہ سے مدینے کی طرف جانے والے راستے  
پر آباد تھے وہ بھی دوسرے عرب قبائل کی طرح قریش کے زیر اثر تھے۔  
اس لئے مسلمانوں کو ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا کہ یہ قبیلے قریش کی  
شہ پا کر کسی وقت مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے حضرت رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے داخلی اختلالات درست کرنے کے  
بعد ان قبائل کو اپنا حلیف بنانے یا ان کے ساتھ صلح کے معاہدے  
طے کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلسلہ ہجری کے آغاز ہی سے رسول  
خدا نے مہاجر مسلمانوں کی ٹولیاں مدینے سے باہر بھیجنے کی مہم شروع  
کر دی۔ سب سے پہلے قبیلہ جہینہ کے پاس مسلمانوں کی ایک جمعیّت  
بھیجی گئی جس نے اس قبیلے کے ساتھ غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ

طے کیا۔ رؤسائے قبیلہ نے تحریر لکھ دی کہ وہ قریش مکہ اور مسلمانانہ دونوں کے ساتھ یکساں تعلقات رکھیں گے اور جنگ کی حالت میں دونوں سے اٹکے ہیں گے۔ اس طرح ایک دو اور مہمیں بھی نواحی قبائل میں بھی گئیں جن میں رسول خدا بنی نعیر، بنی شریک، بنی قحط، بنی سہم کی مہمیں چالیس چالیس اور پچاس پچاس کی ٹولیوں میں جایا کرتی تھیں۔ ان میں شامل ہونے والے مہاجر سلحہ ہمارے تھے۔ لیکن جدال و قتال سے محترز رہتے تھے۔

مفسر مسند ہجری میں رسول خداؐ ساٹھ مہاجرین کی ایک مہم لے کر البواء کے مقام تک گئے جو مدینہ سے مکہ جانے والے راستے پر آٹھ منزل کے فاصلے پر یعنی مدینہ سے کوئی اسی میل دور واقع تھا۔ اس مقام پر حضورؐ نے چند روز قیام فرمایا اور قبیلہ بنو منقرہ سے جو اس علاقے میں آباد تھا حسب ذیل معاہدہ طے کیا۔  
 یہ اللہ کے رسول محمدؐ کی تحریر ہے بنو منقرہ کے لئے ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہے گا اور اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو اس کے مقابلے میں ان کی مدد کی جائے گی الا یہ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے میں لڑیں۔ پیغمبر جب ان کو مدد کے لئے بلائیں گے تو انہیں مدد کو آنا ہوگا۔  
 ادھر کفار قریش بھی اسی قسم کی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔



ربیع الاول سلسلہ ہجری میں مکہ کے ایک بنیس کوز بن جابر فہری نے  
گنہگار کی ایک جمعیت لے کر مدینہ کی حیدر گاہ پر حملہ کیا اور رسول اکرم  
کے پریشی ٹوٹ لئے مسلمانوں نے اس جمعیت کا تعاقب کیا لیکن وہ  
بچ کر نکل گئے۔

اس واقعہ کے تین ماہ بعد جمادی الثانی میں رسول اکرم دوسو ہاجرین  
کی جمعیت لے کر مدینہ سے نومنزل کے فاصلے پر ذوالعشرہ کے مقام  
تک گئے اور بنو مدلیج سے جو بنو ضمرہ کے حلیف تھے۔ انہی شرطوں پر  
معاہدہ طے کیا۔ جو بنو ضمرہ کے ساتھ کی گئی تھیں۔

## جنگ چھڑ گئی

رجب سلسلہ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ  
بن جحش کی سرکردگی میں بارہ آدمیوں کی ایک ٹولی بن نخلہ کی طرف بھیجی۔  
لبن نخلہ مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے شبانہ روز کی مسافت پر  
واقع ہے۔ عبداللہ بن جحش کو اس مطلب کا تحریری حکم دیا گیا تھا کہ لبن  
نخلہ میں محشر کر قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ اور اطلاع دو۔ لیکن  
سکاؤٹس کی یہ ٹولی قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جو شام سے  
تجارت کا مال لے کر مکہ جا رہی تھی ٹکرائی گئی۔ عبداللہ بن جحش نے  
اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن میں ایک آدمی عمرو بن الحضرمی مارا گیا۔ دو  
گرفتار کر لئے گئے اور عبداللہ اس جماعت کے سامان کو مال غنیمت

سمجھ کر مدینے لے آیا۔ رسول اکرمؐ نے مال غنیمت کو ہاتھ تکٹے لگایا اور عبداللہ سے کہا کہ میں نے تمہیں لڑنے کی اجازت نہ دی تھی۔ صحابہ کرام عبداللہ پر سخت برہم ہوئے۔

کفر اور اسلام غلط اور نادر۔ باطل اور حق تو اسی دن سے آپس میں برسرِ پیکار ہیں جس دن خدائے وحدہ لا شریک نے اپنی جانی بوجہی مصلحتوں کے پیشِ نظر انہیں پیدا کیا تھا مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی حالت اسی دن سے چلی آرہی تھی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنیبری کا منصب پا کر ان کی ہدایت کے لئے آواز بلند کی تھی۔ بت پرستوں نے ایک دوسرے کے مذہبی عقائد سے تعارض نہ کرنے کی وہ پیشکش بھی ٹھکرا دی تھی جو محمد رسول اللہؐ نے خدائے حکم سے ان کے سامنے پیش کی محبت پرست مسلمانوں کو اپنے طریق سے اللہ کی عبادت کرنے۔ قرآن پڑھنے اور اپنے دین کی تبلیغ کرنے کا حق نہیں دیتے تھے۔ مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان بنائے نزاع۔ یہی تھی جو شروع ہی سے چلی آرہی تھی مسلمانوں کو اس فطری حق سے محروم رکھنے کے لئے کفار مکہ نے ان پر جیسے جیسے جبر کئے اور ستم ڈھائے ان کی داستانِ اوراق ماضی میں بیان کی جا چکی ہے۔ کفار کے انہی سلم و تشدد کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں پر مکہ میں رہنا سخت بوجھ ہو گیا اور وہ مدینے کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کفار نے انہیں وہاں بھی چین سے

نہ رہنے دیا اور اُن کو فتنہ کرنے کے لئے تدبیر کے گھوڑے دوڑانے لگے۔ اس حال میں مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے قتال کی اجازت مل گئی اور ماہ صفر سنہ ہجری میں پیغمبر خدا پر خدا کا کلام نازل ہوا:-

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّا لَنُؤَيِّدُ  
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ

رجن لوگوں سے جنگ کی جاتی ہے انہیں بھی لڑنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اللہ انکی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

نیز یہ:-

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں؟ خدا کی طرف سے یہ اجازت اور یہ حکم پا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام دفاعی سرگرمیاں شروع کر دیں جن کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ انہی سرگرمیوں کے سلسلے میں عبداللہ بن جحش کے ساتھیوں مکہ کا ایک شخص عمرو بن الحضرمی لڑائی میں مارا گیا۔ ابن حضرمی قریش کے مقتدر گھرانے کا آدمی تھا۔ دو اور آدمی عثمان اور نوفل بھی جو عبداللہ بن جحش کی لڑائی کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے۔ قریش کے معزز خاندانوں کے افراد تھے۔ دوسرے قریش نے اس واقعہ کو قریش کی آتش غضب کو بھڑکانے

کے لئے خوب استعمال کیا۔ اور انہیں بتایا کہ عمرو بن الحضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ مدینے پر چڑھائی کر کے محمدؐ اور اس کے پیروؤں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ دو سالے قریش اس واقعہ سے پہلے ہی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ سے چند ماہ پہلے ان کا تجارتی قافلہ مکہ کے رئیس اعظم ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کو گیا تھا۔ وہ اہل مکہ کی ساری تجارتی ثروت کو لے کر گیا تھا تاکہ اس سفر میں زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جائے اور اس نفع سے اس مہم کے مصارف نکالے جائیں جس کی وہ اندر ہی اندر تیاریاں کر رہے تھے۔ ابن حضرمی کے قتل نے انہیں غمناک کر دیا اور اشتعال دلانے کی ایک دوسری وجہ مہیا کر دی بعض مورخ لکھتے ہیں کہ قریش نے محض ابن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں پر چڑھائی کی لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ اس واقعہ سے چند ماہ پیشتر ہی سے اپنی اپنی جنگی تدابیر کو معرض عمل میں لاد رہے تھے۔ اور قریش کی ایک ایسی ہی ہراول پارٹی جا رہا تھا پہلے کر بن جابر فہری کی سرکردگی میں مدینہ کی چراگاہ پر سر پھاپا مار چسک تھی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ فریقین کی ابتدائی نقل و حمل کے دوران میں پہلا خون جہیز میں پرگرا وہ قریش مکہ کے ایک آدمی کا تھا۔

دو سالے قریش نے اپنی جنگی مہم کو اور بھی طاقتور بنانے کے

لئے اہل مکہ میں مشہور کر دیا کہ مسلمان قریش کے اس تجارتی قافلے کو لوٹ لیں گے جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے آنے والا ہے۔ جنگ چھڑ جانے کی حالت میں ان کا یہ اندیشہ بے بنیاد بھی نہ تھا۔ متحارب فوج کے تجارتی اور غنیمت تجارتی قافلوں کو روکنا ایک عام جنگی چال ہے جس پر لڑنے والے فریق ہمیشہ سے عمل کرتے چلے آئے ہیں۔

## عساکر کی تیاری اور کوچ

ابن حضرمی کے قتل کی اطلاع پانے پر مکہ اور مدینہ دونوں جنگی معرکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ قریش کے تمام بڑے بڑے رئیس ایک ہزار نفوس کی جمعیت لے کر بڑے ٹھانڈے کے ساتھ نکلے سے نکلے۔ ایک ہزار جنگی مردوں کے ساتھ لشکر میں جوڑائی کے ساز و سامان سے پوری طرح مستعد تھا ایک سو سوار بھی تھے۔ سامانِ رسد میں اونٹوں کی کافی تعداد ان کے ساتھ تھی۔ جن میں سے دس اونٹ ہر روز ذبح کر کے لشکر کو کھلائے جاتے تھے۔ قریش کا لشکر منزل بہ منزل بڑاؤ کرتا ہوا مدینے کی طرف چل پڑا۔ اور بتر بدر کے مقام پر مسلمانوں کی اس جمعیت کے بالمقابل ہو گیا جو مدینے سے نکل کر منزلیں مارتی ہوئی اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ ہمدکی ہادی مکہ سے دو منزل اور مدینہ سے سات منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ مسافت بتا رہی ہے کہ قریش کا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے کئی دن پہلے میدانِ جنگ

طرف کوچ کر چکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کوچ کی اطلاع پانے کے بعد مدینہ سے مسلمانوں کی مختصر سی جمعیت لے کر روانہ ہوئے ۔

مسلمانوں کے لشکر کی تیاری کے حالات یہ ہیں کہ قریش کے لشکر کی روانگی سے مطلع ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے ذی اثر اکابر کی مجلس مشاورت طلب کی ۔ اور انہیں قریش کی نقل و حرکت کی اطلاع دے کر پوچھا کہ کیا ارادے ہیں ؟ پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ تقریر کے لئے اُٹھے اور جہاد کے لئے بدل و جہاد آمادہ ہونے کا یقین دلایا ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم سب آپ کے حکم پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی رائے دریافت کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ وعدہ تھا کہ جب قریش مدینہ پر چڑھائی کریں گے تو وہ بھی ان کے مقابلے کے لئے نکلیں گے ہاں وعدہ کے ایفا کا وقت آگیا تھا ۔ آنحضرتؐ کے تامل و انتظار کو بھانپ کر قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن جہادؓ نے کہا کہ وہ آیا حضور ہماری رائے معلوم کرنے کے خواہاں ہیں ۔ خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمنہ میں کود پڑیں ۔ ایک اور انصاری مقتداؓ نے کہا ۔ یا رسول اللہ ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑتے پھریں ہم یہاں بیٹھے ہیں ۔ ہم لوگ آپ کے دائیں ۔ بائیں سامنے اور پیچھے لڑیں گے اور پر فائدہ فار اپنی جانیں

راہ حق میں مشربانِ کریم گئے ؟

انصار کا یہ عزم اور جوش دیکھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ فرطِ مسرت سے متملاً اٹھا مسلمانوں کو جہادِ قتال کے لئے کوج کا حکم دے دیا گیا۔ شمولیتِ جبری نہ تھی صرف وہی مسلمان ساتھ لئے گئے جو اپنے شوق اور اپنی رغبت سے اس مہم پر جانے کے لئے آمادہ تھے۔ کوج کے وقت شہر سے ایک میل کے فاصلے پر جاکر لشکر کا جائزہ لیا گیا۔ کسن بچوں کو واپس کر دیا گیا۔ ایک سچے اس جھانٹی پر رو پڑا۔ اسے لشکر کا ساتھ دینے کی اجازت مل گئی مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ہر لشکر کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور بار برداری اور رسد کے لئے چند اونٹ مسلمانوں کے پاس شمشیریں نیزے اور تیر قو بیشک تھے لیکن خود ذرہ بکتر اور چار آئینہ سے سجھے ہوئے سوار مے ان میں کہیں نظر نہ آتے تھے ۔

## بدر کا میدان

مسلمانوں کا یہ لشکر ۱۲ رمضان سنہ ہجری کو شہرِ مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور ۱۴ رمضان کو بدر کی وادی میں پہنچا۔ روانگی سے پہلے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے انتظام کے لئے ابوالبابہ بن المنذر نامی ایک شخص کو حاکم مقرر کر دیا کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا

کہ کہیں مدینے کے یہود اور منافق راہیے لوگ جو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے لیکن دلوں میں مسلمانوں کے ساتھ عناد رکھتے تھے (قریش کی شہ پاکر فساد برپا کر دیں)۔

لشکر جب بدر کے مقام پر پہنچا تو دیکھ بھال کرنے والے مجزوں نے اطلاع دی کہ قریش کا لشکر داؤدی بدر کے دوسرے سرے تک پہنچ چکا ہے۔ لشکر اسلام نے وہیں ڈیرے ڈال دیئے جناب بن مخنف نے پیغمبر خدا سے پوچھا کہ آپ نے کیمپ لگانے کے لئے یہ جگہ وحی کی رو سے اختیار کی ہے یا فوجی تدبیر سے رسول خدا نے جواب دیا کہ وحی کی رو سے نہیں بلکہ اپنی راستے سے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ جناب نے کہا میری رائے یہ ہے کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیں اور اس پاس کے کنوئیں بیکار کر دیئے جائیں۔ آپ نے جو اہل وقت سپہ سالار اور امیر افواج کی حیثیت سے کام کر رہے تھے جناب کی رائے پسند فرمائی۔ اور اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔

## طرفین کے جنگی مقاصد

مسلمانوں کا لشکر دو جنگی مقصد لے کر نکلا تھا۔ ایک یہ تھا کہ قریش کے اہل تجارتی تعلقے کو مال و دولت سمیت گرفتار کر لیں جو ابوسفیان کی سرکردگی میں مکہ شام سے واپس آ رہا تھا اور جس کی آمد آمد کی اطلاع مدینہ میں عام ہو چکی تھی۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ اگر مکہ سے آنے والی



فوج سے ڈبھڑ ہو جائے تو اس سے لڑکر دلوں کے وصلے نکال لئے جائیں۔ بدریہ مسلمان لشکریوں نے قریش کے ایک ہراول دستے کا ایک شخص جو بنی حجاج کا حبشی غلام تھا گرفت کیا۔ اُسے اپنی فرود کاہ میں لا کر اس سے ابوسفیان کے قافلے کا حال پوچھنے لگے۔ وہ کہتا تھا کہ ابوسفیان کی تو مجھے خبر نہیں البتہ ابوجہل۔ عقبہ شیبہ۔ امیہ اور قریش کے دوسرے سردار آ رہے ہیں۔ مسلمان اُسے مارتے تھے لیکن وہ یہی جواب دیتا تھا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے فارغ ہوئے تو آپ نے کہا کہ جب وہ صبح کہتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو جب جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اُسے جھوٹ دیتے ہو۔ اہل مدینہ کے بعض لشکری دل سے چاہتے تھے کہ ابوسفیان کا قافلہ ان کے ساتھ لگ جائے تاکہ کفار مکہ کی ساری دولت و ثروت انہیں مالِ غنیمت کے طور پر مل جائے لیکن ابوسفیان راستہ کاٹ کر کسی اور راستے سے بیچ کر نکل گیا اور مسلمانوں کو سب سے پہلی لڑائی ایسی لڑنی پڑی جس میں مالِ غنیمت کے لالچ کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس طرح بدر کی جنگ جس کا

لہ یہ واقعہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو حضرت انسؓ کی روایت سے خذیا گیا یونف  
لہ سورہ انفال میں جو غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی آیا ہے :-

رَاٰیْعِدُّكُمْ اللّٰهُ اِخْدَتِي الْقَاتِلَيْنِ - اِنَّهَا لَكُمْ وَاَنْتُمْ دُونَ اَنْ  
تَعْرِذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَاَسِيرِيْكُمْ اللّٰهُ اَنْ يُّحَقِّقَ الْحَقَّ بِكَلِمَتِهِ  
بقیہ صفحہ ۱۲۵

حال ہم بیان کر رہے ہیں محض کفر و اسلام کی آدرش بن کر رہ گئی ۔  
ایک طریق کا مقصد وحید دین اسلام کو صغیر ہستی سے نیست و نابود کر دینا تھا  
وہ سراسر فریق اس دین کی حفاظت و بقا کے لئے جان و تنہا پر رکھ کر حاضر  
ہو چکا تھا ۔

۱۸ رمضان کو قریش کی فوج نے اسلامی لشکر کے سامنے اکڑ دیے  
ڈال دیئے ۔ قریش کے بعض سردار لڑائی سے جی چڑا رہے تھے ۔ لیکن ابو جہل  
کے غیرت دلائے بربسب جو انفرادی کسم پورہ کھانے پر آمادہ ہو گئے قبیلہ  
زہرہ اور عدی کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان تجارتی قافلے کو بچا کر  
لے گیا ہے تو انہوں نے جنگ میں شامل ہونا مناسب نہ سمجھا اور واپس  
چلے گئے ۔ یہ لوگ محض قافلے کی حفاظت کے خیال سے آئے تھے ۔ لیکن  
قریش کے بڑے بڑے رئیسوں کا خیال یکسر اور تھا ۔  
روسائے قریش نے عمرو بن الحضرمی کے قتل کو بھی اشتعال کا بہانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ ۱۲۵ وَيَقَطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُتَقَيَّ الْحَقُّ وَيُجْلَلَ الْبَاطِلُ  
وَكَوْكَبُهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ (جب خدا ختم سے وعدہ کیا کہ قریش کے دو گروہوں  
میں سے ایک تمہارے لئے ہو چکا اور تم دہل سے چلے جئے تھے کہ تمہارے لئے وہ گروہ ہو جو  
کائناتوں سے خالی ہے (یعنی تجارتی قافلہ) لیکن خدا چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے حق کو حق کر دکھائے  
اور کافروں کی پیٹھ کاٹ ڈالے ۔ تاکہ حق حق ٹھہرے اور باطل مٹ کر رہ جائے خواہ یہ بتا  
نہجروں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو ۔

بنایا تھا۔ لیکن جنگ سے ایک روز پہلے ابن حزام نے اپنے لشکر کے سردار عقبہ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آج کے دن کو اپنی ابدی یلوگا بنا سکتے ہیں؛ عقبہ نے اس کی ابدی ثورت دریافت کی تو حکیم نے کہا کہ آپ ابن حضرمی کے حلیف ہیں اس کا خون بہا اپنی جیب سے ادا کریں۔ قریش مطمئن ہو جاتیں گے۔ عقبہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ لیکن جب ابو جہل سے مشورہ کیا گیا تو اُس نے عقبہ کو طعن دیا کہ وہ نامردی کر رہا ہے اور لڑائی سے جی پھرتا ہے عقبہ نے کہا کہ اچھا کل کو تم دیکھ لو گے کہ نامردی کا دماغ کون اٹھاتا ہے؟

## صف بندی

رات کو بارش ہو گئی جس جانب اسلام کے لشکر کا کیمپ تھا وہاں زمین میں سیلی مٹی بارش ہونے سے اس کی تہ جم گئی۔ قریش کا کیمپ چکنی مٹی کے باعث کیچڑ سے بھر گیا۔ اور انہیں چلنے پھرنے میں دقت محسوس ہونے لگی مسلمان جو خدا کی راہ میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو کر آئے تھے۔ رات بھر چین کی نیند سوتے۔ قریش آنے والی صبح کے واقعات کے تصور میں جا گتے رہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ صبح مسلمانوں کو نماز کے لئے جگایا۔ بارش ہو جانے کے باعث پانی فراوان تھا سب نے وضو کیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے وحی تربیت کے مطابق صفیں درست کیں۔ افسروں کو علم عطا فرمائے۔

صبح ہوتے ہی مومنین قانتین کی صفیں قتال کے امتحان میں گزرنے کے لئے آمادہ کھڑی تھیں۔ اور خدا کا رسولؐ دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک عجیب محویت اور بے خودی کے عالم میں کھڑا دُعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "اے الہ العالمین جس نصرت کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما۔ اگر یہ مٹھی بھر نفوس آج مٹ گئے تو قیامت تک تیری پرستش کرنے والا اور تیرا نام لینے والا کوئی شخص پیدا نہ ہو گا۔"

## زہرہ گداز منظر

فوجیں بالمقابل ہوئیں تو طرفین کے اکثر دھڑکتے ہوئے دلوں نے محسوس کیا کہ آج اپنے ہی بھائیوں۔ عزیزوں۔ قریبی رشتہ داروں اور بزرگوں سے نبٹنا ہے۔ کفار اور مہاجر مسلمان ایک قوم کے افراد تھے اور کئی قسم کے خونی رشتوں سے آپس میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کیفیت بھی نظر آ رہی تھی کہ قریش کے میر لشکر عقبہ کا جگر بند مسلمانوں کی صف میں باپ کے بالمقابل کھڑا ہے۔ محمدؐ کا چہیتا چچا عباس کفار کی فوج میں ہے۔ صدیق اکبرؓ اسلامی فوج میں ہیں تو ان کا بیٹا کفار کی فوج کا ایک چمکتا ہوا ستارہ نظر آ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے ماموں بھتیجے اور بھانجے دشمن کی صفوں میں کھڑے ہیں۔ حضرت علیؓ زادہ ہیں تو ان کے بھائی عقیل دوسری جانب ہیں۔ غرض کہاں تک شمار کیا جائے طرفین کے اکثر افراد اسی کیفیت کو

محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ایک طرف خدائی دین کی حفاظت و مدافعت کا جذبہ فراقاں کا رشتہ تھا اور دوسری جانب قومی طیرت و حمیت اُچار رہی تھی۔ اس لئے طرفین میں سے کسی کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی نہ

## مبارزوں کی لڑائیاں

اس دور کے طریق جنگ کے مطابق پہلے دو زوں طرف سے مبارز میدان میں نکلے۔ سب سے پہلے عمرو ابن العاصی کا بھائی عامر حفصی سامنے آیا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عمرؓ کے غلام مہجع نے مقابلہ کیا۔ مہجع مارا گیا۔

ازاں بعد قریش کے لشکر کا سردار عتبہ اپنے بھائی اور بیٹے کو لیکر آگے نکلا۔ ان کے مقابلے کے لئے تین انصار عوف بن معاذؓ اور عبید اللہ بن رواحہ آگے بڑھے۔ عتبہ نے نام و نسب پوچھا۔ جب اُسے

---

سنا کہ یہ عرب کے مسلمانوں کو اپنے عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں سے لڑنے کی جو کیفیت پیش آئی بعینہہ اسی قسم کی کیفیت جنگ مہجارت میں کروڑوں کے مقابلے میں پانچ سو کو پیش آئی تھی۔ پانچ سو کا ہیرو وار جن یہ حال دیکھ کر بڑل ہوتا چلا جلد تھا کہ شری کرشن نے حق و باطل کی معرکہ آرائی پر نہایت ہی پرمغز تقریر کر کے اس کی جواب دہی ہوئی۔ ہمت کو ابھارا اور اُسے مجرموں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ کیا۔

فسری کرشن کا یہی وعظ ”گیتا“ کہلاتا ہے جسے ہندو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ مختلف

بتایا گیا کہ وہ انصار مدینہ میں تو اس نے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجو انصار! بچے ہٹ آئے اور پیغمبر خداؐ کے حکم سے حمزہؓ علیؓ عبیدہؓ آگے بڑھے۔ عتبہ نے کہا کہ اب ٹھیک ہے۔ جنگ ہونے لگی۔ حمزہؓ نے عتبہ کو اور علیؓ نے ولید کو مار گرایا۔ لیکن شیبہ نے جو عتبہ کا بھائی تھا عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر علیؓ لپکے انہوں نے شیبہ کو مار گرایا اور عبیدہؓ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ عبیدہؓ کو حضورؐ کی زبان سے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ انہیں شہادت کا درجہ مل گیا ہے۔ وہ اس خوشی میں ابوطالب کا ایک شعر گانے لگے جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب ان کے گروڑ تہتے ہوتے مرحائیں اور ہماری بیویاں اور ہمارے بیٹے ہمیں بھلا دیں۔ اس کے بعد قریش کا ایک بہادر جو ابوکرش کہلاتا تھا۔ "صل من مبارذ کا نعرہ لگاتا ہوا نکلا۔ ادھر سے زبیر مقبلے کے لئے گئے۔ زبیر نے جلتے ہی اس زندہ پوش کی آنکھ میں جو سر سے پاؤں تک لوسے میں عشق تھا تاک کہ برہمی ماری جو دماغ تک اندر دھنس گئی۔ ابوکرش گر پڑا زبیرؓ نے اپنی برہمی اس کی لاش سے پاؤں اٹا کر بڑے زور سے نکالی سائی کے دوڑوں سے مڑ گئے تھے یہ

ملہ یہ برہمی حضرت زبیرؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی تھی اور اس کے بعد یاد کا کلمہ پر خلفائے اربعہ راشدین کے پاس ہی۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو مل گئی۔ مولف

## گھمسان کا معرکہ

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی قریش کا جم غفیر عام ہلے کے لئے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے اسے تیوں پر یا پھوڑی دیر بعد دونوں لشکر گٹھم گٹھا ہو گئے۔ طرفین کے بہادر اور جبری اشخاص داؤ شجاعت دینے لگے۔ مسلمانوں کی تعداد ہر چند قلیل تھی لیکن وہ کمال دل جمعی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ خدا کے رسول نے انہیں تبارکھا تھا کہ اگر وہ حق و باطل کے اس معرکہ میں مارے گئے تو اللہ کی راہ میں شہادت کا رتبہ پائیں گے۔ اور آخرت کی زندگی کی کامرانیاں اور سعادتیں ان کے قدم چومیں گی۔ قریش کی طرف صرف اسلام سے خنات اور قومی یا شخصی حمیت کا جذبہ کام کر رہا تھا۔ قریش کے سر باز مسلمانوں کی حیرت انگیز شجاعت اور پامردی ان کے فوق العادہ جوشِ فداکاری کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ ان کی ہمتیں جواب دینے لگیں۔ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ انصار کے دو نوجوان ابو جہل کا پتا پوچھ کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے باجم ہتھیہ کر رکھا تھا کہ وہ ابو جہل کو نہیں چھوڑیں گے خواہ اس کو شیش میں ان کی جانیں قربان ہو جائیں۔ چشم زدنی میں وہ اس کے سر پر تھے اور ابو جہل خاک و خون میں ٹوٹ رہا تھا۔ اللہ کے رسول نے اپنے لشکریوں کو قریش کے بعض اشخاص کے متعلق ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ رکوسائے قریش کے جبر سے

جنگ میں شامل ہوئے ہیں اس لئے انہیں بچانے کا خیال رکھا جائے۔  
 ان میں ایک ابوالنجتری بھی تھا وہ مجذرا انصاری کی زد میں آگیا۔ مجذرا  
 نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ کی ہدایت کے مطابق تجھے چھوڑ دیتا ہوں۔  
 ابوالنجتری نے پوچھا اور میرے رفیق کو؟ مجذرا نے جواب دیا "اسے  
 نہیں" ابوالنجتری نے کہا کہ میں عرب خاتونوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا  
 کہ ابوالنجتری نے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنی جان بچالی۔  
 ابوالنجتری یہ شعر پڑھتا ہوا حملے کے لئے آگے بڑھا۔

لَقَدْ يَمْلِكُ ابْنُ حُجْرٍ رَيْبُكُلَهُ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يَرَى سَبِيلَهُ  
 رشریف کا بیٹا اپنے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اسے  
 موت نہ آجائے یا وہ اپنی راہ کو نہ پالے

مسلمان مجاہدوں نے قریش کے سرداروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان  
 سے جنگ کی اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے لشکر  
 ہتھیار ڈالنے لگے۔ اور مسلمان انہیں گرفتار کرنے لگے۔

نزع انسانی کے جنگ جہال کی تاریخ میں یہ واقعہ بڑا ہی حیرت انگیز  
 تھا کہ تین سو کی قلیل جمعیت ایک ہزار فوج پر غلبہ حاصل کر لے۔ جنگ کے  
 خاتمے پر جائزہ لیا گیا تو قریش کے شر آدمی قتل اور قریباً اسی قدر  
 گرفتار ہو چکے تھے۔ باقی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے صرف چودہ آدمی  
 کام لے کر جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے کفار کی لاشیں ایک  
 کنویں میں ڈال دی گئیں۔ اللہ کے رسولؐ نے حکم دے دیا کہ جنگی اسیر



مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کے اہل الرائے اشخاص نے مجلس مشاورت منعقد کی کہ اسیرانِ جنگ کو کیا کیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ سب کو قتل کر دینا چاہیے۔ اور قتل کی یہ صورت ہو کہ ہر قبیلہ کی کو اس کا نزدیک رشتہ دار قتل کرے۔ حضرت صدیقؓ نے صلاح دی کہ ان سب کو زہر فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اکثریت فدیہ کے حق میں تھی۔ اس لئے اسی رائے پر عمل کیا گیا۔ قریش کے صرف دو رئیس عقبہ اور نضر بن حارث قتل کر دیئے گئے اور باقی زہر فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ یہ

لے ان واقعات کے بعد اللہ کے رسولؐ پر تسکین کی جو آیات نازل ہوئیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْوَى حَتَّى يُخَيَّرَ فِي الْأَرْضِ مَا يُرِيدُ مِنْ عَمَلٍ  
الدُّنْيَا قُلْ وَاللَّهِ يَرِيدُ الْأُخْرَىٰ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ وَلَا تَكُتُبُ مِنَ اللَّهِ  
شَيْئًا لَّسْتُمْ فِيهِمَا أَخَذْتُمْ عَذَابَ عَظِيمٍ ۚ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَذَرَ  
طَبَإٍ ۚ وَالْقَوْلَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي  
أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِنِ اتَّعَلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا فَيُؤْتِكُمْ خَيْرًا  
مِمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَلْيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

غزوہ بدر کے بعد اللہ کے رسول پر قرآن کی سورہ انفال نازل ہوئی جسے اس لڑائی کے حالات و کوائف پر خدا نے علیم وخبیر کا تبصرہ کہنا چاہیے۔ اس سورت میں مسلمانوں کو جنگ کا قانون دیا گیا جس پر وہ آئندہ جنگوں میں کاربند ہونے لگے۔

اس لڑائی نے قریش کی طاقت بہت کمزور کر دی۔ مکہ کے گھر گھر

بقیہ صفحہ ۱۳۳۔ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ الْجُنُودِ فَعَسَىٰ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ مِّنْهُم مَّا يَخِلُفُ أَعْيُنُهُمْ ۖ وَاللَّهُ بِمَا كَانُوا عَمِلُونَ عَٰلِمٌ (انفال)

(ہی کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ زمین میں اچھی طرح لڑنے سے پہلے قیدی پکڑنا۔ تم دنیا کی دولت چاہتے ہو لیکن اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اللہ قانا اور مانا ہے۔ اگر پہلے سے خدا کا فرشتہ موجود نہ ہوتا۔ جو جو کچھ تم نے قیدیوں سے لے لیا ہے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا ہے تم جو کچھ کہ تمہیں غنیمت میں ملا ہے وہ کھا و حلال و طیب ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اے نبی! تمہارے ہاتھ میں جو قیدی ہیں ان کے کپڑے دو اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی دیکھے گا تو وہ تم کو اس کے بدلے میں جو تم سے لے لیا گیا ہے بھلائی عطا کرے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر یہ قیدی تم سے خیانت کرنا چاہیں گے تو اس سے پہلے ہی وہ اللہ سے خیانت کر چکے ہیں۔ اسی لئے خدا نے انہیں تمہارے بس میں دے دیا اللہ باخبر اور داناست)

ان آیات کا ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو مسلمانوں کی یہ حرکت پسند نہیں آئی کہ وہ حق و باطل کی لڑائی کو دنیوی لالچ سے اکڑ رہے تھے۔ لہذا انہیں زبردستی کے لالچ سے قیدی

میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ با اثر لوگوں نے عوام کو بیڑ بکا کرنے سے منع کر دیا۔ اعراب باد یہ مسلمانوں کی طاقت کی دھاک بندھ گئی۔ مدینہ کے یہودی اس کے بعد اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے خطرے کا منہ سمجھنے لگے۔

گھروا اسلام کے درمیان گھمان کی یہ پہلی لڑائی ۱۹ رمضان ۶۲۷ء ہجری کو لڑی گئی مسلمانوں کے نزدیک اس پہلی جنگ میں حصہ لینے والے لوگ دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ فضیلت والے محبوب ہوتے ہیں کیونکہ محلّے پاک نے اپنے کلام میں اُن کے جہاد فی سبیل اللہ پر خوشنودی کا اظہار کیا اور جو لوگ اس مہم پر نہیں گئے تھے اُن کے متعلق کہہ دیا کہ کسی مفدوی کے سوا کوئی نہ بیٹھ رہے والے لوگ اُن کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں خدا کے نزدیک مجاہد کو دوسرو

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴ پکڑنے پر تنبیہ کی گئی اس قدر لے کر قیدی چھوڑ دینے پر بھی خدا نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اگر مسلمان اس لالچ سے بالارہ کر قیدی پکڑتے اور انہیں فدیہ لئے بغیر رہا کر دیتے یا انہیں اپنے پاس رکھ کر عین سلوک سے کام لیتے تو اُن میں سے اکثر برضا و رغبت مسلمان ہو جاتے۔ تبلیغ حق کی خاطر مسلمانوں کی یہ فراخ دلی خدا کو بہت بھاتی مسلمان اس سے قاصر رہ گئے اس لئے خدا نے قیدیوں سے وعدہ کر لیا کہ اگر وہ بھلائی کی راہ اختیار کریں گے تو اللہ انہیں اس سے زیادہ اجر دے گا جو اُن سے لیا جا چکا ہے۔ وہ خیانت کریں گے تو جس طرح وہ پہلے مسلمانوں کے قابو میں آچکے ہیں پھر بھی آجائیں گے۔

## غزوہ بنی قینقاع

مدینہ کے یہودی مسلمانوں کے معاہدے تھے۔ لیکن دل ہی دل میں اسلام کی ترقی سے بہت حسد رکھتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنیہ پہنچنے کے باعث ان کا وہ اثر و اقتدار زائل ہو رہا تھا جو انہیں مدینہ کے عربوں میں اپنے علمی اور مالی نفوذ کے باعث حاصل تھا۔ یہ لوگ مدینہ کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ عبداللہ بن ابی جریظ بن ہاشم ہر گھبراہٹ میں رسول اکرم اور دین اسلام کے ساتھ بغض رکھتا تھا۔ ان کی سازشوں میں درپردہ شریک ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جنگ بعاث کے واقعات کی یاد تازہ کرا کے اوس اور خزرج کو دوبارہ ملانے کے درپے رہتے تھے۔ جو آغوش اسلام میں آنے کی بدولت متحد ہو چکے تھے۔

غزوہ بدر کے بعد یہودی بنی قینقاع کی شرارتیں تیز تر ہو گئیں۔ ایک دن چند یہودیوں نے ایک مسلمان عورت سے جو بنو قینقاع کے بازار میں سے گزر رہی تھی چھیڑ چھاڑ کی۔ ایک مسلمان کو جو اُدھر سے گزرتا تھا طیش آ گیا۔ اور اس نے انہیں اس نازیبا حرکت سے روکا۔ یہودی اس سے آٹھ پڑے مسلمان نے تلوار نکالی اور ایک یہودی کو خاک و خون میں غلطان کر دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو

مار ڈالا۔ اس بلوے کی اطلاع پا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے پاس گئے اور انہیں شرار کوں سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ تم پر عجمی قریش بدر کی طرح اس کا عذاب نازل ہو" یہودیوں نے جواب دیا کہ "وہ قریش تھے جو مسلمانوں سے شکست کھا گئے۔ ہم سے پالا پڑا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کسے کہتے ہیں" بنو قینقاع کے یہودیوں کو معاہدہ یاد دلایا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس معاہدے کے پابند نہیں۔ جو جی میں آئے کرو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ گئے اور مسلمانوں کو بنو قینقاع سے لڑنے کا حکم دیدیا۔ بنو قینقاع اپنے قلعوں اور محلوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر انہوں نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق جو فیصلہ بھی کر دیں ہمیں منظور ہوگا۔ آپ نے انہیں شہر چھوڑ کر جلا وطن ہونے کی منادی۔ بنو قینقاع کے سات سو یہودی جن میں تین سو زہ پوش تھے۔ مدینہ سے نکل کر شام کے علاقہ اذرعات میں آباد ہو گئے۔

یہ مہم جنگ بدر سے ایک ماہ بعد شوال سنہ ہجری میں پیش آئی۔

## غزوہٴ مسویق

بدر کی لڑائی میں قریش کے بڑے بڑے رئیس۔ عقبہ۔ ابو جہل۔ شیبہ۔ ابوالخضری۔ زمعہ بن الاسود۔ عامر بن مشام۔ امیہ بن خلف۔

منہ بن الحاج وغیرہ مارے جا چکے تھے۔ اہل مکہ نے ابوسفیان کو جو بنو امیہ کے رئیس تھے مکہ کا رئیس اعظم بنالیا۔ ابوسفیان نے معرکہ بدر میں قریش کی شکست کی خبر سن کر قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ مقتولین بدر کا انتقام نہ لے گا اُس وقت تک نہ وہ اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ رئیس اعظم بننے کے بعد وہ دوسو شتر سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ سواروں کو پیچھے چھوڑ کر وہ پہلے مدینہ کے یہودی سردار کے پاس گیا تاکہ اُن کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ساز باز کرے۔

حمی ابن اخطب یہودی نے اُسے اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی لیکن بنو نضیر کے رئیس سلام ابن مشکم نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور مدینہ کے متعلق بہت سی مخفی باتیں بتائیں۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ یہودی غمگین ہو کر نہ پر آمادہ نہیں اس لئے اس نے اپنے سواروں کی طرف سے لوٹ کر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلے پر عریض پر حملہ کیا۔ سعد بن عمر بن انصاری کو قتل کر دیا۔ چند مکان اور گھاس کے انبار جلادینے مسلمانوں کو اطلاع ملی تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جمعیت کے ساتھ تعاقب کے لئے نکلے۔ ابوسفیان سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور اپنے سامان رسد کو جو سوین یعنی ستوؤں پر مشتمل تھا۔ راستے میں پھینکتا گیا۔ یہ ستو مسلمانوں کے ہاتھ آئے اس لئے مسلمانوں کے تاریخی ریکارڈ میں اس مہم کے لئے غزوہ سوین کا نام مشہور ہو گیا۔ یہ پہلا معرکہ ہے جسے تین ماہ بعد ماہ ذوالحجہ ۶۳۰ء میں واقع ہوئی

## غزوہ اُحدر ۳۲۵ھ مکہ کی انتقامی تیاریاں

بدر کی شکست کے بعد قریش حین سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ انہوں نے مقتولین بدر کے چند روزہ ماتم سے فارغ ہونے کے بعد نئی مہم کی تیاریاں شروع کر دیں۔

گھر سے ہوئے حوصلوں کو ابھارنے کے لئے شاعروں سے کام لیا گیا۔ عربوں کا یہ پُرانا دستور تھا کہ نماز کے عروں کی سوسائٹی میں جوش پھیلانے کا بہترین ذریعہ شاعر اور خطیب ہوا کرتے تھے۔ عمرو اور مسامخ نامی دو شاعروں نے بہت کام کیا۔ مدینہ کا ایک عرب شاعر کعب بن اشرف بھی جو یہود بنی نضیر کا بھانجا ہونے کے باعث یہودیوں کا رئیس اعظم بن گیا تھا قریش کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کے لئے نکلے گیا اور قریش کو مقتولین بدر کے بڑے ہی پروردگار مرنے والے کعب نے ابوسفیان اور قریش کے دوسرے لوگوں سے خانہ کعبہ کے سامنے جا کر حلف لئے کہ وہ مقتولین بدر کا انتقام لے کر رہیں گے۔

---

لے کعب بن اشرف کو مکہ سے واپس آنے پر ستمبر ۳۲۵ھ کے ماہ ربیع الاول میں ایک مسلمان محمد بن مسلمہ نے گھر سے باہر نکلا کر دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ (مؤلف)

نئی مہم کے مصارف کے لئے قریش نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ اس تجارتی قافلے کا سارا نفع جو جنگِ بدر میں بیچ کر نکل آیا تھا اس کام کے لئے الگ رکھ لیا گیا۔ حصّہ داروں کو صرف اُن کا اس مال واپس کیا گیا۔

قریش نے جو بدر کے میدان میں مسلمانوں کی شجاعت کا حال دیکھ چکے تھے ان کو بڑے زور کی تیاریاں کیں قریش کے معزز گھرانوں کی بعض خواتین بھی جو شجاعت سے لبریز ہو کر فوج میں بھرتی ہو گئیں ان میں سے بعض نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اپنے ان اعزاء کے قاتلوں کا جو جنگِ بدر میں مارے گئے تھے۔ خونِ دل کر اپنے انتقام کی پیاس بجھائیں گی۔ قریش کی تیاری کا جوش و خروش دیکھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ آنحضرتؐ کو بھیجی جس میں نئی مہم کی تیاریوں کی اطلاع درج تھی۔ حضرت عباسؓ جنگِ بدر میں قریش کے ساتھ تھے اور جنگ کے بعد اسیر بنا لئے گئے تھے۔ دوسرے اسیرانِ جنگ کی طرح انہوں نے بھی زبردیہ دے کر رہائی پائی تھی اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے لیکن مکہ ہی میں قیام فرما رہے۔

## مدینہ کی دفاعی سرگرمیاں

اطلاع ملنے پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کے لئے جاسوس مقرر کر دیئے۔ ان میں سے انس اور مونس



نے اطلاع دی کہ کفار کا لشکر مدینے کے قریب آپہنچا ہے اور ان کے گھوڑے عربین کی چراگاہ کو صاف کر بیٹ ہیں۔ رسول خدا نے جب بن منذر کو دشمن کی تعداد کا سراغ لگانے کے لئے بھیجا انہوں نے دیکھ بھال کے بعد واپس آکر رپورٹ دی کہ قریش کا لشکر تین ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان اطلاعات کے پہنچنے کی تاریخ ۱۰ شوال ۶۰۰ ہجری ہے۔

اس اندیشے کے پیش نظر کہ قریش رات کو مدینے پر حملہ نہ کر دیں۔ پیغمبر خدا نے شہر کے اندر اور باہر کڑے پہرے نکادے۔ اگلے دن صبح کے وقت مجلس مشاورت مبعیٰ۔ زیر غور مسئلہ یہ تھا کہ آیا قریش کا مقابلہ شہر کے اندر پسپا ہ گزیر ہو کر کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر ان سے طرانی لڑی جائے۔

پختہ کار اصحاب کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر بیٹھ کر مقابلہ کیا جائے لیکن جریشیلے زوجان زور دے رہے تھے کہ شہر سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی جوہل سے مسلمان نہ ہوا تھا یہی رائے دی کہ باہر جانا چاہیے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے معاملے میں متائل نظر آتے تھے۔ لیکن زوجانوں کا جوش دیکھ کر آپ مہتیار پہننے کے لئے گھر تشریف لے گئے۔ بزرگوں نے رسول اللہ کے تیور دیکھ کر زوجانوں کو ڈانٹ کر تم نے حضور کے منشاء مبارک کے خلاف

باہر نکل کر لڑنے پر کیوں اصرار کیا۔ رسول خداؐ ہتھیار باندھ کر گھر سے باہر نکلے تو جوانوں نے معافی مانگی لیکن آپؐ نے فرمایا :-  
 ”اللہ کا رسول جب ہتھیار باندھ لیتا ہے تو اس کے لئے  
 زیبا نہیں کہ مہم کو سر کئے بغیر انہیں آتار لے“

مسلمانوں کا لشکر تیار ہوا لوگ بڑے جوش و خروش سے آئے۔  
 کسین بچوں نے بھی جہاد میں حصہ لینے کے لئے شوق ظاہر کیا لیکن ان کی  
 درخواستیں مسترد کر دی گئیں ایک ننھا مجاہد رافع بن خدیج اڑیاں اٹھا کر  
 انگلیوں کے بل کھڑا ہو کر لڑائی میں قدم قیامت میں کس سے ہٹتا ہوں  
 اسے اجازت مل گئی۔ یہ حال دیکھ اس کے ہجول سمرقہ سے نہ رہا  
 گیا سمرقہ نے کہا کہ نیک شستی میں رافع کو بچھاڑ لیتا ہوں جب رافع یا  
 جارہا ہے تو میں کیوں پیچھے و جاؤں حضورؐ نے فرمایا اچھا کشتی  
 لڑ کر دکھاؤ کشتی میں سمرقہ نے رافع کو بچھاڑ لیا اسے بھی فوج میں شامل  
 ہونے کی اجازت مل گئی۔

بھرتی کے بعد گنتی کی گئی تو اسلامی فوج کی تعداد ایک ہزار  
 سے کچھ اوپر تھی لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا ابھی شہر

---

۱۔ حسب ارشاد ربانی و مشاور ہم فی الامر فاذا عزممت فتوکل علی اللہ۔ -

(کام کے سلسلے میں ان سے مشورہ کرو اور جب تم نے ارادہ کر لیا تو اللہ پر

بھروسہ کر کے اسے عمل کا جلد پناہ دے)

سے باہر ایک میل کے فاصلے پر پہنچا تھا کہ عبداللہ بن ابی قحیفہ سواروں کے ساتھ لے کر یہ کہتا ہوا لوٹ آیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری لائے پر کہ شہر کے اندر بیٹھ کر مقابلہ کرنا چاہتے عمل نہیں کیا۔ اس لئے میں ساتھ نہیں دے سکتا۔ حقیقت حال یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی قحیفہ پر وہ قریش سے ساز باز رکھتا تھا اور اس حرکت سے اس کا مقصد مسلمانوں کو بدل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

## فوجوں کی صف آرائی

قریش کی فوجیں کوہ اُحد کے دامن میں ڈیرے ڈالے پڑی تھیں۔ یمینہ کی کمان خالد بن ولید کر رہے تھے جو اس وقت مکہ کے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ میسرہ کا نشان عکرمہ بن ابوجہل کے ہاتھ میں تھا۔ سوار دستوں کا افسر اعلیٰ صفوان بن اُمیہ تھا جس کے پاس دوسو کوائل بگھوڑے بھی موجود تھے تاکہ حسب ضرورت کام آسکیں۔ تیرا مذازدوں کے دستوں کی کمان عبداللہ بن ابی ربیعہ کے ہاتھ میں تھی قریش کا رئیس عظیم ابوسفیان قلمیہ شکر کی کمان خود کر رہا تھا۔ اس دفعہ قریش کی فوجوں کی ترتیب بدر کے میدان کی بہ نسبت بہتر نظر آرہی تھی۔ اسلامی لشکر نے بھی قریش کے لشکر کے سامنے کوہ اُحد ہی کے دامن میں پڑاؤ جمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو علم دیا۔ زبیر بن العوام کو رسالے کا افسر مقرر فرمایا۔ حمزہؓ کو ان دستوں کی

کمان سو نہی گئی جو زرہ پوش نہ تھے اور عبداللہ بن جبیر کو تیر اندازوں کے دستوں کا افسر بنا کر فوج کے عقب میں کوہ احد کی ایک گھاٹی پر بٹھا دیا ان کے لئے حکم یہ تھا کہ بلا اجازت اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ جوئے پائیں۔

## جنگ کا آغاز

قریش کے کیمپ میں طبل جنگ پر چوٹ پڑی اور خواتین قریش دفین بجاتی ہوئی اور گیت گاتی ہوئی صفوں سے آگے بڑھیں وہ بوڑھوں کو جہان اور نامردوں کو جو انفر د بنانے والا گیت گا رہی تھیں جو یہ تھا۔

مَعْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ نَشِئِي عَلَى السَّارِقِ  
إِنْ تَقْبَلُوهُنَّ اُنْقَارِقِ اَوْ تُدْرِكُوهُنَّ اُنْقَارِقِ  
(ہم طارق ستارے کی بیٹیاں ہیں۔ جو قالینوں پر چلتی ہیں۔ اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں چھاتی سے لگالیں گے اور اگر تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے)

اس کے بعد مدینہ کا ایک شخص ابو عامر جو مکہ میں رہتا تھا ڈیڑھ سو آدمیوں کی جمعیت لے کر میدان میں نکلا جب وہ مدینہ میں تھا تو لوگ اُسے بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُسے خیال تھا کہ مجھے

دیکھ کر مدینہ کے اکثر باشندے پیغمبر خداؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اس نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”مجھے پہچانتے ہو، میں ابو عامر ہوں“ انصار نے جواب دیا ”ہم خوب جانتے ہیں خدا تیرے بڑے ارادوں کو رسوا کر لے گا“ ابو عامر پیچھے ہٹ گیا۔ اور قریش کی صفوں سے طلحہ نامی ایک شخص آگے بڑھ کر پکارا ”مسلمانو! تم میں کوئی سب سے جو مجھ کو جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ساتھ سے بہشت میں چلا جائے“ ادھر سے حضرت عسلؓ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں“ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور تلوار کے ایک ہی وار میں طلحہ کو مٹی کا ڈھیر بنا کر زمین پر گرا دیا۔ اس کے بعد طلحہؓ کے بھائی عثمان اور حضرت حمزہؓ کے درمیان جنگ مبارزت ہوئی اور عثمان مارا گیا۔ اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی طرفین کے بہادر داؤد شجاعت دینے لگے۔ حمزہؓ - علیؓ اور ابودجائزؓ اس معرکہ کے ہیرو ثابت ہوئے۔ ابودجائزؓ رسول خداؐ کی تلوار کے لڑ رہے تھے۔ اور اس اعزاز کے نشے میں بیخود ہو کر کفار کی صفیں اٹھتے چلے جا رہے تھے۔ حمزہؓ بھی دشمنوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ وحشی نام ایک حبشی غلام نے برابر سے تانک کر حربہ (چھوٹا سانپ) مارا جو حضرت حمزہؓ کی ناف میں لگا اور انٹریوں کو چیرنا ہوا پارنگل گیا۔ حمزہؓ لڑکھڑا کر گر پڑے اور رات ہی میں شہید ہو گئے۔

دوسرا فریق بھی شجاعت کے کارناموں سے خالی نہ تھا۔ قریش

کے ایک عظیم بردار صواب نامی کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو وہ عظیم کے ساتھ خود بھی زمین پر گر پڑا اور اسی حال میں مارا گیا۔ قریش کی ایک خاتون نے آگے بڑھ کر عظیم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور قریش کے حوصلے جو عظیم کے گرنے سے پست ہو رہے تھے از سر نو تازہ کر دیئے۔

### مسلمانوں پر عقب سے حملہ

گھمسان کی لڑائی تھوڑی دیر تک جاری رہی۔ اور قریش کے لشکر میں ابتری کے آثار نمودار ہونے لگے مسلمان سمجھے کہ قریش شکست کھا گئے ہیں۔ اس لئے وہ لڑائی کا خیال چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔ تیر اندازوں کی ٹولی نے جو گھاٹی پر متعین تھی جب یہ حال دیکھا تو اپنے افسر کے حکم کو پس پشت ڈال کر وہ بھی غنیمت کا مال ٹوٹنے کے لئے نیچے اتر آئے۔ مورچہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے اپنے دوستوں کو لے کر اس گھاٹی کی راہ سے مسلمانوں کے عقب پر ہلہ بول دیا۔ عبداللہ ابن جبیر نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ جو باقی رہ گئے تھے مقابلہ کیا اور سب کے سب کھیت رہے۔ مسلمان اس اچانک حملہ کی تاب نہ لاسکے ان کے لشکر میں بے طرح ابتری پھیل گئی۔ فریقین کے آدمی اس طرح آپس میں گھل مل گئے کہ اپنے پرانے کی تمیز نہ رہی۔

## رسول خدا کی شہادت کی افواہ

اتنے میں قریش کے ایک بہادر ابن قمیہ نے اسلامی لشکر کے علم بردار ابن قمیہ نے اسلامی لشکر کے علم بردار مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا۔ اسلام کا پرچم گر پڑا۔ اسے سنبھالنے کا کوشش کرنے والے کوئی بھی نہیں تھا۔ ایک تو مصعب کا ڈیل ڈول رسول خدا سے ہوتا جلتا تھا دوسرے علم بردار پڑا۔ اس لئے میدان جنگ میں غلج لیا کہ محمد مارے گئے۔ کفار کے حوصلے بڑھ گئے مسلمان بہت پریشان ہوئے بعض نے ہمت ہار دی۔ بعض جان سے ہاتھ دھو کر لڑتے رہے۔ اس افراتفری کے علم میں صرت گیارہ جاں نثار رسول اللہ کی رکاب میں رہ گئے جن میں سے حضرت عیسیٰ بن مرثدہ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سعد بن وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابو جہل، اور حضرت طلحہ بن عمرو کے نام حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت یہ ہے کہ صرف طلحہ بن عمرو اور سعد بن عمرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہادت پا جانے کی افواہ سن کر مسلمانوں کے طبائع نے جو مختلف اثر قبول کئے وہ اس ایک واقعہ سے آشکار ہیں۔ ابن نضر لڑتے ہوئے بہت آگے نکل گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہتھیار پھینک کر حیران و ششدر بیٹھے ہیں پھر چلا

”یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟“ عمرؓ نے جواب دیا کہ ”جب رسول اللہؐ ہی شہید ہو گئے تو لو کر کیا کریں گے؟“ انس بن نضرؓ نے کہا ”اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟“ یہ کہا اور دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ بڑے تہوّر کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے لڑائی کے بعد اُن کی میت مشکل سے پہچانی گئی کیونکہ اس پر میر تلوار اور نیزے کے اسی سے زیادہ زخم تھے۔

## رسول خدا کا زحسی ہونا

عین اس حال میں کعب بن مالکؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مغفّر (خود) پہنے زندہ وسلامت موجود ہیں کعب فرط مسرت سے چلاتے ”مسلمانوں! رسول خدا یہ ہیں“ اس آواز کا گو بھنا تھا کہ جاں نثار دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ کفار بھی یہ آواز سن کر حملے کے لیے پل پڑے۔ شدید ہنگامہ برپا ہوا۔ کفار رسول خدا کی نابت اقدس تک پہنچنا چاہتے تھے مسلمان مدافعت کرتے ہوئے جانیں قربان کر رہے تھے۔

قریش کا ایک بہادر عبداللہ بن قتیہؓ لڑتا بھڑتا رسول خدا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے چہرہ مبارک پر تلوار کا ایک ٹکڑا مارا۔ مغفّر کی دو کھیاں ٹوٹ کر چہرے میں گھس گئیں۔ اور حضورؐ کے دو اگلے دانت شہید ہو گئے۔ چشم زدن میں ابن قتیہ کی لاش



کسی جاں نثار کی تلوار کا وار کھا کر خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ کفار کے حملے کا زور اسی لفظ پر تھا۔ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ آ رہی تھی اور ہر طرف تلواریں چمک رہی تھیں۔ شیعہ رسالت کے پروانوں نے حضور کے گرد دائرہ بنالیا۔ ابو دجانہ حضور پر بھجک کر سپر بن گئے۔ کافروں کے کئی تیران کی پیٹھ میں لگے بٹلوز نے تلواروں کے وار کو لٹکا دیا۔ ہر رو کا آن کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی سپر سے رسول خدا کے چہرہ مبارک پر حادثہ کر دی۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعد و قاسم دشمنوں پر بے تحاشا تیر برساتنے پر سے بغض نبی کے بہادر جاں نثاروں نے دشمنوں کی تمام کوششوں پر جو وہ نبی کی جان لینے کے لئے کر رہے تھے پانی پھیر دیا۔ اور حمد آور دل کے بادل چھٹ گئے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت میں بھی بار بار یہ دعا پڑھ رہے تھے۔  
 رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

اے میرے پروردگار میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔

احادیث میں یہ روایت بھی مذکور ہے کہ ایک موقع پر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بھی نکلے کہ ”وہ قوم کیا فلاح پاسکتی ہے جو اپنے پیغمبر کو اس طرح زخمی کرتی ہے“ اس پر بارگاہِ خداوندی سے

”یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟“ عمرؓ نے جواب دیا کہ ”جب رسول اللہؐ ہی شہید ہو گئے تو لڑکر کیا کریں گے؟“ انس بن نضرؓ نے کہا ”اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟“ یہ کہا اور دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ بڑے تہوڑ کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے لڑائی کے بعد اُن کی میت مشکل سے پہچانی گئی کیونکہ اس پر میر تلوار اور نیزے کے اسی سے زیادہ زخم تھے۔

## رسول خدا کا زحسی ہونا

عین اس حال میں کعب بن مالکؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مغفر (خود) پہنتے زندہ وسلامت موجود ہیں کعب فرطِ مسرت سے چلائے ”مسلمانوں! رسول خدا یہ ہیں“ اس آواز کا گونجنا تھا کہ جاں نثار دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ کفار بھی یہ آواز سن کر حملے کے لئے چل پڑے۔ شدید ہنگامہ برپا ہوا۔ کفار رسول خدا کی ذاتِ مقدسہ تک پہنچنا چاہتے تھے مسلمان مدافعت کرتے ہوئے جانیں قربان کر رہے تھے۔

قریش کا ایک بہادر عبد اللہ بن قتیہؓ لڑتا بھڑتا رسول خداؐ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے چہرہ مبارک پر تلوار کا ایک ٹکڑا مارا۔ مغفر کی دو کٹیاں ٹوٹ کر چہرے میں گھس گئیں۔ اور حضورؐ کے دو اگلے دانت شہید ہو گئے۔ چشمِ زدن میں ابنِ قتیہ کی لاش

کسی جاں نثار کی تلوار کا وار کھا کر خاک و خون میں تڑپنے ہی تھی۔ کفار کے حملے کا زور اسی نعلیے پر تھا۔ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ آ رہی تھی اور ہر طرف تلواریں چمک رہی تھیں۔ شمع رسالت کے پروانوں نے حضور کے گرد دائرہ بنالیا۔ ابو دجانہ حضور پر جھک کر سپر بن گئے۔ کافروں کے کئی تیراں کی پیٹھ میں لگے۔ طلحہ نے تلواروں کے دار کو اٹھ پر روکا اُن کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا ابو طلحہ نے اپنی سپر سے رسول خدا کے چہرہ مبارک پر ماٹ کر دی۔ ابو طلحہ اور سعد وقاص دشمنوں پر بے تحاشا تیر برساتے ہیں۔ یغرض نبی کے بہادر جاں نثاروں نے دشمنوں کی تمام کوششوں پر جو وہ نبی کی جان لینے کے لئے کر رہے تھے پانی پھیر دیا۔ اور حملہ آور مل کے بادل چھٹ گئے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت میں بھی بار بار یہ دعا پڑھ رہے تھے۔  
 رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔  
 (میرے پروردگار میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔)

احادیث میں یہ روایت بھی مذکور ہے کہ ایک موقع پر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بھی نکلے کہ ”وہ قوم کیا فلاح پاسکتی ہے جو اپنے پیغمبر کو اس طرح زخمی کرتی ہے؟“ اس پر بارگاہِ خداوندی سے

یہ آیت نازل ہوئی :-

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ رَأَتْجِبِ اس معاملہ میں دخل دینے کا

کوئی حق نہیں)

کفار کے بادل اس نقطہ پر سے چھٹ گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ کفار کی لڑیاں ابھی آپ کی تلاش میں تھیں۔ ابوسفیان یہ بجانب کر کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو لوگ ہیں انہی میں محمدؐ بھی ہوں گے۔ ایک جمعیت کو لے کر اس پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ ادھر سے حضرت عمرؓ اور چند دوسرے صحابہ کرامؓ نے پتھر برسائے۔ اس لئے وہ اس پہاڑی پر نہ چڑھ سکا۔ اس پہاڑی پر مدینہ سے رسول اللہؐ کی دختر حضرت فاطمہ الزہراءؓ اور بعض دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ حضرت فاطمہؓ زخموں کو دھوا اور چپٹی کا ایک ٹکڑا جلا کر زخموں پر رکھ دیا تاکہ خون ٹہم جائے۔

## ابوسفیان کا قاتل

جنگ کا میدان قریش کے ہاتھ رہا۔ ابوسفیان نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہؐ پر اظہارِ قاتل کرے بغیر واپس جائے۔ اس لئے وہ برابر کی پہاڑی پر چڑھا اور رسول خداؐ کو ہکار نے لگا۔ حضورؐ نے رفقا کو جواب دینے سے منع فرما دیا کہ کوئی جواب نہ آیا تو ابوسفیان نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو آوازیں دیں۔ ادھر پھر بھی خاموشی تھی۔ اب ابوسفیان

پکارا۔ کوئی بولتا کیوں نہیں، کیا سب کے سب مارے گئے؟ حضرت عمرؓ  
یہ سن کر ضبط نہ کر سکے اور پکالے ”او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں“  
یہ جاننے کے بعد کہ رسول اللہ اسی جگہ میں ابوسفیان نے  
”اَعْلَ هَبْلَن“ (ہٹیل تو نہ بند رہ) کا نعرہ لگایا۔ اُدھر سے  
صحابہ کرام نے رسول خدا کی ہدایت کے مطابق ”اللہ“ ”اَعْلَى“ ”وَاَجَلُ“  
واللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے) کا نعرہ مارا۔ ابوسفیان نے کہا  
لَنَا الْعُذَى وَلَا عُذَى لَكُمْ (ہمارے پاس عزتی نہیں) جواب دیا اللہ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا  
لَكُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں)  
اس کے بعد ابوسفیان نے کہا ”آج کا دن بد رکے دن کا جواب  
ہے۔ فوج کے لوگوں نے تمہارے کشتوں کے ناک کاٹ لئے ہیں۔ میں  
نہ یہ محکم نہیں دیا تھا لیکن مجھے اس کا کوئی رنج بھی نہیں“

## لاشوں سے انتقام

ابوسفیان نے ٹھیک بات کہی تھی قریش کے مردوں اور عورتوں  
نے جوش انتقام کی پیاس بجھانے کے لئے مسلمانوں کی لاشوں تک  
کے اعضا کاٹ ڈالے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضرت حمزہؓ کی  
لاش کا سینہ چیر کر کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر کھانے لگی۔ لیکن نکل

نسکی۔ ہند کو حضرت حمزہ پر یہ غصہ تھا کہ ہند کا باپ عقیہ جنگ پر  
 میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ ہند نے وحشی غلام کو آزادی  
 کا وعدہ دے کر حضرت حمزہؓ کے قتل کے لئے خاص طور پر تاکید کر رکھی تھی۔  
 ہند نے لاشوں کے کٹے ہوئے ناک اور کان پرو کر اپنے گلے کا مار  
 بنایا۔ ابن نضر کی لاش کا ٹھیلہ اس حد تک بگاڑ دیا گیا تھا کہ اُن کی حقیقی  
 بہن محض انگلی دیکھ کر انہیں شناخت کر سکی۔ جنگ کے دوران میں  
 قریشی خاتونیں رجز کے گیت گاتا گاتا کہ مردوں کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔

## زخمیوں کی دیکھ بھال

قریش کا شکر اپنے مردوں اور زخمیوں کو اٹھا کر اپنی فرو دکاہ  
 کی طرف لوٹا تو مدینہ کی عورتیں بھی اپنے زخمیوں اور شہیدوں کو  
 سنبھالنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ بعض خواتین رسول خداؐ  
 کی شہادت کی افواہ اور زخمی ہو جانے کی خبر سن کر پہلے ہی بیتابانہ  
 نیکل آئی تھیں ان میں اُمّ عمارہ نے رسول اللہؐ کی جان بچانے کے معرکے  
 میں جنگی مردوں کی طرح جھٹ لیا اور کندھے پر زخم کھایا۔ زخمیوں کی دیکھ  
 بھال کرنے والی خواتین میں اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ۔ حضرت انسؓ  
 کی ماں اُمّ سلیم اور حضرت ابوسعید خلواس کی ماں اُمّ سلیط بھی تھیں۔  
 حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور اُمّ سلیمؓ  
 کو دیکھا کہ بایںچے چڑھا کر پانی کی مشکیں لارہی ہیں اور زخمیوں کو

بانی پلار ہی ہیں۔ مدینہ کی ایک طاؤن کا باپ۔ بھائی اور شوہر تینوں اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن وہ بیتابی سے یہ پوچھ رہی تھیں کہ حضرت رسول خدا کیسے ہیں۔ جب اُس نے رسول خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو بے اختیار بول اُٹھی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَ لَکْ جُلَلٌ (تیرے جوتے جوئے سب

مصیبتیں بھیج ہیں)

مسلمانوں نے شہدائی لاشیں دفن کیں۔ کہیں ایک ایک قبر میں دو دو میتیں بھی رکھی گئیں۔ چونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ ابوسفیان نامزد دم ہو کر دوبارہ حملہ نہ کر دے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر آدمیوں کی ایک جماعت اس کے تعاقب میں بھیج دی۔ تاکہ مسلمان اپنے شہیدوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کا انتظام و مجموعی کے ساتھ کر سکیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے شتر آدمی شہید ہوئے۔ قریش کے نقصانات کا اندازہ کہیں مذکور نہیں۔

## حرم الاسد کی مہم

ابوسفیان اُحد سے نکل کر رُوحا کے مقام پر پہنچا اور اپنی فوج کو از سر نو مرتب کرنے لگا۔ وہ مکہ کی طرف لوٹنے سے پہلے مسلمانوں پر ایک اور ضرب لگانے کی فکر میں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندیشہ تھا اس لئے اُنہوں نے جنگ سے اگلے دن

اعلان کر دیا کہ کوئی مسلمان اپنے گھر کو واپس نہ جائے۔ چنانچہ آپ فوج کو آراستہ کر کے حمرار الاسد تک شریف لے گئے جو مدینہ کے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد جو مسلمانوں کا معبود تھا پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پھر وہ ابوسفیان کے پاس روحا کے مقام پر گیا۔ معبد نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد تازہ تیار کے ساتھ نکلے ہیں۔ جس کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر اپنا ارادہ بدل دیا اور مکہ کی طرف کوچ جاری رکھا۔

### تبصرہ

جنگ احد میں مکے نے مدینہ سے غزوہ بدر کا انتقام لے لیا۔ حالانکہ اس دفعہ جنگ میں شامل ہونے والے مسلمانوں کی تعداد معرکہ رر کے مقابلے میں دو گنی سے کہیں زیادہ تھی۔ اس شکست کے اسباب و علل تلاش کئے جائیں تو سب سے پہلے یہ بات سامنے آئے گی کہ فوج کی انتظامی تیاریوں کی مفصل اطلاع پانے کے بعد مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ جو محض جوانوں کے جوش کی بنا پر کیا گیا۔ درست نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ عبداللہ بن ابی کے تین سو آدمیوں سمیت لوٹ آنے کے باعث انصار کے بعض قبیلوں میں بددلی پیدا ہو گئی۔ اور وہ اس فداکاری کے ساتھ جنگ نہ کر سکے جس سے مسلمانوں نے بدر کے میدان میں کام لیا تھا۔ تیسرے مسلمان تیرا تیرا



کی جمعیت نے سپہ سالار اور اپنے موقع کے سالار دونوں کے صریح احکام کی خلاف ورزی کر کے اپنا مورچہ چھوڑ دیا۔ یہی بات اسلامی لشکر کے لئے تباہی کا موجب ثابت ہوئی۔ چوتھے یہ کوسلازوں میں سے بعض لوگ جنگ کا فیصلہ کئے بغیر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ اور خالہ بن ولید کی اس جنگی چال کو جانپ نہ سکے جو اس نے عقب پر حملہ کرنے کے لئے قریش کے عام لشکر کو پیا ہوتے دکھا کر چل۔ پانچویں یہ کہ مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شہادت پا جانے کی افواہ سن کر بدحواس ہو گئے۔ اس بدحواسی کے عالم میں کچھ تو ہمت ہار کر بیٹھ گئے۔ کچھ اس صدمے کو برداشت کرنے کی تاب نہ پا کر تہذیب کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے۔ ان اسباب کے باعث مسلمانوں کا فوجی نظم برقرار نہ رہ سکا۔ لہذا انہیں شکست کا سامنا ہوا۔

قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں رکوع ۱۳ سے لے کر رکوع ۱۷ تک (البمولیت ہر دو) خدا نے عزوجل نے جنگ اُحد کو کوالف پر تبصرہ کیا ہے جس میں شکست کے اسباب و غلل کی طرف بلیغ اشارات کرنے کے ساتھ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر اس روشن وعدے کی مرہم رکھی ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ  
 (اے مسلمانو! اس شکست پر ہر پڑ مردہ اور مغموں نہ ہونا۔ البتہ تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو)

# چند قبائلی مہمیں اور معرکے

۳-۲-۵ھ

۶۲۵ء سے ۶۲۷ء

## اُحد کی شکست کے نتائج

جبل اُحد کی جنگ میں قریش کے ہاتھوں شکست کھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعراب بادِ یہ کہ قبیلے جو قریش کے بت پرستوں اور سلازوں کی کشمکش کو قریش کے گھر کا جھگڑا سمجھ کر بے تعلق سے رہتے تھے مسلمانوں کے بارے میں شوخ ہونے لگے۔ یہ قبیلے قریش کی طرح بت پرست اور مشرک تھے۔ اور خانہ کعبہ کے متولّیوں اور تجاریوں یعنی قریش کو اپنا مذہبی پیشوا اور امام سمجھتے تھے۔ لہٰذا اُن کے زیر اثر تھے۔ مکہ اور مدینہ ایک دوسرے کے خلاف اس طرح برسرِ جنگ ہو چکے تھے کہ اُن کے درمیان مسلح و صفائی کا کوئی امکان باقی نہ رہ گیا تھا۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح کے باعث قبائلی عرب سلازوں کی طاقت سے کسی قدر مرعوب ہو گئے تھے لیکن اُحد کی شکست نے اُن کے خیالات میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی۔ قریش کے پروپیگنڈا نے قبائلی عربوں

کہ مسلمانوں کے خلاف اور بھی شدہ دی۔ اس لئے بعض قبیلے سوچنے لگے  
 کہ جب قریش مکہ سے تین سو میل کے فاصلے پر جا کر مسلمانوں کو ان کے  
 گھر میں شکست فاش دے سکتے ہیں تو ان کے لئے مسلمانوں پر حملہ کر کے  
 ان کے زرو مال کو لوٹ لیسنا کوئی مشکل بات ہے۔ مسلمان قبائل عرب  
 کے اس ذہنی انقلاب کو خوب سمجھتے تھے اس لئے مذہب پرستوں کی یہ  
 جماعت ہر وقت چوکتی رہتی تھی۔ اس سلسلے میں غور و فکر کے قابل  
 بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ جماعت جو خدائے واحد کی عبادت  
 کرنے کے لئے معرض وجود میں آئی تھی۔ اسے واقعات کی رفتار نے  
 ایک مستقل فوجی کیمپ کی صورت میں ختم کیا کرنے پر مجبور کر دیا  
 یہ لوگ مذہبی آزادی اور تبلیغ کی آزادی کا فطری حق حاصل کرنے کی  
 کوشش میں ایسی مصیبت عظیم میں مبتلا ہوئے کہ ان کے جان و مال  
 کو ہر وقت خطرہ لاحق رہنے لگا۔ اگر انہوں نے اپنی حفاظت و مدافعت  
 کے لئے کچھ جماعتی طاقت اور مدنی قوت حاصل کی تو انہیں اپنے  
 مقابلے میں مخالفت اور معاند طاقتیں بھی چہ نہ درچہ نہ ہوتی نظر آنے  
 لگیں۔ مکہ میں صرف قریش کا مقابلہ درپیش تھا مدینہ آکر انہوں نے  
 دیکھا کہ عرب کے سوائے بت پرست انہیں للچائی ہوئی نگاہوں سے  
 دیکھ رہے ہیں اور مدینہ کے یہودی اور منافق بھی دل ہی دل میں چاہ  
 رہے ہیں کہ مسلمان صغیر ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں۔ حق کے  
 لئے اُٹھنا۔ بڑھنا اور چھلنا پھولنا کسی قدر مشکل امر ہے باطل کی

ساری قوتیں اُسے مٹانے کے لئے خواہی مخواہی تل جاتی ہیں ۔  
جنگِ اُحد کے بعد مسلمانوں کو ایسے واقعات کی ایک زنجیر سے  
سابقہ پڑنے لگا۔ جس نے اُسے دم بھر کے لئے بھیست نے یا  
سوچنے کی مہلت نہ دی۔

### سریۃ الاسلامہ

اُحد کی جنگ شوال ۳ سنہ ہجری میں واقع ہوئی اس سے تین ماہ  
بعد محرم ۳ سنہ ہجری میں اطلاع ملی کہ مدینہ سے کوئی نو منزل کے  
فاصلے پر قیدیوں کے کوہستانی علاقہ قطن میں طلحہ اور خویلد نامی دو شیخ  
اپنے قبیلے کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے اُجمار رہے ہیں۔ رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے سرچشمہ شایہ گرفتیں میل کے مصداق عمل کرتے  
ہوئے ابوسلمہؓ کی سرکردگی میں ایک سو بچاس انصار و مہاجرین کی ہتم  
بھیجی۔ مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر اس قبیلہ کے لوگ منتشر ہو گئے ۔

### سریۃ ابنِ انیس

اس مہم کے ساتھ ہی عبداللہ بن انیس کی سرکردگی میں کوہستان  
غرہ کے قبیلہ لحيان کے خلاف ایک اور مہم بھیجی گئی کیونکہ وہ بھی  
مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے ۔ ابنِ انیس نے رئیس قبیلہ  
سفیان بن خالد کو قتل کر دیا۔ کیونکہ وہی اس شرارت کا بالی اور

حرکت تھا۔

## المیۃ بیئر معونہ

صفر سنہ ہجری میں قبیلہ کلاب کے رئیس ابو براس نے رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ اسلام کے مبلغوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دے۔ آپ نے انصار کے شتر آدمی جو درویشانہ صفات کے حامل تھے ابو براس کے ساتھ بھیج دیئے۔ یہ لوگ بیئر معونہ تک پہنچے تھے کہ عامر بن طفیل گرد و نواح کے قبائل کا ایک لشکر لے کر ٹوٹ پڑا اور ان سب کو بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ عامر نے صرف ایک شخص عمر و امیتہ نامی کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آباد کہنے کی منت مانی تھی۔ رسول خدا کو بہت رنج ہوا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے اس قبیلہ کو دو آدمیوں کا خون بہا بھیج دیا جو چپقلش کے دوران میں عمر و امیتہ کے ہاتھوں ماریے گئے تھے۔

## المیۃ رجمع

متذکرہ صدر واقعہ کے کچھ دن بعد عیسیٰ اور قارۃ قبائل کے چند آدمی مدینے آئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ ہمارے قبیلے سلمان جو چکے ہیں لہذا آپ چند آدمی ہمارے ساتھ

کر دیجئے تاکہ وہ ہمیں دین کے طریقوں کی تعلیم دیں۔ حضورؐ نے دس مبلغ  
 اُن کے ساتھ کر دیئے۔ یہ لوگ ابھی رجیع کے مقام تک پہنچے تھے کہ قبیلہ  
 بنو لحيان کے دو سو آدمی اُنہیں گرفتار کرنے کے لئے آگئے۔ لانے والے  
 تو کہیں غائب ہو گئے۔ اور محکم ایک میلے پر چڑھ گئے۔ قبائلی تیر اندازوں  
 نے کہا کہ ہم تمہیں امان دیتے ہیں لیکن جماعت کے امیر عامر بن ثابت نے  
 اُن پر اعتماد نہ کیا۔ ان میں سے دو مسلمان خبیث اور زیدؓ نے اپنے  
 آپؐ کو حوالے کر دیا۔ عامر اپنے سات رفعا سمیت لڑ کر شہید ہو گئے۔  
 بنو لحيان نے خبیث اور زیدؓ کو مکہ لے جا کر قریش کے ہاتھ فروخت  
 کر دیا۔ قریش نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ خبیث نے شہید ہونے سے  
 پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے شہادت کے لئے  
 حاضر ہو گئے۔

وَلَسْتُ ابَالِي حِينَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا  
 عَلٰی اَنِّيْ شَقِيْكَ اِنْ كَانَ اللهُ مُصْرَعِيْ  
 وَذَلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاَلَاءِ وَانْ يَّشَأْ  
 يُّبَارِكْ عَلٰی لَوْحِ اَلْاِلَافِ وَمِزَانِ

(جب کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں مجھے  
 اس بات کی پروا نہیں کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤں گا۔ یہ جو کچھ ہے  
 سب خدا کے لئے ہے وہ چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر  
 برکت نازل کرے گا)

زیرو کو قتل کیا گیا تو قریش کے رئیس تماشہ دیکھنے کے لئے آئے۔  
ابوسفیانؓ نے کہا کہ ”اگر تمہاری جگہ آج محمدؐ کو قتل کیا جاتا تو تم کیا اپنے  
آپ کو خوش قسمت نہ سمجھتے؟“ زیروؓ نے جواب دیا ”نہا کی قسم!۔  
میری جان تو اس بات پر بھی قسربان ہے کہ حضورؐ کے پاؤں میں  
کاشا چبھے۔“

بترمعونہ اور رجیع کے دندانک واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ عرب  
کے بدوی قبیلے مسلمانوں کو اتنا کمزور اور حقیر سمجھنے لگے تھے کہ ان کے  
ساتھ عہد کر کے توڑ ڈالنا ایک معمولی بات خیال کرتے تھے۔

## غزوہ بنو نضیر

مدینہ میں بنو نضیر یہودیوں کی شرارتیں ترقی کر رہی تھیں۔ وہ  
ایک طرف قریش سے اور دوسری جانب مدینہ کے منافقوں سے جن  
کا سرگروہ عبداللہ بن ابی تھاخیفہ ساز باز رکھتے تھے اور رسول خداؐ کا  
خاتمہ کر دینے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ ایک وفد رسول اکرمؐ ایک  
سخن بہا کے سلسلے میں بات چیت کرنے کے لئے بنو نضیر کے محلے میں  
گئے۔ یہود نے آپؐ کو باتوں میں لگا کر ایک شخص عمرو بن حجاز کو چھت  
پر چڑھا دیا کہ وہ چھت پر سے رسول اکرمؐ پر پتھر پھینک دے۔  
پیغمبر خداؐ بھانپ گئے۔ اور مدینہ کو لوٹ آئے۔ بنو نضیر نے رسول اکرمؐ  
سے کہا کہ آپؐ تین گن آدمی لے کر ہمارے ہاں آجائیں ہم بھی اپنے

احبارِ ہندو بھی عالم لے کر آئیں گے۔ اگر ہمارے احبار نے آپ کا کلام سن کر آپ کے پیغمبر ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ رسول اکرمؐ نے کہلا بھیجا کہ پہلے تم بھی اپنے بھائیوں بنو قریظہ کی طرح ہمارے ساتھ نیا معاہدہ طے کر لو پھر تمہاری اس تجویز پر عمل کریں گے۔ لیکن بنو نضیر معاہدے پر رضامند نہ ہوئے۔ ایک دفعہ پھر انہوں نے دھوکے سے بلا کر رسول خدا کو قتل کرنے کی ٹھان لی لیکن اس بار بھی حضورؐ کی فراست نے ان کے بُرے ارادوں کو زکامی کیا۔ اس کے بعد بنو نضیر حکم کھانا سرکش ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی اندرہی اندر شہر سے رہتا تھا کہ تم مسلمانوں سے لڑو گے تو بنو قریظہ کے یہودی بھی تمہاری مدد کریں گے اور میں بھی دو ہزار آدمی لے کر تمہاری کمک کے لئے آؤں گا۔ بنو نضیر بڑے مستحکم قلعوں کے مالک تھے اس لئے وہ قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ اور ان کے غلہ خانوں سے کھجوروں کے کچھ تیلے کٹوا دیئے۔ پندرہ دن کے محاصرے کے بعد بنو نضیر اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ وہ مدینہ سے باہر نکل جائیں گے انہیں اپنا مال و سامان اونٹوں پر لاد کر لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ بنو نضیر اس شان و شوکت سے مدینہ سے نکلے کہ اہل مدینہ ان کی دولت و حشمت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہودی ہی تو تھے اس لئے بچاس زرہیں۔ پچاس خودیں اور تین سو چالیس تلواریں پیچھے چھوڑ گئے۔ کیونکہ اگر وہ لوہے



کو لاد کر لے جاتے تو اتنا ہی قیمتی سامان انہیں پیچھے چھوڑنا پڑتا تھا  
بنو نضیر کا اخراج ربیع الاول سنہ ہجری میں واقع ہوا۔

## غزوۃ ذات الرقاع

محرم سنہ ہجری میں اطلاع ملی کہ انمار اور ثعلبہ کے قبیلے  
مدینہ پر چڑھائی کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
چار سو صحابہ کی جمیعت لے کر ذات الرقاع تک گئے۔ حضور کی آمد  
کی خبر سن کر قبائل کے افراد منتشر ہو گئے۔

## غزوۃ دومتہ الجندل

ربیع الاول سنہ ہجری میں اطلاع ملی کہ دومتہ الجندل میں  
کفار کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے۔ رسول خدا مسلمانوں کی ایک  
جمیعت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے یہ خبر سن کر کفار کا اجتماع تتر بتر  
ہو گیا۔

## غزوۃ بنی مصطلق

شعبان سنہ ہجری میں اطلاع ملی کہ قبیلہ خزاعہ کے خاندان  
بنو مصطلق کا رئیس حارث ابن ابی ضرار مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر  
تیار کر رہا ہے۔ رسول خدا نے مسلمانوں کا لشکر لے کر ان کے صدمہ

مربیع پر چڑھائی کی حادث کی جمعیت بھاگ گئی لیکن ربیع کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ مسلمان جلدی غالب آگئے۔ بنو مصطلق کے دس آدمی ہلاک ہو گئے اور چھ سو گرنہار کر لئے گئے۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت کے طور پر ہاتھ آئیں جسکی اسیروں میں حارث بن نزار رئیس قبیلہ کی دختر حضرت جویریہؓ بھی تھیں جنہیں ان کے باپ نے زرفندیہ کر رہا کر لیا۔ لیکن وہ مسلمان ہو گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقد زوحیت میں لے لیا۔ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں نے بنی مصطلق کے تمام قیدی چھوڑ دیئے۔

## غزوۂ احزاب سنہ ۶۳ھ

### اعدائے اسلام کا اتحاد

سنہ ہجری میں اور سنہ ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کو جن مہتموں اور معرکوں سے دوچار ہونا پڑا ان کی یکسانی۔ یک رنگی اور کثرت کسی پڑھنے والے کے دل میں یہ شبہ پیدا کر سکتی ہے کہ مسلمانوں نے یہ مہتمیں شاید قبائل عرب کو معرب کر کے اپنا مطیع بنانے کے لئے انجود اختیار کی ہوں۔ اور قبائل کی طرف سے مدینہ پر حملہ کرنے کا خطرہ محض ایک بم جو بس سے بلاوجہ متاثر ہو کر مسلمان چڑھ دوڑتے ہوں۔ لیکن ماہ ذی قعدہ سنہ ہجری میں جو واقعات رونما ہوئے

انہوں نے اس بات پر فقہ بنی ثنیمت کردی کہ جنگ اُحد کے بعد  
قبائل کی طرف سے مدینے پر حملہ کرنے کی جو اطلاعیں وقتاً فوقتاً مسلمان  
کو ملتی رہیں وہ سول آنے و رفت اور بجا تھیں۔

ذی قعدہ ۷ھ ہجری میں عرب کے اکثر و بیشتر قبائل نے جن کے  
ساتھ مکہ کے قریش اور خیبر و مدینہ کے یہودی بھی شامل تھے جو میں ہزار  
کالش کر جرار لے کر مدینے پر اس غزم کے ساتھ یغار کی کہ اس دفعہ  
اسلام کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر کے ہی دم لیں گے۔

احزاب عرب کے اس متحدہ حملہ کی تیاریوں کی داستان یہ ہے  
کہ یہودی بنی نضیر مدینے سے نکل کر خیبر میں آباد ہوئے تو انہوں نے  
مسلمانوں کو تباہ کر دینے کے ارادے سے قریش اور عرب کے  
دوسرے قبیلوں سے اتحاد قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ حالانکہ  
وہ مسلمانوں کو یہ وعدہ دے کر آئے تھے کہ وہ اسلام کے دشمنوں  
کا بھی ساتھ نہ دیں گے۔

یہود کے بڑے بڑے رئیس سلام بن ابی الحقیق، حمی ابن اخطب،  
کنانہ بن الربیع اور دوسرے یہودی ملے گئے اور قریش کو اس متحدہ مہم کے  
لئے آمادہ کر کے قریش تو پہلے ہی اسلام کے استیصال کے لئے ہمہ تن تیار  
ہو چکے تھے۔ اس سکیم کو عمل کا جامہ پہنانے کے لئے تدبیر کے گھوڑے  
دوڑانے لگے۔ جن قبیلوں میں قریش کو اثر و رسوخ حاصل تھا۔ انہیں  
پیغام بھیج کر اس عام یغار میں شامل ہونے کے لئے تیار رہنے کی تاکید

کردی۔ یہودی رئیس مکر سے نکل کر قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان سے یہ معاہدہ طے کیا کہ اگر وہ اس مہم میں اپنا لشکر لے کر شامل ہوں گے تو خیبر کے نخلستانوں کی نصف پیداوار ان کی نذر کر دیا کریں گے غطفان کا حلیف قبیلہ بنو اسد قریش کا حلیف قبیلہ بنو سلیم اور یہود کا حلیف قبیلہ بنو سعد بھی اس اتحاد میں شامل ہو گئے۔ ان تمام قبائل نے چوبیس ہزار کا لشکر جہاز تیار کر کے مدینے پر چڑھائی کر دی قریش کا رئیس عظیم ابوسفیان سپہ سالار مقرر ہوا اور دو لشکر عرب کے دو نامور رئیسوں کی کمان میں دے دیئے گئے۔

## دفاع کیلئے خندق بنانا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبائل کی اس لشکر کشی کی اطلاع ملی تو آپ نے حسب معمول مجلس مشورت بلائی تاکہ مدافعت کی تدبیریں سوچی جائیں۔ جنگ اُحد کی شکست کے پیش نظر عام رائے یہی تھی کہ اس لشکر جہاز کا مقابلہ باہر نکل کر کیا جائے۔ بلکہ مدینہ کو ایک حصار بنا کر اس کی مدافعت کی جائے۔ صحابہ کرام میں ایک شخص سلمان فارسی بھی تھے جو ایرانیوں کے جنگی طریقوں سے آگاہ تھے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی جائے تاکہ حملہ آور مشہر کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی مدینہ کی تین اطراف باغوں نخلستانوں اور کانوں سے گھری ہوئی تھیں صرف شامی یعنی شمالی طرف

کھلی تھی۔ قرار پایا کہ خندق اسی طرف کھودی جائے۔ تین ہزار مسلمانوں کی مدد اس کام پر لگ گئی جن میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے۔ بیس دن میں یہ خندق کھد کر تیار ہو گئی جس کی گہرائی پانچ گز تھی۔ رسول خدا اور صحابہ بھاؤڑے۔ کدال اور ٹوکریاں لے کر کام کرتے تھے اور ساتھ ساتھ رجز یا شفا رگنگناٹے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضور کی زبان مبارک پر یہ دُعا بھی جاری رہتی تھی:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ لَا تُخَيِّرُ الْاَخْيَرُ الْاَخْيَرُ قَبَارِكُ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِ  
 رے خدا آخرت کی بھلائی ہی حقیقی بھلائی ہے اس کے سوا اور کوئی  
 بھلائی نہیں تو انصار اور مہاجرین کی محنتوں میں برکت ڈال

## احزاب کا اجتماع

خندق تیار ہو گئی تو کفار کا لشکر بھی آن پہنچا۔ جس نے آتے ہی صورتِ حال کا جائزہ لے کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے خندق کے پیچھے سلع کی پہاڑی کو اپنے عقب میں رکھ کر صفیں آراستہ کیں جو رتیں شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں۔ چونکہ مسلمانوں کو یہودی بنی قریظہ کی طرف سے غداری کا اندیشہ تھا اس لئے سلمہ بن اسلم دو سو آدمیوں کے ساتھ یہودیوں کے محلے کی طرف صفت آرا ہو گئے تاکہ یہود کی غداری کی صورت میں انہیں مسلمانوں کے عقب پر حملہ کرنے سے روک سکیں +

بنی قریظہ کچھ دن تو خاموش رہے لیکن بنو نعیر کے رئیس حتیٰ ابن اشعب نے بنو قریظہ کے رئیس کعب بن اسد کے پاس جا کر انہیں بھی مسلمانوں کا مخالف بنالیا۔ بنو قریظہ اس معاہدہ سے منحرف ہو گئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کر رکھا تھا۔ چونکہ شہر کے اندر تھے اس لئے گھلم گھلا مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت نہ کی۔ لیکن وہ اس انتظار میں تھے کہ باہر کی فوجیں ادھر سے شہر میں داخل ہوں ادھر سے یہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ انہوں نے ایک یہودی کو اندرون شہر کے قلعوں کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا جن میں مسلمانوں کی عورتیں محصور تھیں۔ حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا اور خیمہ کی چوب نکال کر اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ یہودی کا سر بھٹ گیا۔ جاسوس واپس نہ آیا تو یہودیوں نے سمجھ لیا کہ ان قلعوں میں بھی مسلمانوں کے پہرہ دار موجود ہیں۔ اس لئے انہوں نے قلعوں پر حملہ نہ کیا۔

عبداللہ بن ابی کی اہمت کے کچھ منافق لوگ یہ بہانہ بنا کر میدان جنگ سے شہر کی طرف لوٹ آئے کہ ہمارے گھر محفوظ ہیں۔

قبائل عرب کی متحدہ فوجیں خندق کے پار ڈیرے ڈالے پڑی تھیں۔ انہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کس طرح کئے جائیں۔ وہ خندق کے قریب اگر مسلمانوں پر پتھر پھینکتے تھے اور تیر برساتے تھے مسلمان بھی پتھر کا جواب پتھر سے اور تیر کا جواب تیر سے دیتے تھے۔

محاصرہ طویل کھینچتا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال کر کے کہ شاید انصار محاصرہ کی سختیوں سے تنگ آگئے ہوں۔ ان کے رؤسا سے مشورہ کیا کہ اگر ہم بنی غطفانی سے یہ کہہ دیں کہ مدینہ کے نخلستانوں کی نصف پیداوار انہیں دے دیا کریں گے تو احزاب میں بھوٹ پڑ سکتی ہے۔ انصار نے جواب دیا کہ ہم نے کفر کی حالت میں کسی کو خراج نہیں دیا تھا اب کس طرح اس قلت کو قبول کر سکتے ہیں۔

احزاب نے تنگ آ کر ایک دن عام بلہ بول دیا۔ عرب کے مشہور بہادر ضرار۔ جمیرہ۔ نوفل اور عمرو بن عبدود اپنے گھوڑوں کو اڑتے ہوئے کر خندق پھاند آئے۔ اور مبارزت کے خواہاں ہوئے۔ عمرو بن عبدود عرب کا مشہور پہلوان تھا جو لڑائی میں کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ سب سے پہلے مبارزت کے لئے وہی للکارا۔ ادھر سے علیؓ مقابلے کے لئے نکلے۔ عمرو کا اعلان تھا کہ اگر یہ شخص مجھ سے تین چیزوں کی درخواست کرے تو ان میں سے ایک میں ضرور قبول کر لوں گا۔ علیؓ نے کہا۔ ”میری پہلی درخواست یہ ہے کہ تو اسلام لا“ عمرو بولا۔ ”یہ نہیں ہو سکتا“ علیؓ نے کہا کہ ”دوسری درخواست یہ ہے کہ لڑائی سے واپس چلا جا“ عمرو نے کہا کہ ”میں قریشی خواتین کے طعن نہیں سن سکتا“ علیؓ نے کہا ”تو میری درخواست یہ ہے کہ مجھ سے لڑنے سے روک دے“ عمرو ہنسا کہ عرب میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو مجھ سے لڑنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ علیؓ نے بیادہ تھے اس لئے عمرو کی حیرت نے سوار رہ کر لڑنا گوارا نہ کیا۔

گھوڑے سے اُترا اور اپنے گھوڑے کی کوئچیں کاٹ دیں۔ علیؑ نے کہا کہ پہلا وار تمہارا۔ عمرو نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا جو علیؑ نے سپرہ لیا۔ لیکن تلوار سپرہ کو توڑ کر پیشانی پر جا لگی۔ پھر علیؑ نے وار کیا۔ علیؑ کی تلوار عمرو کا شانہ کاٹتی ہوئی دل تک اتر گئی۔ دوسرے مبارز بھی یکے بعد دیگرے ختم کر دیئے گئے۔ اب کفار کے چوبیس ہزار لشکریوں نے خندق کے پار کھڑے ہو کر مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ دن بھر وہ اسی کام میں لگے رہے۔ مسلمان اپنی جگہوں پر جمے رہے کیونکہ تیروں اور پتھروں کی اس بارش میں ادھر ادھر سرکنا ناممکن تھا۔ اس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہو گئیں یعنی وہ اپنے وقت پر پڑھی نہ جاسکیں اس کے بعد ایسے حالات میں صلوٰۃ الخوف ادا کرنے کا حکم نازل ہوا:

احزاب کو مدینہ کا محاصرہ کئے قریب تین ہفتے گزر گئے۔ انہیں اپنے لشکرِ جزا کو رسد دینے میں دقتوں کا سامنا ہونے لگا۔ یہودیوں اور عربوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں ہو گئیں۔ روایت ہے کہ ایک غطفانی رئیس نعیم بن مسعود انشجعی نے جو دل سے مسلمان ہو چکے تھے ایک طرف عربوں کو سمجھایا کہ یہود کا آلہ کار بننے نہنے سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا دوسری جانب یہودیوں سے کہا کہ قریش اور دوسرے عرب قبائل تو چلے جائیں گے اور تمہیں ہر تنہا مسلمانوں سے نبٹنا پڑے گا۔ ان وجوہ کے باعث



احزاب کی بمعیت میں بے دلی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ ایسے حال میں قدرت کے عناصر مسلمانوں کی مدد کے لئے آگئے۔ ایک روز اس شد کا طوفان آیا اور اس زور کی آندھی چلی کہ احزاب کے خیموں کی ٹلناہیں اکھڑنے لگیں۔ ان حالات میں احزاب کی ٹولیاں اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس جانے لگیں۔ دو ایک روز میں میدان صاف تھا۔ اس جنگ میں قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ تیرکھا کر زخمی ہوئے اور چند دن بعد رہی ملک بقا ہو گئے۔

## بنو قریظہ کی غداری کی سزا

مسلمان لشکرِ خندق کے مورچوں سے واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولیں کیونکہ بنو قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا ابھی باقی ہے مسلمان ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو وہ بھی لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ بنو نضیر کا رئیس حنی بن اخطب بھی جس نے انہیں غداری اور غمشہ کنی پر آمادہ کیا تھا۔ ان کے پاس تھا مسلمانوں نے بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ قبیلہ اوس بنو قریظہ کا حلیف تھا اس لئے بنو قریظہ نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ سعد بن معاذؓ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ سعدؓ نے قرأت کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے لڑائی کے قابل مرد سب قتل کر دیئے جائیں۔

اور عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں اور بنو قریظہ کا مال اور سامان  
 غنیمت سمجھا جائے۔ مقتولین کی تعداد چار سو سے لے کر چھ سو تک  
 بیان کی جاتی ہے۔ یہ فیصلہ اگرچہ بظاہر بہت سخت نظر آ رہا ہے  
 لیکن یہودیوں کی شرارتوں، عہد شکنیوں اور ایذا رسانیوں کو پیش نظر  
 رکھا جائے تو اس کے درست ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔  
 بنو نضیر کو جلا وطن کرنے کا نتیجہ اس شکل میں برآمد ہو چکا تھا کہ وہ  
 لوگ عہد شکنی کر کے احزاب عرب کو مدینہ پر چڑھالائے تھے۔ بنو قریظہ  
 اگر محاصرہ کے نازک دور پر خطر ایام میں معاہدے کے پابند رہتے  
 تو ان کے حلیف قبیلہ ادس کے افراد ان کے ساتھ حسن سلوک سے  
 پیش آتے۔ بنو قریظہ کے حلیفوں ہی کا فیصلہ یہ تھا کہ ان یہودیوں  
 کو انہی کی شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔  
 غزوہ احزاب پر خدا تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کا تبصرہ قرآن پاک  
 کی سورۃ احزاب میں آیا ہے۔

# صُلحِ حُدیبیہ یا فتحِ مبین

(۶۲۸ء مطابق ۶۲۸ء)

## عمرہ کے لئے روانگی

غزوۂ احزاب ۶۳۰ھ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ ۶۲۸ھ ہجری میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ سمجھے کہ خدائے عزوجل مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے طواف کی سعادت سے بہرہ ور کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اُسی وقت عمرہ (چھوٹا حج) کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

عرب اگرچہ بت پرست ہو گئے تھے لیکن خانہ کعبہ یعنی عبادت گاہِ ابراہیمؑ کے طواف کی ابراہیمی سنت کو نہیں بھولے تھے۔ کعبہ کے حج کے لئے آنہوں نے چار مہینے عزت و احترام کو الے مقرر کر رکھے تھے۔ جن میں آپس کی لڑائیاں موقوف ہو جاتی تھیں اور اطراف و اکناف کے عرب حج کی سعادتیں حاصل کرنے کے لئے مکہ میں جمع ہو جاتے تھے۔ ان خاص دنوں کے علاوہ باقی ایام میں بھی لوگ خانہ کعبہ کے طواف

کے لئے آئے تھے اس زیارت کو حج کے بجائے عمرہ کا نام دیا جاتا تھا۔  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کی نیت سے احرام  
 باندھا تو مہاجرین اور انصار میں سے ایک ہزار چار سو اشخاص  
 اس سعادت کے حصول کی خاطر ہم رکاب ہو گئے۔ رسول خداؐ نے  
 حکم دیا کہ تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا جائے اور چونکہ  
 ہم عبادت کے لئے جا رہے ہیں اس لئے تلوار بھی نیام سے باہر  
 نہ نکالی جائے تاکہ قریش کو شبہ نہ ہو کہ مسلمان حملہ کے لئے آئے  
 ہیں مسلمانوں نے قربانی کے اونٹ بھی ساتھ لے لئے۔

رسول خداؐ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکے بھیجا تاکہ وہ  
 قریش کو مسلمانوں کے اس ارادے کی اطلاع دے کر ان کا عندیہ  
 معلوم کر لے۔ قریش نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے اپنے تمام  
 خاندانوں کی ایک کانفرنس بلائی۔ اور معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور  
 کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ محمدؐ کو نہیں آسکتے، قریش کو اندیشہ  
 تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت عمرہ کے ہلانے کے لئے میں داخل ہو کر کہیں  
 مکہ پر قبضہ نہ جملے اس لئے انہوں نے قبیلہ خزاعہ کے ایچی  
 کو یہ جواب دینے کے ساتھ ہی اپنے اتحادی قبائل کی طرف قاصد  
 دوڑا دیئے اور خود مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے  
 لئے لشکر جمع کرنے لگے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی  
 سرکردگی میں دوسو سوار دیکھ بھال کے لئے مدینے کے راستے پر

دوڑا دیئے۔ خالد کو حجاز اور رابغ کے درمیان غمیم کے مقام پر پتہ چلا کہ مسلمانوں کا قافلہ دوسرے راستے سے مکہ کی طرف نکل گیا ہے۔ وہ بھاگ بھاگ جتے آئے اور قریش کو اس امر کی اطلاع کر دی جن کا لشکر مکہ کے قریب بلح کے مقام پر ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اور باہر کے قبیلے جوق در جوق آکر اس میں شامل ہو رہے تھے۔

مسلمانوں نے دوا الحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر قربانی کے اونٹوں کے گلوں میں نفل لگا دیئے جو اس امر کی علامت تھی کہ یثربانی کے جانور ہیں۔ اور یہ قافلہ کوچ کرتا ہوا حدیبیہ کے مقام تک پہنچ گیا جو مکہ سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔

## قریش اور مسلمانوں کا نامہ پیام

قبیلہ خزاعہ کے رئیس بدیل بن ورقانہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ قریش آپ کو تکتے ہیں داخل نہیں ہونے دیں گے وہ آپ کی راہ روکنے کے لئے لشکر لارہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں جا کر کہہ دو کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ قریش کو چاہیے کہ میرے ساتھ صلح کر لیں۔ اور مجھے عرب پر چھوڑ دیں یعنی عرب میرے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔ اگر وہ اس بات پر رضی نہیں تو ان سے کہہ دو کہ ”اس خدا نے واحد کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان کے ساتھ اتنا لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے“

اور خدا کو جو فیصلہ منظور ہو کر دے، بدیل نے مکے جا کر قریش کو یہ پیغام دے دیا۔ مکہ کے ایک معمر شخص عروہ بن مسعود ثقفی نے قریش کو سمجھایا کہ محمدؐ معقول شرطیں پیش کر رہے ہیں اس لئے ان کے ساتھ صلح کی بات چیت سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ عروہ ثقفی قریش کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس کا انداز گفتگو مسلمانوں کو پسند آیا کیونکہ وہ رسول خداؐ سے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ اور بار بار دڑھکی کو ہاتھ لگاتا تھا۔ اس لئے وہ واپس چلا گیا۔ اس نے جا کر قریش سے کہا کہ محمدؐ کے پیرو محمدؐ کے ساتھ جس طرح کی عقیدت کا جذبہ رکھتے ہیں وہ بات میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار میں نہیں دیکھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بات چیت کرنے کے لئے بھیجا لیکن قریش نے ان کی سواری کا اونٹ مار ڈالا وہ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر لوٹ آئے۔ قریش نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک دستہ بھیجا جسے مسلمانوں نے گرفتار کر لیا لیکن رسول خداؐ کے حکم سے سب رہا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو صلح کی گفتگو کے لئے قریش کے پاس بھیجا وہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی امان میں مکے گئے۔ قریش نے انہیں نظر نہ کر لیا لیکن مسلمانوں کے قافلے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

## بیعتِ رضوان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ افواہ سنی تو آپ نے فرمایا کہ اب ہم پر عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینا واجب ہو گیا ہے۔ آپ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے اور مسلمانوں سے جانیں لٹا دینے پر بیعت لینے لگے مسلمان مردوں اور عورتوں نے جوشِ فداکاری کے ساتھ بیعت کی۔ یہ بیعت بیعتِ رضوان کہلاتی ہے کیونکہ اس کے سبب خدائے عزوجل نے قرآن پاک میں مسلمانوں پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

## صلح نامہ

قریش نے اپنی طرف سے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا جس نے کہا کہ صلح اسی شرط پر ہو سکتی ہے کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں تو ہمتیار باندھ کر نہ آئیں۔ گفت و شنید کے بعد رسول خدا نے سہیل سے شرطیں طے کیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھنے کے لئے بیٹھے انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھا سہیل نے اعتراض کیا کہ یہ طریق مسلمانوں سے مخصوص ہے اس لئے پُرانے طریق کے مطابق صرف رَبِّا سَمِیْکَ اللّٰهُمَّ لکھا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد لکھا ”هٰذَا مَا تَقاضٰ علیہ  
محمّد رسول اللہ“ دیکھ یہ وہ معاہدہ ہے جو اللہ کے رسول محمد نے تسلیم کیا

سہیل نے کہا کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو جھگڑا کس بات کا باقی رہ جاتا ہے اس لئے ”محمد رسول اللہ“ کے بجائے محمد بن عبد اللہ لکھا جائے۔

آپ نے حضرت علی رضی سے کہا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبد اللہ لکھ دیا جائے اس کے ساتھ ہی آپ نے سہیل سے کہا کہ ”تم نہیں مانتے لیکن خدا کی قسم میں خدا کا رسول ہوں“۔

حضرت علی رضی اس ارشاد کی تعمیل کی جسارت نہ کر سکے۔ اور کہا میں آپ کے اسم مبارک کو مٹانے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔ رسول خدا نے جو چاہا کہ میرا نام کہاں ہے۔ بتایا گیا تو آپ نے اُسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔

اس کے بعد صلح کی شرطیں لکھی گئیں جریہ تھیں:-

- (۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔
- (۲) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں۔
- (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں جو نیام میں ہو اور نیام کے اوپر جلیان یعنی غلاف چڑھا ہو۔

- (۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں اُن میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ نہ رہنا چاہے تو اُسے نہ روکیں۔
- (۵) مکہ کا کوئی آدمی مسلمان یا بت پرست مدینے چلا جائے تو اُسے واپس کر دیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مدینے سے مکہ میں آئے گا تو اُسے

واپس نہیں کما جائے گا۔



(۶) قبائل عرب کو خستیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلقہٴ دوستی کا معاہدہ استوار کر لیں۔

## مسلمانوں کی مایوسی

صلح کی یہ شرطیں سرسری نگاہ میں ایسی نظر آتی ہیں جن سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ دب کر صلح کر لی لیکن انہی شرطوں کو تدبیر کی عینک لگا کر ذرا دقت نظر کے ساتھ دیکھا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ کفار سے ان شرطوں کا حاصل کر لینا مسلمانوں کی بہت جبری کامیابی تھی۔ اس معاہدہ کی رو سے قریش نے انیس سال کی کشمکش کے بعد پہلی دفعہ عرب کی مدنی اور سیاسی زندگی میں مسلمانوں کی حیثیت تسلیم کر لی۔ اور ان کا ایک الگ مستقل اور قابل التفات طاقت ہونا مان لیا۔ یہی ایک نقطہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی کا حامل تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے کفار قریش سے جو خانہ کعبہ پر قابض تھے خانہ کعبہ کا حج اور زیارت کرنے کا مذہبی حق حاصل کر لیا۔ یہ کامیابی کا دوسرا بڑا نکتہ تھا۔ مزید برآں مسلمانوں نے

---

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اُمتی ہونے کا شرف حاصل تھا یعنی آپؐ نے جیسا کہ جنہوں نے پڑھا لکھا نہیں سیکھا تھا۔ روایت میں ”لکھ دیا“ کے لفظ ہیں ممکن ہے کہ آپؐ اپنا نام لکھ لیتے ہوں۔ مولف۔

قریش سے قبائل عرب میں اپنا اثر و سرخ بڑھانے اور ان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا حق منوالیا۔ صرف شرط نمبر ۴ و ۵ ایسی تھیں جو بلوی النظر میں مسلمانوں پر قریش کے تفوق کو ظاہر کر رہی تھیں اور جن کے ذلت آمیز ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن بعد میں پیش آنے والے واقعات نے ان شرطوں کو بھی مسلمانوں کے لئے مفید ثابت کر دیا۔ مسلمان اگر ٹھنڈے دل سے غور کرتے تو انہیں ان شرطوں کی معقولیت میں کسی قسم کا کلام نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ شرطیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات میں طے کیں جب ان کے متبعین کی نفسیاتی کیفیت کچھ اور تھی۔ وہ یہ متناہیں لے کر آتے تھے کہ سالوں کے بعد اپنے زاد بوم کو دیکھ سکیں گے۔ خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ اور ان گلی کوچوں میں چلیں پھریں گے جن میں کھیل کود کر رہے جوان ہوتے۔ جب انہیں یہ پتا چلا کہ ان کی یہ تمتا برہنیں آئے گی تو ان پر مایوسی اور پژمردگی کی حالت کا طاری ہونا ایک لازمی امر تھا۔ ایک اور بات جس نے مسلمانوں کے طبایع پر بے حد اثر کیا یہ تھی کہ وہ معاہدہ طے ہونے سے چند گھنٹے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کر چکے تھے اور ان کی نفسیاتی کیفیت جنگ و جدال کے لئے آمادہ ہو چکی تھی۔ جب انہیں ہالٹ (ٹھہر جاؤ) کا حکم دیا گیا تو ردِ عمل نے ان کی طبیعتوں کو بے حد افسردہ کر دیا۔ تیسری بات یہ تھی کہ معاہدہ کی چوٹی اور پانچویں شرط بہت ذلت آمیز تھی۔

اس کے ساتھ ہی ایک اتفاقی واقعہ ایسا رونما ہوا جس نے مسلمانوں کو بہت اشتعال دلادیا۔ واقعہ یہ تھا کہ قریش کے سفیر سہیل کا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور جسے قریش نے اس جرم کی پاداش میں قید کر رکھا تھا کسی طرح بھاگ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ معاہدہ ابھی لکھا جا رہا تھا۔ کہ سہیل نے کہا کہ معاہدہ کی شرط کے مطابق آپ ابو جندل کو میرے حوالے کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا سہیل نے کہا اگر آپ ابو جندل کو میرے حوالے نہیں کرتے تو مجھے معاہدہ منظور نہیں۔ رسول خداؐ مدد کر چکے تھے۔ اس لئے مان گئے۔ ابو جندل نے دہائی دی اور اپنے جسم پر کفار کی زد و کوب کے نشان دکھا کر کہا کہ مسلمانوں مجھے غلاموں کے حوالے نہ کرو۔ مسلمانوں کے لئے اس کیفیت کا برداشت کرنا بہت مشکل امر تھا لیکن سب کے سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ادب سے دم بخود تھے۔ حضرت عمرؓ کو ضبط کی تاب نہ رہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "کیا آپ خدا کے پیغمبر نہیں؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "میں رسول خدا ہوں۔ عمرؓ نے کہا "کیا ہم حق پر نہیں؟" حضورؐ نے فرمایا کہ "ہم حق پر ہیں۔" عمرؓ بولے جب یہ دونوں باتیں صحیح ہیں تو ہم دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ "میں خدا کا رسول ہوں۔ یقیناً عہد کر کے اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ خدا میری مدد کرے گا۔"

عمر حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے ان کا دماغ چکرار مارتھا۔  
 انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے یہ نہیں سنایا تھا کہ ہم لوگ کعبے کا طواف  
 کریں گے؟ حضورؐ نے جواب دیا: "لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس  
 سال طواف کریں گے۔"

عمرؓ جن کی عقل و سنکرمیں کوئی بات نہیں آتی تھی حضرت ابوبکرؓ  
 کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کئے۔ صدیق اکبرؓ نے انہیں  
 سمجھایا کہ خدا کا رسولؐ جو کچھ کرتا ہے۔ اس کے حکم سے کرتا ہے  
 لہذا کسی کو ان کے کئے پر دم نہیں مارنا چاہیئے۔

ابوجنل کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر تکیہ دی  
 کہ معاہدہ ہو چکا ہے اس لئے قریش کے ساتھ ہم پرعہدہ نہیں کر سکتے  
 مبر و تخلص سے کام لو اللہ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے خود  
 کوئی سبیل پیدا کرے گا۔

صحابہ کرامؓ حیرت کے سیکر بنے ہوئے ایک دوسرے کا منہ  
 تپ رہے تھے۔ ان کی تلواریں نیاموں کے اندر ٹرپ رہی تھیں دل  
 سینوں کے اندر جہاد کے دلولہ سے اچھل رہے تھے لیکن نبی کے فیصلے  
 کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

قریش کے سفیر ابوجنل کو کشاں کشاں لے کر چلے گئے تو رسول اکرمؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور یہیں ذبح کر دیں  
 صحابہ کرامؓ بہت شکستہ خاطر ہو رہے تھے اس لئے سب اپنی اپنی

جگہ بیٹھے رہے۔ رسول خداؐ نے تین بار یہ حکم دیا لیکن صحابہؓ آئینہ حیرت بنے رہے۔ یہ حال دیکھ کر آپ حرم میں چلے گئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے صورت حال بیان کی۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ آپ کسی کچھ نہ کہیں خود سربانی کریں اور احرام کھولنے کے لئے سر کے بال منڈوا دیں۔ آپ کے جاں نثار آپ کو دیکھ کر آپ سے آپ تقیہ کریں گے۔ رسول خداؐ نے یہی کیا۔ انہیں حج کے مناسک ادا کرتے دیکھ کر مسلمان بھی اٹھے اور قربانیاں گزارنے لگے۔

رسول خداؐ اور صحابہ کرامؓ نے صلح طے ہو جانے کے بعد تین دن حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں قرآن پاک کی سورہ الفتحؓ نازل ہوئی جس میں عمرو کے قصد بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ پر خدا نے عز و جل نے تبصرہ کرتے ہوئے: "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا" (ہم نے تجھے کھل اور واضح فتح عطا کی) قرار دیا۔ حضرت عمرؓ نے جن کا دماغ ابھی تک صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا رسول اکرمؐ سے پھر پوچھا کہ کیا یہ فتح مبین ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ: "ہاں یہ فتح مبین ہے" اس پر حضرت عمرؓ کو تسکین ہو گئی۔ حضرت عمرؓ اس جلد بازی پر جو ان سے صلح حدیبیہ کے موقع پر سرزد ہوئی عمر بھر نام بتاتے ہوئے بارگاہ الہی سے مغفرت مانگتے رہے + انہوں نے اس خطا کے کفارہ کے طور پر غسل پڑھے۔ روزے رکھے۔ خیرات کی اور غلام خرید کر آزاد کئے۔

عمر حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے ان کا دماغ چکرار مارتھا۔  
 انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے یہ نہیں سنایا تھا کہ ہم لوگ کیجے کا طواف  
 کریں گے؟ حضورؐ نے جواب دیا: "لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس  
 سال طواف کریں گے۔"

عمر بن خطابؓ کی عقل و فہم کوئی بات نہیں آتی تھی حضرت ابوبکرؓ  
 کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کئے۔ صدیق اکبرؓ نے انہیں  
 سمجھایا کہ خدا کا رسولؐ جو کچھ کرتا ہے۔ اس کے حکم سے کرتا ہے  
 لہذا کسی کو ان کے کئے پر دم نہیں مارنا چاہیئے۔

ابو جندل کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر تسکین دی  
 کہ معاہدہ ہو چکا ہے اس لئے قریش کے ساتھ ہم بد عہدی نہیں کر سکتے  
 صبر و تحمل سے کام لو اللہ تمہارے لئے سارے دوسرے مظلوموں کے لئے خود  
 کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

صحابہ کرامؓ حیرت کے سیکر بنے ہوئے ایک دوسرے کا منہ  
 تپ رہے تھے۔ ان کی تلواریں نیاموں کے اندر تڑپ رہی تھیں دل  
 سینوں کے اندر جہاد کے دلولہ سے اچھل رہے تھے لیکن نبیؐ کے فیصلے  
 کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

قریش کے سفیر ابو جندل کو کٹاں کٹاں لے کر چلے گئے تو رسول اکرمؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور ہمیں ذبح کر دیں  
 صحابہ کرامؓ بہت شکستہ خاطر ہو رہے تھے اس لئے سب اپنی اپنی

جگہ بیٹھے رہے۔ رسول خداؐ نے تین بار یہ حکم دیا لیکن صحابہؓ آئینہ حیرت بنے رہے۔ یہ حال دیکھ کر آپ حرم میں چلے گئے اور ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے صورت حال بیان کی۔ حضرت ام سلمیٰ نے کہا کہ آپ کسی کچھ نہ کہیں خود سربانی کریں اور احرام کھولنے کے لئے سر کے بال منڈوا دیں۔ آپ کے جاں نثار آپ کو دیکھ کر آپ سے آپ تقیہ کریں گے۔ رسول خداؐ نے یہی کیا۔ انہیں حج کے مناسک ادا کرتے دیکھ کر مسلمان بھی اٹھے اور قربانیاں گزارنے لگے۔

رسول خداؐ اور صحابہ کرام نے صلح طے ہو جانے کے بعد تین دن حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں قرآن پاک کی سورۃ الفتحؑ نازل ہوئی جس میں عمرو کے قصہ بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ پر خدائے عزوجل نے تبصرہ کرتے ہوئے ”اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا“ (ہم نے تجھے کھل اور واضح فتح عطا کی) قرار دیا۔ حضرت عمرؓ نے جن کا دماغ ابھی تک صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا رسول اکرمؐ سے پھر پوچھا کہ کیا یہ فتح مبین ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ ”ہاں یہ فتح مبین ہے“ اس پر حضرت عمرؓ کو تسکین ہو گئی۔ حضرت عمرؓ اس جلد بازی پر جو ان سے صلح حدیبیہ کے موقع پر سرزد ہوئی عمر بھر نامرت رہتے ہوئے بارگاہ الہی سے مغفرت مانگتے رہے + انہوں نے اس خطا کے کفارہ کے طور پر نفل پڑھے۔ روزے رکھے۔ خیرات کی اور غلام خرید خرید کر آزاد کئے۔

## معادہ صلح کے نتائج

مسلمانوں کی طرف سے معاہدہ کی شرائط پر عمل تو اسی وقت ہی شروع ہو گیا تھا جب کہ ابھی اس نوشتے کی سیاہی بھی سوکھنے نہ پائی تھی۔ اس کے بعد بھی مسلمان معاہدے کے مطابق ہر شخص کو خواہ وہ مسلمان تھا یا کافر جو مکہ سے مدینے آتا تھا واپس بھیج دیتے تھے۔ عورتوں کے متعلق چونکہ اس معاہدے میں کوئی شرط طے نہیں ہوئی تھی اس لئے جو مسلمان عورتیں مکہ سے نکل کر مدینے آئی تھیں۔ انہیں صحابہ کرامؓ واپس نہیں کرتے تھے کیونکہ اس بارہ میں مسلمان پاک میں صریح حکم نازل ہو چکا تھا کہ مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے پاس واپس بھیج کیونکہ وہ ان کے لئے حلال نہیں ہیں۔

صلح ہو جانے کے باعث مشرکوں اور مسلمانوں میں اختلاط ترقی کرنے لگا۔ اور تبادلات خیالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرک دین اسلام کی خوبیوں سے آگاہ ہو کر مسلمان ہونے لگے۔ چونکہ مکہ کے مسلمان مدینے نہیں جاسکتے تھے اور معاہدے کی رو سے شرک کے مرکز میں رہنے پر مجبور تھے اس لئے وہی اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنتے چلے گئے۔ خالد بن ولید اور عمرؓ وغیرہ نے اسی صلح کے دوران میں دین اسلام قبول کیا۔ عقبہ بن اسید نامی ایک مسلمان قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مکے سے مدینے چلے گئے۔ قریش نے انہیں واپس لانے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



نے عتبہ کو جن کی کنیت ابو بصیر تھی اُن کے حوالے کر دیا۔ جو انہیں لے کر  
مکہ کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں عتبہ نے ان میں سے ایک آدمی کو قتل  
کر دیا۔ دوسرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنے کے لئے  
لوٹا اس کے پیچھے پیچھے عتبہ بھی اُن پہنچے۔ اور کہنے لگے کہ آپ نے معاہدہ  
کے مطابق مجھے اُن کے حوالے کر دیا تھا اس لئے آپ پر کوئی ذمہ داری  
نہیں۔ میں مدینے میں نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ عیص کو چلے گئے جو مکہ  
سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ پر ذومرہ کے قریب ساحل بحر پر  
واقع ہے جب مکہ کے دبے ہوئے مسلمانوں کو ابو بصیر عتبہ بن کاسید کے  
اس کارنامے کی اطلاع ملی تو وہ بھی مکہ سے نکل نکل کر عیص میں آباد ہونے  
لگے۔ اور چند ہی روز میں مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی جمعیت وہاں  
اکٹھی ہو گئی۔ انہوں نے قریش کے تجارتی تافلوں کو روک کر محصول یا  
مال غنیمت لینا شروع کر دیا قریش مکہ اُن کی سرگرمیوں سے اتنے  
تنگ آئے کہ انہوں نے خود ہی معاہدے کی ان دو شرطوں (۴ و ۵)  
کو منسوخ کرنے کی التجا کی جو صلح طے کر تے وقت مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز  
نظر آ رہی تھیں۔

## سلاطین عالم کو دعوتِ اسلام سلاطین کے نام خطوط

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے باعث عرب کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ تو آپ نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو اطراف و اکنافِ عالم تک پہنچانے کے لئے ایک اہم کام کیا۔ وہ کام یہ تھا کہ آپ نے وقت کے بادشاہوں کے نام خطوط بھجوائے جن میں انہیں دینِ اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ حدیبیہ کا صلحنامہ ذی قعدہ ۶؎ ہجری میں طے ہوا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر چٹھیاں لے کر اسی سال ذوالحجہ کے مہینے میں اپنی اپنی منازل مقصود کو روانہ ہو گئے عیسوی سال ۶۲۹ء تھا۔

دربارِ رسالت سے جن جن بادشاہوں اور شہنشاہوں کو چٹھیاں بھیجی گئیں وہ حسبِ ذیل تھے۔

- (۱) ہرقل قیصرِ روم جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ میں تھا۔
- (۲) خسرو پرویز کجکلاہ ایران جبکہ پایہ تخت مدائن میں تھا۔
- (۳) مقوقس عزیزِ مصر (قیصرِ روم کے زیرِ حمایت تھا)

(۴) نجاشی حبش را آزاد و خود مختار تھا۔

(۵) ہرذہ بن سلی شاہ یمامہ (عرب)۔

(۶) حارث غسانی بادشاہ حد و شام جس کا پایہ تخت بصری میں تھا۔  
یہ بادشاہ قیصر روم کے زیر اثر تھا۔

مسلمانوں کی روایات اور تواریخ میں صرف متذکرہ صدر تاجداروں کا ذکر آیا ہے کہ ان کو دربار رسالت سے چٹھیاں بھیجی گئی تھیں۔ لیکن چین کے تاریخی ریکارڈ کی چھان بین سے معلوم ہوا ہے کہ محمدؐ کا سفیر عرب تاجروں کی معیت میں چین و تاجین (تاتار) کے خاقان غنظسم نامی تنوگ کے دربار میں بھی دعوت اسلام کا پیغام لے کر پہنچا تھا۔ یہ سفیر اسلام کی دعوت لے کر ۶۳۷ء میں یعنی چٹھیوں کے اجرا سے دو سال بعد کینٹن پہنچا۔ یہ بات محقق نہیں کہ آیا دربار رسالت کے ایلچی ہندوستان کے بادشاہوں کے پاس بھی اسلام کی دعوت کا پیغام لے کر پہنچے تھے یا نہیں۔ اس کا ذکر نہ مسلمانوں کے ریکارڈ میں پایا جاتا ہے نہ ہندوستان کی روایات سے اس کا ثبوت مل سکا ہے۔ ہندوستان میں چٹھیوں کے اجراء کے وقت ایک مہاراجہ ہریش چندر نامی حکمران تھا جس کی سلطنت سائے شمالی ہند میں پھیلی ہوئی تھی۔ دکن میں چالوکیہ خاندان کے راجا کی سلطنت قائم تھی اور جنوبی ہند میں پانڈیا کے راجے حکومت کر رہے تھے۔ ہریش چندر کی موت کے بعد جو ۶۳۷ء میں واقع ہوئی ہندوستان علیحدہ ہی بدامنی اور طواغیت الملوکی کا شکار ہو گیا۔

## دُنیا کی حالت

جس وقت دربار رسالت کے ایلچی مختلف ملکوں کے تاجداروں کے نام اسلام کی دعوت کا پیغام لے کر روانہ ہوئے تو اہم عالم کے مذہبی معتقدات کی کیفیت یہ تھی: بحیرہ روم کے ساحلی ملک فلسطین - شام - ایشیائے کوچک - قبرس - یونان - بلقان - جنوبی روس کے اقطاع مصر - طرابلس اور الجزائر روم کے بازنطینی خاندان کے قیصر کے زیر نگین تھے۔ یہ خاندان قسطنطین اعظم کے وقت سے مسیحی دین قبول کر چکا تھا۔ اسلئے ان ملکوں کی آبادیاں عام طور پر عیسائی مذہب قبول کر چکی تھیں۔ حبش کے حکمران بھی عیسائی تھے۔ اس لئے وہاں بھی عیسائیت کو فروغ حاصل ہو چکا تھا۔ اٹلی - فرانس - سپانیہ اور مراکش کے ملک پاپائے روم کے زیر اثر تھے اس لئے ان ملکوں میں بھی عیسائیت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ عیسائی مبلغوں کی سرگرمیوں نے ایران، ترکستان اور تاتاریا میں بھی اس مذہب کے پیروؤں کی اچھی خاصی جمعیتیں پیدا کر لی تھیں۔ ایران کے حکمران زرتشتی دین کے پیرو تھے۔ اور آتش پرست کہلاتے تھے۔ عیسائیت کے عقائد تثلیث پر مبنی تھے یعنی وہ خدا کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اسے خدا کی قدرت و جلال کا شریک گردانتی تھی اور روح القدس کو بھی خدا کی قدرتوں میں برابر کا شریک ٹھہراتی تھی۔ عیسائیت کے بعض فرقے حضرت مسیحؑ کو خدا کا اوتار بھی سمجھتے تھے۔ اور عقیدہ رکھتے تھے

کہ مسیح کی روح خاص خاص مواقع پر پاپائے اعظم کے جسم میں حلول کر آتی ہے۔ عیسائیوں کے گرجاؤں میں مسیح - مریم - فرشتوں - اور مذہبی بزرگوں کے مجسمے اور تصویروں بھی رکھی جاتی تھیں۔ زرتشتی دین کے پیرو جو ایران کی سرزمین میں کثرت سے آباد تھے۔ یزدان کو نیکی کا خدا اور اہرمین کو بدی کا خدا تسلیم کرتے تھے اور آگ کو یزدان کا مظہر سمجھ کر اس کی پرستش کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے علاوہ ایران میں کچھ نسٹوری فرقہ کے عیسائی بھی آباد تھے جو خدا کی وحدانیت کے قائل تھے۔ اور کچھ مانی کے پیرو بھی تھے جو خدا کے ایک ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ مانی کے پیرو ایران کی حکومت کے معتوب تھے اس لئے کھلم کھلا اپنے دین کی تبلیغ نہیں کر سکتے تھے۔

ہندوستان میں بدھ مت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور عام آبادیاں بت پرست۔ مظاہر پرست اور دیوتاؤں کو ماننے والی تھیں۔ برہمنی مت کو بہت فروغ حاصل تھا۔ چین میں بدھ اور کنفیوشس کے پیرو آباد تھے۔ دنیا کے دوسرے اقطاعات میں روجوں۔ دیوتاؤں۔ نیچر کی محض طاقتوں۔ جانوروں۔ پتھروں اور درختوں وغیرہ کو پوجنے والی قومیں بستی تھیں۔ ان کے علاوہ یہودی۔ ستارہ پرست اور آفتاب پرست لوگ بھی مختلف جگہوں میں آباد تھے۔

اس وقت دنیا کے سیاسی کوالیفٹ یہ تھے کہ مغربی یورپ کے ملک اٹلی۔ جرمنی۔ فرانس اور ہسپانیہ میں روما کا پاپائے اعظم مطلقاً روحانی

اقتدار کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ ان ملکوں میں جاگیرداریاں قائم تھیں اور سب جاگیردار دینی اور دنیوی حیثیت سے پاپائے عظم کے تابع فرمان تھے۔ بحیرہ روم کے دوسرے ساحل ملک قسطنطنیہ کے بازنطینی خاندان کے زیر نگین تھے۔ جو رومی سلطنت کہلاتی تھی۔ اس سلطنت میں بھی خراج دینے والے بادشاہیاں اور جاگیرداریاں قائم تھیں۔ یہی حال تیسری بڑی سلطنت یعنی ایران کا تھا۔ جس کا مطلق العنان شاہ نرواکسری کہلاتا تھا۔ چین اور تاتاری میں چین کے خاقان عظم کا سکہ چل رہا تھا۔ ہندوستان طوائف الملوکی کا شکار تھا۔ ہر جگہ جاگیرداری کا انتظام ترقی پذیر تھا عام لوگ اس شاہنشی اور جاگیرداری نظام کے جوتے تلے دبے ہوئے تھے اور حکمرانوں کے ظلم و ستم کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔

کچھ اس قسم کے حالات دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کی بعد از اور بادشاہوں کو دین اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے پہنچے جو خدا کے پیغمبر حضرت محمدؐ نے مدینہ سے بھجوائے تھے۔

## سلاطین پر دعوت اسلام کا رد عمل

دربار رسالت کے ایچی قیصر روم ہرقل کے نام کا خط لے کر شام کے عربی اہل عیسائی بادشاہ حارث غسانی کے پاس لائے۔ جو قیصر کا باجگنار اور حلیف تھا۔ ایک خط خود حارث کے نام کا بھی تھا۔ حارث نے اپنا خط قورکھ لیا اور قیصر ہرقل کے نام کا خط اپنے

ہر کاروں کے ہاتھ قسطنطنیہ بھجوا دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:-  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِّنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلٰی  
 هُرَقْلٍ عَظِیْمِ التُّرُومِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ  
 اَدْعُوْكَ بِدَعَاۃِ الْاِسْلَامِ۔ اَسْلَمْتَ لِمِلَّةِ یُتٰیكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ  
 فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلٰیكَ اَثْمُ الْاَدِیْسِیْنَ۔

یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ لَا نَجِدُ  
 اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَلَا یَسْتَعِیْذُ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اَرٰیْتُمُ  
 مَّا یُؤْتِی اللّٰهُ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَتَسْلِمُوْنَ۔

بنام خدا لئے رحمن و رحیم۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی  
 طرف سے روم کے ہرقل عظیم کی طرف۔ اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیری  
 کی۔ اس کے بعد میں تجھے اسلام کی پیکار کی طرف بلاتا ہوں۔ مان لے بلا تھی پائیگا  
 خدا تجھ کو دُعا اجر دے گا۔ لیکن اگر تو نے منہ پھیر لیا تو تیری رعایا کے گمراہ  
 رہنے کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہم لے اور تمہارے درمیان کیساں  
 ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی شے  
 کو شریک بنائیں گے اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود بنائیگا۔  
 اگر تم نہیں مانتے تو اس بات کے گواہ رہنا کہ ہم مان چکے ہیں۔

نوٹ:- عربی میں اعراب الی اور اردو ترجمہ میں خط کشیدہ عبارت قرآن مجید کی ہے  
 جو قیصر کے نامے میں بحدہ درج کر دی گئی۔

قیصر ہرقل کو دربار رسالت کا خط پہنچا تو اس نے پہلے مکہ کے قریش  
 تاجروں کو جو اس کی سلطنت کے شہروں میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے  
 تھے بلوا منگوا یا۔ ان تاجروں میں اسلام اور رسول خدا کا بدترین دشمن ابوسفیان  
 بھی تھا۔ ہرقل نے ان لوگوں سے پیغمبر اسلام کے خاندانی اور ذاتی حالات  
 دریافت کئے اور بعد ازاں حکم دیا کہ نامہ رسالت دربار میں پڑھا جائے۔  
 خط کا مضمون سن کر ہرقل نے صرف اتنا کہا کہ مجھے یہ خیال ضرور تھا کہ  
 ایک حبیل القدر پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ  
 سرزمین عرب میں ظاہر ہوگا۔ اگر خدا کا ستار رسول ہے تو میرے  
 پایہ تخت پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ یہ کہا اور اس نے عرب تاجروں کو  
 دربار سے رخصت کر دیا۔ اس کے بعد قیصر ہرقل نے خط کا جواب  
 دینے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ اس موقع پر یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے  
 کہ پیغمبر اسلام مجوسیوں، آتش پرستوں اور مشرکوں کے مقابلے میں  
 عیسائیوں کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور انہیں خدا پرستی کے لحاظ سے دوسروں  
 سے ممتاز اور مسلمانوں سے نزدیک خیال کرتے تھے۔ رسول خدا کی زندگی  
 میں قیصر ہرقل اور کسریٰ ایران کے درمیان متعدد جنگیں ہوئیں۔ پہل  
 جنگ میں ہرقل نے شکست کھائی مسلمان ان دنوں مکہ میں تھے۔  
 یہ خبر سنکر بہت مغموں اور دلیگیر ہوئے۔ مشرکین مکہ نے کسریٰ کی فتح  
 پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ اس موقع پر خدا کی طرف سے سورہ روم  
 کی آیت نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی



تھی کہ رومی چند سال کے بعد ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کے بعد ہرقل نے ایران کے شہنشاہ پر جنگ میں فتح حاصل کی اور وہ علاقے واپس لے لئے جو پہلی لڑائی میں اس کے ہاتھ سے چھین گئے تھے۔

ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام جو مکتوب بھیجا تھا اس کا مضمون یہ تھا:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - من محمد رسول الله  
الى كسرى عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى وامن بالله  
ورسوله واشهد ان لا اله الا الله واتى رسول الله الى الناس كافة  
لينذروهم ان كان حيا راسلا تسلم - فان ابیت فلیک اثم المجوس  
(نام خدائے رحمن و رحیم - اللہ کے رسول محمد کی طرف سے فارس  
کے کسریٰ عظیم کی طرف - اس پر سلامتی جو جس نے ہدایت کی پیروی کی -  
اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا - اور گواہی دی کہ اللہ  
کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں تمام لوگوں کی طرف اس کا رسول ہوں  
تاکہ ہر روز زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں - مان لے نجات پائے گا اگر  
تو نے انکار کیا تو مجوسیوں کے گناہ کا بار تیری گردن پر ہوگا -)

پیغمبر اسلام کا ایلچی یہ خط لے کر خسرو پرویز کے دربار میں پہنچا  
خسرو نے اسے پڑھا تو سخت برہم ہوا - جوش غضب میں آکر اس نے  
پیغمبر اسلام کا خط چاک کیا - اور بولا کہ میرے غلام کو یہ جرأت کہ

مجھے اس مضمون کا خط لکھے اور اپنا نام میرے نام کے اوپر لکھوائے اور خسرو پرویز کے یوں غضب ناک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کی بین الاقوامی سیاست کی رو سے عرب کی سرزمین شہنشاہ ایران کے حلقہ اقتدار میں شمار ہوتی تھی اور دربار ایران کا ایک گورنر میں رہا کرتا تھا۔ خسرو پرویز نے اسی غضبناکی کے عالم میں مین و عرب کے ایرانی گورنر کے نام حکم جاری کیا کہ اس گستاخ شخص کو پکڑ کر دربار میں بھیجو۔ حاکم مین باذان نے دو شخص اس مقصد کے لئے مدینہ بھیجے جن میں سے ایک کا نام بابو یہ اور دوسرے کا نام خر خسرو تھا۔ یہ دونوں شخص پیغمبر اسلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ عرب و عجم کے شہنشاہ خسرو پرویز نے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کے دربار میں حاضر کیا جائے اگر اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو وہ تمہیں اور تمہارے ملک کو برباد کر دے گا۔ پیغمبر اسلام نے جواب دیا کہ واپس جا کر اپنے حاکم سے کہہ دو کہ وہ وقت دور نہیں جب اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی۔ حاکم مین کے ایلچی یہ جواب لے کر واپس چلے گئے اور وہاں پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ خسرو پرویز کے بیٹے شرویر نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے اور تخت ایران حاصل کرنے کے لئے اُس کے وارثوں کے درمیان سخت جھگڑے رونما ہو گئے ہیں۔

اس سے قبل دربار رسالت کے ایلچی نے جب واپس آکر یہ رپورٹ دی تھی کہ خسرو نے برہمی مزاج کے عالم میں رسول خدا کے نام مبارک

کو چاک کر دیا تو آپ نے یہ کہا کہ خسرو کی سلطنت بھی اسی طسح پارہ پارہ ہو کر رہے گی جس طسح اُس نے خدا کے رسول کے خط کو پارہ پارہ کیا ہے۔

جش کے بادشاہ نجاشی کو دین اسلام قبول کرنے کا دعوت نامہ پہنچا تو اُس نے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ "نجاشی پہلے سے پیغمبر اسلام کے حالات سے واقف تھا کیونکہ کچھ مسلمان بعثت نبوی کے چوتھے سال میں مکہ سے ہجرت کر کے جش چلے گئے تھے۔ نجاشی نے دعوت نامہ وصول کرنے کے بعد حضرت جعفر طیار کو جواب بھیجا کہ میں مقیم تھے بلایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مصر کے بادشاہ مقوقس نے خط پڑھنے کے بعد جواب میں لکھا کہ میں ایک پیغمبر کے ظاہر ہونے کا منتظر تھا لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہو گا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی، اس جواب کے ہمراہ مقوقس نے پیغمبر اسلام کی خدمت میں کچھ تحائف بھی بھیجے جن میں دو نوجوان لڑکیاں ایک تختہ اور کچھ قیمتی کپڑے بھی تھے۔ عزیز مصر نے اس کے باوجود اسلام قبول نہیں کیا۔ تحالفت جو عزیز مصر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تھے وہ آپ نے قبول کر لئے وہ لڑکیوں میں سے ایک ماریہ قبطیہ نامی کو پیغمبر اسلام نے اپنے عقد زوجیت میں لے لیا اور دوسری حضرت حسان بن ثابت

کو دے دی گئی جو دربار رسالت کے خاص شاعر تھے ۔

مولوٹ عرب میں سے جن جن بادشاہوں کے نام دعوت نامے بھیجے گئے انہوں نے مختلف جواب لکھے ۔ پیامہ کے رئیس نے لکھا کہ اگر حکومت میں میرا بھی کچھ حصہ ہو تو میں آپ کی بیروی کرنے کے لئے تیار ہوں بشام کا بادشاہ حارث غسانی قیصر روم کے زیر اثر تھا ۔ اس نے خط موصول ہونے کے بعد از خود یا دربار قسطنطنیہ سے ہدایت پا کر اسلام کی روز آئندہ ترقی کا سد باب کرنے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں ۔

چین و تاتار کا خاقان اعظم تائی سوئنگ دربار رسالت کے ایچی اور عرب تاجروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا ۔ اس نے مسلمانوں کو کینٹن میں مسجد بنانے اور اپنے دین کی اشاعت کرنے کی اجازت دے دی یہ مسجد آج تک کینٹن میں موجود ہے ۔

اس طرح سترہ ہجری مطابق ۶۲۸ء میں دنیائے معلوم کے بادشاہوں اور تاجداروں کو خدا کے رسول کی طرف سے ”اسلمہ تسلّمہ“ (اسلام لا اور سلامتی یا) کا پیغام پہنچا دیا گیا ۔ اسلام لانے کے معنی فقط یہ تھے کہ تمام انسان صرف خدائے واحد کی ہستی کو عبادت کا مستحق جان لیں اور یہ بات مان لیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خدائے واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں ایچی ہیں ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطوں میں جو سلاطینِ زماں کو بھیجے گئے ۔ نہ خراج مانگا ۔ نہ ذمیوی

اور سیاسی اعتبار سے مطیع ہونے کا مطالبہ کیا۔ نہ انہیں جنگ کی دھمکی دی۔ نہ ان سے کسی قسم کی رعایت یا نعمت مانگی۔ صرف یہ بتایا کہ مجھے خدا کا پیغمبر برحق تسلیم کرتے ہوئے اس کی وحدانیت کا اقرار کر لو تو تمہاری سلطنتیں۔ تمہاری بادشاہیاں۔ اور تمہاری جائز حیثیتیں قائم و برقرار رہیں گی اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہاری رعایا کے دینی حیثیت سے گمراہ رہنے کا وبال تمہاری گردنوں پر ہوگا جس کے لئے تمہیں قیامت کے دن خدا کے ہاں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اگر سلاطین و زماں خدا کے پیغمبر کی یہ بات مان لیتے تو ذریعہ انسانی کی تاریخ اس سے بہت مختلف نظر آتی جو ان بادشاہوں کی طرف سے اس دعوت کو رد کر لے یا اس سے بے تعلق رہنے کے باعث اُسی دن سے منہی شروع ہو گئی۔ اور اب تک مبنی چسل جا رہی ہے ۛ

# فتح خیبر اور غزوہ موتہ

## ۸-۷ھ مطابق ۶۲۹ و ۶۳۰ء

### خیبر کے یہودی

بنو نضیر کے یہودی سلسلہ بھری میں کفار قریش کے ساتھ ساز باز رکھنے کی پاداش میں جب مدینہ سے نکلے گئے تھے تو وہ مدینہ سے شمال کی جانب کوئی دو سو میل کے فاصلے پر وادی خیبر میں جا کر آباد ہو گئے جو ان کے ہم قوم یہودیوں کا ایک بڑا مرکز تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے ارادے سے قریش مکہ اور قبائل عرب سے ساز باز کی جس کا نتیجہ ۷ھ ہجری میں جنگ احزاب یا غزوہ خندق کی شکل میں رونما ہوا۔ خیبر کے یہودی اتحادیوں کے اس لشکر میں جو مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے ارادے سے جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا اپنی پوری طاقت سے شریک ہوئے تھے۔ بلکہ اس مہم کے سب سے بڑے محرک وہی تھے۔

خیبر کی وادی بھی مدینہ کی طرح نخلستانوں کی سرزمین تھی جہاں یہودیوں نے متعدد سنگین حصار تعمیر کر رکھے تھے۔ یہ لوگ ہر وقت

اسی فکر میں غاطان و بیحان رہتے تھے کہ اپنے حلیف قبیلوں کو بھڑکا کر ایک دفعہ پھر مدینہ پر حملہ کریں اور مسلمانوں کو دہاں سے نکال کر مدینہ پر قابض ہو جائیں۔ اس مقصد میں ان کے پرانے حلیف یعنی قبیلہ غطفان کے عرب ان کے شامل حال تھے مسلمانوں کو ان کی طرف سے ہر لحاظ سے حملے کا خطرہ درپیش رہتا تھا۔ یہود خیبر اور بنو غطفان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع پا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غطفان کے ایک قبیلہ بنو فزازہ کے پاس اپنے ایلچی بھیجے اور ان کے سامنے یہ پیشکش رکھی کہ اگر خیبر کو فتح کرنے میں بنو فزازہ مسلمانوں کا ساتھ دیں تو مسلمان انہیں بھی خیبر کے محاصل میں شریک بنالیں گے بنو فزازہ نے یہ پیشکش مسترد کر دی کیونکہ یہودی بنو غطفان کو خیبر کی نصبت پیداوار دینے کا لالچ دے چکے تھے۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمیوں کے ہمراہ دریافتِ احوال کے لئے خیبر بھیجا۔ عبداللہ بن رواحہ نے یہودیوں کے سردار اسیر بن زرام سے کہا کہ اگر تم اطاعت قبول کر لو تو رسول اکرم تمہیں یہودیوں کا رئیس تسلیم کر لیں گے۔ اسیر تیس یہودی لے کر عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ ہوا لیکن بدگمانی کا عالم تھا کہ یہ جماعت دودو ہو کر چسلی بردوسوں سے ایک یہودی اور ایک مسلمان تھا۔ راستے میں مسلمان اور یہودی لڑ گئے اور مسلمانوں نے یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا صرف ایک یہودی بچ سکا۔

# فتح خیبر اور غزوہ موتہ

## ۸-۷ھ مطابق ۶۲۹ء و ۶۳۰ء

### خیبر کے یہودی

بنو نضیر کے یہودی سنہ ہجری میں کفار قریش کے ساتھ ساز باز رکھنے کی پاداش میں جب مدینہ سے نکلے گئے تھے تو وہ مدینہ سے شمال کی جانب کوڑے دوسویں کے فاصلے پر وادی خیبر میں جا کر آباد ہو گئے جو ان کے ہم قوم یہودیوں کا ایک بڑا مرکز تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے ارادے سے قریش مکہ اور قبائل عرب سے ساز باز کی جس کا نتیجہ سنہ ہجری میں جنگ احزاب یا غزوہ خندق کی شکل میں رونا ہوا۔ خیبر کے یہودی اتحادیوں کے اس لشکر میں جو مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے ارادے سے جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا اپنی پوری طاقت سے شریک ہوئے تھے۔ بلکہ اس مہم کے سب سے بڑے محرک وہی تھے۔

خیبر کی وادی بھی مدینہ کی طرح نخلستانوں کی سرزمین تھی جہاں یہودیوں نے متعدد سنگین حصار تعمیر کر رکھے تھے۔ یہ لوگ ہر وقت



اسی فسر میں غاطان و پیچان رہتے تھے کہ اپنے حلیف قبیلوں کو بھڑکا کر ایک دفعہ پھر مدینہ پر حملہ کریں اور مسلمانوں کو دہاں سے نکال کر مدینہ پر قابض ہو جائیں۔ اس مقصد میں ان کے پرانے حلیف یعنی قبیلہ غطفان کے عرب ان کے شامل حال تھے مسلمانوں کو ان کی طرف سے ہر لحاظ حملے کا خطرہ درپیش رہتا تھا۔ یہود خیبر اور بنو غطفان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع پا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غطفان کے ایک قبیلہ بنو فزازہ کے پاس اپنے ایلچی بھیجے اور ان کے سامنے یہ پیشکش رکھی کہ اگر خیبر کو فتح کرنے میں بنو فزازہ مسلمانوں کا ساتھ دیں تو مسلمان انہیں بھی خیبر کے محل میں شریک بنالیں گے بنو فزازہ نے یہ پیشکش مسترد کر دی کیونکہ یہودی بنو غطفان کو خیبر کی نصیب پیداوار دینے کا لالچ دے چکے تھے۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمیوں کے ہمراہ دریافتِ احوال کے لئے خیبر بھیجا۔ عبداللہ بن رواحہ نے یہودیوں کے سردار اسیر بن زرام سے کہا کہ اگر تم اطاعت قبول کر لو تو رسول اکرم تمہیں یہودیوں کا تیس تسلیم کر لیں گے۔ اسے تیس یہودی لے کر عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ ہو لیا۔ لیکن بدگمانی کا یہ عالم تھا کہ یہ جماعت دودو ہو کر چلی بردوسوں سے ایک یہودی اور ایک مسلمان تھا۔ راستے میں مسلمان اور یہودی لڑا گئے اور مسلمانوں نے یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا صرف ایک یہودی بچ سکا۔

## حادثہ ذی قرد

اس کے بعد ماہ محرم سنہ ہجری میں بنو غطفان کی ایک ٹہنی نے مسلمانوں کے ایک چراگاہ پر جو دودی ذی قرد میں واقع تھی چھا پامارا اور ایک سو بیس اونٹنیں چڑا کر لے گئے۔ نیز ایک مسلمان کو شہید بھی کرتے گئے۔ ایک اور مسلمان سلمہ بن اکوع کو اس واقع کی اطلاع ملی تو انہوں نے ڈاکوؤں کا تعاقب کیا اور ان پر اتنے تیرے برسائے کہ ڈاکو اونٹنیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سلمہ بن اکوع نے مدینہ آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور ساتھ ہی عرض کی کہ اگر آپ ایک سو آدمیوں کی جمعیت میرے ہمراہ کر دیں تو میں بنو غطفان کے ڈاکوؤں کو ان کی جسارت کا مزہ چکھا آؤں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ جب دشمن پر قابو پاؤ تو عفو سے کام لو۔

## خیبر پر لشکر کشی

متذکرہ بالا حالات کے باعث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دیں اور حکم دیا کہ اس مہم میں صرف وہی لوگ شامل ہوں جو جہاد کے لئے رغبت رکھتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سباع بن عرفط غفاری کو مدینہ کا حاکم بنا کر خیبر کی مہم پر دو سو سوار اور چودہ سو پیدل سپاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ پہلی مہم تھی جس

میں اسلامی لشکر کو تین غلہ دیئے گئے۔ علم نبوتی کے حامل حضرت علیؑ تھے۔  
عامر بن الاکواع شاعر لشکر کے آگے آگے حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے  
مارچ کر رہا تھا۔

”اے خدا! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم گمراہ رہتے۔ نہ  
جرات کرتے۔ نہ نماز پڑھتے۔ ہماری جانیں تجھ پر قربان  
ہماری کوتاہیاں معاف کر دے اور ہم پرستی نازل کر۔ جب  
فریاد ہمیں پکارتی ہے تو ہم پہنچ جاتے ہیں۔ جب مقابلہ  
ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ لوگوں نے ہمیں امداد کے  
لئے پکارا ہے۔ جن لوگوں نے ہم پر ظلم و تعدی کی ہے  
جب وہ کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں تو ہم اُن سے  
دبے نہیں۔ اے خدا ہم تیرے فضل سے بے نیاز ہیں“

اس لشکر نے رجم کے مقام پر جو خیبر اور عطفان کے درمیان واقع  
ہے پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے خیبر پر چڑھائی کی۔ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کو خیال تھا کہ یہودی مقابلہ کئے بغیر صلح کی شرائط طے کر لیں گے  
لیکن انہوں نے اپنی مستحکم قلعہ بندیوں میں بیٹھ کر مقابلے کی ٹھان لی۔  
رسول خداؐ نے لشکر اسلام کے سامنے وعظ فرمایا اور انہیں قتال پر  
آہوارا مسلمانوں نے قلعوں پر دھاوا بول دیا۔ یہ قلعے یکے بعد دیگرے  
سر ہونے لگے۔ قلعہ قموں کا سردار مر جب نامی ایک مشہور پہلوان  
تھا۔ اس قلعہ پر کئی دن متواتر ہمیں بھیجی گئیں جو ناکام رہیں۔ ایک دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ کل میں ایسے شخص کو غم دور کر  
جس کے ساتھ پرستش مقدر ہو چکی ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ رات بھر  
اس تمنا سے بے چین رہے کہ صبح ان کو یہ اعزاز حاصل ہو۔ اگلے دن  
حضرت نے پکار کر کہا "علی کہاں ہیں؟" حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے  
ان کی آنکھیں آلی ہوئی تھیں۔ ان پر حضرت نے اپنے دہن مبارک کا  
لعاب لگایا اور غم حضرت علیؓ کو عطا کر دیا۔ حضرت علیؓ نے قلعہ قوص  
کی طرف بڑھے۔ ادھر سے مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر اتی موجب شاکي السلاح بطل مجرب  
رخبر اچھی طرح جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے  
کھیلنے والا۔ تجربہ کار لاوار۔

ادھر سے حضرت علیؓ نے اپنا تعارف یوں کرایا۔  
انا الذی ستنتی اقی حیدرہ کلیث غابات کو یہ المناظرہ  
میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا۔ میں جنگل کے  
شیر کی طرح ڈراؤنی صورت رکھتا ہوں۔

مرحب اور علیؓ کے درمیان جنگ ہوئی۔ حضرت نے تلوار کا  
ایک لیا ہاتھ مارا کہ باڑ سر کو چیرتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی۔  
مرحب گر پڑا۔ مسلمانوں نے عام ہل بول کر قلعہ سر کر لیا۔ اس قلعہ کو نہ ہوتے  
بہت دن لگ گئے۔ ان معرکوں میں ۹۲ یہودی ہلاک اور ۵۵ مسلمان  
شہید ہوئے۔ یہودیوں نے اربان لی۔ اور خیبر کی پیداوار کا نصف

مسلمانوں کو بطور خراج دینا منظور کر لیا ہے۔ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حتیٰ ابن اخطب کی بیٹی صفیہؓ کو اس کی حالی نسبی کے پیش نظر آزاد کر کے حضورؐ نے اپنے عقد زوجیت میں لے لیا۔ یہودیوں کے مہتیار ڈالنے کے بعد صرف ایک یہودی رئیس کو قتل کی سزا دی گئی جس کا مجرم یہ تھا کہ اس نے ایک مسلمان کو فسیل پر سے پتھر کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا تھا۔

خیبر کی مہم سر کرنے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی قرنی پر چڑھ کر حال کی جو یہودیوں کی ایک دوسری بڑی آبادی تھی۔ یہ وادی خیبر اور تبیا کے درمیان واقع ہے یہاں کچھ یہودیوں نے معمولی مزاحمت کے بعد طاعت قبول کر لی۔ ان کے ساتھ بھی خیبر کی سی شرطوں کے مطابق صلح طے ہو گئی۔

## عمرہ

صلح حدیبیہ کی شرطوں میں تشرار پایا تھا کہ مسلمان اگلے سال حج یا عمرہ کے لئے مکہ آ سکیں گے۔ چنانچہ سنہ ہجری میں وہ تمام مسلمان جو پچھلے سال طواف کعبہ سے محروم رہ گئے تھے ارشاد نبوی کے مطابق عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آئے۔ صلح کی شرطوں کے مطابق مسلمانوں نے تمام اسلحہ مکہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر چھوڑ دیتے جن کی حفاظت کے لئے دو سو آدمیوں کی جمعیت مقرر

کردی گئی۔ تیسری شہر چھوڑ کر باہر نکل گئے تاکہ مسلمانوں کے درود کا  
نظارہ نہ دیکھ پائیں۔ شرائط صلح کے مطابق مسلمان رسول خدا کی  
معیت میں تین دن مکہ میں رہے۔ خانہ خدا کا طواف کیا قربانیاں دیں  
اور دوسرے مناسک ادا کئے تین دن کے اختتام پر مسلمان مکہ سے  
نکل گئے اور مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔

### غزوہ موتہ ۶۳۰ء

سنہ ہجری کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حارث بن عمیر کو شام کے عیسائی بادشاہ حارث غسانی کے پاس قیصر دم  
کے نام ایک اور خط لے کر روانہ کیا۔ قیصر دربار کی پالیسی مسلمانوں کے  
مسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے نامہ مبارک کے بعد ہی  
جس میں قیصر اور حارث غسانی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی  
تھی بدل چکی تھی۔ شام کے عیسائی سلاطین قیصر کے زیر ہدایت مسلمانوں  
کی طاقت کو جو عرب میں ترقی کر رہی تھی اپنے لئے خطرہ سمجھنے  
لگے تھے۔ اس لئے سلطنت قیصریہ کے ایک شامی سردار شر جیل بن  
عمرو نے جو عیسائی مذہب کھنے والا ایک عرب رئیس تھا رسول خدا  
کے قاصد کو قتل کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان قاصد  
کا قصاص لینے کے لئے تین ہزار نفوس کا ایک لشکر اپنے غلام زید بن  
بن حارثہ کی سرکردگی میں شام کی طرف بھیجا اور ہدایت کردی کہ زید بن

کے شہید ہو جانے کے بعد جعفر طیارؓ اور ان کے شہادت پا جانے کی صورت میں عبداللہ بن رواحہ فوج کی کمان کریں۔ اس فوج کے لئے دوسری ہدایت یہ تھی کہ وہ اس مقام تک جائے جہاں عارث بن عمیر کا خون گرایا گیا۔ اور اگر شرجیل کے قبیلہ کے لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے احتراز کیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کو روانہ کرنے کے لئے تئیتہ الوداع تک خود شریف لے گئے۔

شرجیل نے اسلامی لشکر کی روانگی کی اطلاع پا کر ایک لاکھ کی جمعیت مقابلے کے لئے جمع کی۔ خود قیصر روم ہرقل شام کے شہر موآب میں لشکر جبار کے ساتھ ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ شام کی سرحد پر پہنچنے کے بعد جب زبیرؓ نے مومن کی طاقت و جمعیت کا اندازہ لیا تو وہ آگے بڑھنے سے متنازل ہو گئے اور چاہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کی اطلاع دے کر ان کے احکام کا انتظار کریں لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ ہم شہید ہونے اور دین اسلام پر جانیں قربان کرنے کے لئے آئے ہیں اس لئے ہمیں تامل سے کام نہ لینا چاہیے۔ یقیناً ہزار مسلمان آگے بڑھے اور ایک لاکھ کے لشکر سے ٹکرا گئے۔ پہلے زبیرؓ شہید ہوئے۔ پھر ان کے جانشین پہ سالار جعفر طیارؓ نے بے جگری کے ساتھ طکر شہادت کا جام نوش کیا جعفرؓ نے تو سے رخم کھائے جو سب کے حسبِ ہم کے اگلے طرف تھے۔ جعفر کے بعد عبداللہ بن رواحہ

نے علمِ اسلامی اپنے ہاتھ میں لیا اور لڑتے لڑتے دینِ اسلام پر اپنی جان قربان کر دی۔ اُن کے بعد خالد بن ولیدؓ نے علمِ سنہجالا اور آتنا لڑے کہ یکے بعد دیگرے آٹھ تلواریں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ آخر خالدؓ نے جب دیکھا کہ اتنی مختصر سی جمعیت ایک لاکھ کے لشکرِ جرار سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی تو وہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لائے۔ اور مدینے کی طرف پسپا ہو گئے۔

موتہ کی اس جنگ سے پہلے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کوئی تصادم نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک انہیں عرب کے مشرکوں اور یہودیوں ہی سے مقابلے پیش آئے تھے۔ اس کے بعد عیسائیت کی عظیم طاقت بھی اسلام سے نبو آنا ہو گئی۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی اس پہلی جنگ میں عیسائیوں نے فتح پائی اور مسلمانوں کا لشکر اپنے ایک آدمی کے خون کا قصاص لینے اس کے مشہد تک پہنچنے کے مقاصد حاصل کئے بغیر پس پا ہو گیا :



# فتح مکہ

۸۳ھ مطابق ۶۳۰ء

## قریش کی عہد شکنی

۸۳ھ ہجری میں بنو بکر قبیلہ نے جو قریش کا حلیف تھا اپنی دیرینہ مخالفت کی بنا پر بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ بنو خزاعہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے۔ قریش کے رؤساء نے کھلم کھلا بنو بکر کی حمایت کی۔ بنو خزاعہ کے لوگوں کو عین حرم کی حدود میں قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ کے چالیس ناؤں پر فریلوی ہو کر مدینے گئے رسول اکرم صلی اللہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ بنو خزاعہ فریاد کی یہ صدا بلند کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔

لایہمانی ناشد محمدًا      حلفت ابیہنا و ابیہ الا لہذا

فانصر رسول اللہ نصر العتدا      وادع عباد اللہ یا تو امددا

اے خدا میں محمد کو وہ معاہدہ سناتا ہوں جو ہمارے اور ان کے قبیلہ خاندانوں میں ہو چکا ہے۔ اے اللہ کے رسول ہماری مدد کر اور خدا کا

بندوں کو بلا وہ سب مدد کے لئے دوڑ سکتائیں گے  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو خزاعہ کی یہ فریاد سنکر اپنا ایک  
 قاصد قریش مکہ کے پاس بھیجا جس نے اس عہد شکنی پر ان کے سامنے  
 حسب ذیل تین شرطیں پیش کیں:-

(۱) مقتولوں کا خوں بہا دیا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

(۳) صلح حدیبیہ کو منسوخ قرار دیا جائے۔

قرط بن عمر نے قریش کی طرف سے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط  
 منظور ہے۔ یہ کھلم کھلا اعلان جنگ تھا۔ مسلمانوں کا قاصد واپس  
 چلا گیا تو رؤسائے قریش کو ندامت ہوئی انہوں نے ابوسفیان کو سفیر  
 بنا کر مدینے بھیجا تاکہ معاہدہ صلح کی تجدید کرا لائے۔ ابوسفیان نے  
 بارگاہ نبوت میں تجدید صلح کی درخواست پیش کی جنھوں نے کچھ جواب  
 نہ دیا۔ ابوسفیان نے حضرت صدیق رضا حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ  
 سے کہا کہ وہ بارگاہ نبوی میں سفارش کریں لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی  
 ابوسفیان نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ میں قریش  
 کی طرف سے معاہدہ صلح کی تجدید کرتا ہوں لیکن مسلمانوں کی طرف سے  
 کسی نے اس کی تصدیق نہ کی۔ ابوسفیان نے واپس آکر قریش مکہ کو اپنی  
 کارگزاری کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگے کہ اس سے تو ہمیں کچھ بھی  
 معلوم نہ ہو سکا کہ ہم اطمینان سے بیٹھے رہیں یا جنگ کی تیاری  
 کر رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مکہ

کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ ایک مسلمان طالب بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کو چٹھی بھیج دی کہ رسول خدا مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ بات رسول خدا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی معلوم ہو گئی ماطلب سے باز پرس کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اعزہ و اقربا مکہ میں تھے اس لئے میں نے قریش پر احسان دھرنے کے لئے اطلاع بھیج دی تاکہ وہ میرے عزیزوں کو کبھی ہتیم کا گزند نہ پہنچائیں۔ حضرت عمرؓ نے رسول اکرمؐ سے طالب کی گردن اٹھا دینے کی اجازت چاہی لیکن حضورؐ نے یہ کہہ کر طالب کا قصور بخش دیا کہ وہ ہمسایہ بد میں سے ہیں۔

## مکہ کی طرف کوچ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا لشکر جبرائیلؑ کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھے اور دس رمضان شمسہ ہجری کو مکہ کے قریب کوئی ایک منزل کے فاصلے پر مرقا الظہران کے مقام پر پہنچے۔ راستے میں قبائل کے دستے بھی اسلام کی فوج کے ساتھ آن ملے تھے۔ مرقا الظہران میں اسلامی لشکر کی گنتی دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ رسول خداؐ نے حکم دیا کہ رات کو سب ڈیموں میں خوب رکشش کی جائے تاکہ کفار مکہ لشکر کی بھاری تعداد کا اندازہ کر لیں۔ قریش کی طرف سے تین اشخاص جن میں ابوسفیان بھی تھا اسلامی لشکر کے حالات معلوم کرنے کے لئے اس مقام تک آکر ادھر ادھر مہلک لارہے تھے۔ کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ رہے۔

اگلے دن اسلام کا یہ لشکر پیغمبر خدا کے جلوس کی شکل میں مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابوسفیان کو حضور کے حکم سے ایک پہاڑی پر بٹھا دیا گیا تاکہ وہ اسلام کا جاہ و جلال اپنی نگاہوں سے دیکھ سکے۔ لشکر اسلام کے دستے یکے بعد دیگرے آگے بڑھتے گئے اور شہر مکہ میں داخل ہونے لگے۔ ایک دستے کے سالار نے ابوسفیان سے یہ کہا تھا کہ "آج معرکے کا دن ہے آج کعبہ حلال کر لیا جائے گا" موجبِ شوقِ خدام ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اُس نے شکایت کی حضورؐ نے فرمایا عبادہؓ نے غلط کہا آج کعبے کی عظمت کا دن ہے۔ اس جوشِ فضا کے اظہار پر عبادہؓ سے غم لے کر اُس کے بیٹے کو دے دیا گیا۔

مکہ میں داخل ہونے کے وقت منادی کر دی گئی کہ جو شخص مہجراً ڈال دے گا۔ یا ابوسفیان کے گھر بھاہ لے گا۔ یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اُسے امان دی جائے گی۔ عام لوگوں نے اُس امان سے فائدہ اٹھایا لیکن قریش کے ایک چوتیلے گروہ نے مسلمانوں کے ایک دستے پر جو خالہ کی سرکردگی میں تھا تیر برساکر دو مسلمان شہید کر دیئے خالہ نے ان پر حملہ کیا اور وہ تیرہ لاکھیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثے کی اطلاع ملی تو انہیں بہت افسوس ہوا آپؐ نے کہا "قتنائے الہی یہی تھی۔"

## خانہ کعبہ کی تطہیر

مسلمان مکہ پر قابض ہو گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر ایک ایک کھڑکی کی نوک سے ٹھوکے دیئے اس کے ساتھ ہی آپ نے سر آن پاک کی یہ آیت پڑھتے جا رہے تھے۔  
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا۔

حق آگیا باطل مٹ گیا۔ باطل کو تو بیشک مٹنا ہی تھا اس کے بعد آپ نے تمام بت جن کی تعداد تین سو ساٹھ تھی کھسے سے نکلوا دیئے۔ حضرت عمرؓ نے وہ تصویریں بھی مٹا دیں جو دیواروں پر بنی ہوئی تھیں۔ خانہ کعبہ کی تطہیر کے بعد آپ اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا نہیں کی تھی صرف تکبیریں پڑھی تھیں۔

## خطبہ فتح

مکہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ مَدَقَّ وَعْدُهُ وَنَعَسَ عِبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا تَكُلُ مَائِدَتِي أَدْرِمُ أَدْمَلًا يُدْخِلُ فَمَنْ تَحَتَّ قَدَمِي هَاتِيْنِي إِلَّا سَدَانَةُ الْبَيْتِ وَمَسَاجِدُ

الْحَاجَّةُ - يَا مَعْشَرَ الْقُرَيْشِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ مَخْسَرَتَكُمْ  
الْبَاطِلَةَ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ، النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تَوَارِبِ  
رَأْسِهِ كَمَا كُنْتُمْ مَعْبُودُونَ وَهُوَ الْيَكْبَرُ هُوَ الْكَوْنُ سَاجِدٌ لَكُمْ  
هِيَ الْبَاطِلَةُ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ هِيَ الْبَاطِلَةُ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ  
نَفْسُ الْبَاطِلَةِ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ هِيَ الْبَاطِلَةُ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ  
تَمَامِ خُونِ بَهَائِجِ مَحَبَّةِ قَدَمِ كَرَمِ نَبِيِّ هِيَ الْبَاطِلَةُ وَكَعَلَهَا بِالْأَيَّامِ  
حَاجَتِمْ كَوْنِ الْبَاطِلَةِ الْبَاطِلَةُ الْبَاطِلَةُ الْبَاطِلَةُ الْبَاطِلَةُ الْبَاطِلَةُ

اے گروہ قریش! اب خدا نے تم سے جاہلیت کے سب غرور  
اور نسب کے فخر دور کر دیئے۔ تمام انسان آدم کی نسل سے ہیں اور  
آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

اننا بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھیں :-  
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ  
شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْبَرَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقُوا اللَّهَ  
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے  
قبیلے اور خاندان بنادیتے تاکہ تم آپس میں پہچانے جا سکو۔ خدا کے  
نزدیک تم میں سے وہ محترم ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔  
بیشک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

اس خطبہ کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے

مخاطب ہو کر فرمایا :-

سہانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؛ قریش نے جواب دیا ”آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: لَا تَزِيْبُ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذَا هَبَسُوْا اَفَانْتُمْ الطَّلْعَاءُ (آج کے دن تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم آزاد ہو) دربار رسالت سے یہ عام معافی آن لوگوں کو دی گئی جنہوں نے حضورؐ کو تیرہ سال طرح طرح کی ایذائیں دیں اور آٹھ سال کی مدت میں متعدد جنگیں کیں۔

اس عفو عام کے باوجود قریش کے چند اشخاص جو مکہ میں مسلمانوں کے فائدہ کے داخلے کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکے مکہ سے نکل گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن مکہ میں قیام فرمایا اور اس دوران میں آپؐ نے ایک تو شراب کی خرید و فروخت ممنوع قرار دے دی دوسرے دو یا تین اشخاص کو قصاص کے طور پر موت کی سزا دلائی۔ تیسرے اُن لوگوں سے بیعت لی جنہوں نے برفضا و رغبت دین اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

# حُنَین و تبوک کے معرکے

۸ و ۹ھ مطابق ۶۳۰ و ۶۳۱ء

## غزوہ حُنَین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے کہ اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبائل مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مکہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ قبائل بڑے طاقتور۔ جنگ جواور فنون حرب کے ماہر تھے مکہ اور طایف کے درمیان کی مادیوں میں رہتے تھے۔ ان کو یہ شبہ ہوا کہ اسلام کا لشکر جس کی منزل مقصود مکہ تھی ان پر حملہ کرنے کے ارادے سے آ رہا ہے اس لئے انہوں نے فسخ مکہ سے پہلے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں فسخ مکہ کی خبر نے انہیں اور بھی اشتعال دلایا اور وہ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر ٹری تیاری کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھنے لگے۔ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لانے کی وجہ یہ تھی کہ مردان کی حفاظت کے خیال سے جان توڑ کر لڑیں گے۔

ہوازن اور ثقیف کی لشکر کشی کی اطلاع پا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی جہر کو دیکھ بھال اور دریافت حالات کے



لئے بھیجا اور خود جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ لڑنے کے ایک دو مہینہ  
 شخص عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار دھرم قرعہ لئے اور سریش کے رئیس اعظم  
 صفوان امیتہ سے اسلحہ مانگے۔ صفوان نے سوزرہ میں اور ان کے لہلام  
 مہتیا کر دیئے۔ سوال شدہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کا  
 لشکر جرار لیکر ہوازن و ثقیف کے مقابلے کیلئے چلے۔ ہوازن و ثقیف کی فوجیں گرد  
 طاقت کے درمیان جنین کی دلدلی میں ادھاس کے مقام پر ڈیرے ڈالنے پڑی تھیں  
 مسلمانوں کو اپنی جمعیت اور طاقت پر بہت ناز تھا۔ اور وہ یہ کہہ رہے  
 تھے کہ آج ہم پر کون غالب ہو سکتا ہے۔

دونوں لشکر بالقابل ہوئے مسلمانوں نے علی الصبح ہوازن کے  
 لشکر پر تہ بول دیا۔ ادھر سے پورا پورا جواب ملا اور ہوازن و ثقیف  
 کے تیر انداز دائیں بائیں سے مسلمانوں پر تیروں کا سینہ برسانے لگے۔  
 ان پہلی ہی جھڑپ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پہلے پہل  
 لگے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میدان جنگ میں صرف خدا کا رسول  
 تنہا کھڑا یہ کہہ رہا تھا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ      أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

(میں اللہ کا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)  
 رسول خدا نے یہ حال دیکھ کر آواز دی یا معشر الانصار۔ یہ آواز  
 سن کر انصار ٹوٹے اور لبتیک لبتیک پکارتے ہوئے رسول خدا کے  
 گرد جمع ہونے لگے۔ حضرت عباسؓ نے حضور کے حکم سے یا معشر الانصار

یا اصحاب الشجرہ رلے گردہ انفار۔ اے درخت کے نیچے بیعت  
کونے والوں کے نعرے لگا کر مسلمانوں کو جن کے قدم اکھڑ چکے تھے۔  
از سر نو جمع کیا۔ اور پھر گھسان کی ٹرائی ہونے لگی اب قبائل لشکر  
کے پاؤں اکھڑے اور وہ بھاگ بکھلے۔ کچھ ادھاس میں جمے ہوئے اور  
کچھ طائف جا پہنچے ۛ

مسلمانوں نے ادھاس کی مدد میں قبائل کا تعاقب کیا اور وہاں  
انہیں پھر شکست دی۔ قبائل نے طائف میں پناہ لی۔ جس کے گرد  
شہر پناہ یعنی فیصل بنی ہاشم تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال  
غنیمت اور اسیران جنگ کو جعرانہ کے مقام پر محفوظ کر کے لشکر اسلام  
کو طائف کی طرف بڑھنے کا حکم دیا مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔  
بیشش دن تک محاصرہ جاری رہا مسلمانوں نے اس محاصرے میں دشمن  
پر لوہے کی گرم سلاخیں پھینکنے کے لئے دبا بے اور فیصل توڑنے  
کے لئے منجنیقیں استعمال کیں۔ لیکن حصار کو توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی  
بیشش دن کے بعد محاصرہ اٹھا لیا اور رسول خدا و مشمنوں کو ہدایت  
کی راہ پر آنے کی دعا دیتے ہوئے واپس آ گئے۔

جعرانہ پہنچ کر رسول خدا نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کیا۔  
اور اس میں سے مکہ کے نومسلموں کو دوسرے مسلمانوں سے زیلہ جعترہ  
دیا۔ انفار کے بعض زوجہ انہوں نے تقسیم پر اعتراض کیا اور بولے کہ  
رسول خدا مصیبت کے وقت تو ہمیں یاد کرتے ہیں اور غنیمت کا مال

دوسروں کو دے رہے ہیں۔ اطلاع ملنے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کر کے ان کے سامنے نہایت موثر خطبہ دیا۔ آپ نے کہا ”کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم متعلّس تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں غنی کر دیا۔“

انصار کے مجمع سے آوازیں آئیں: ”یہ سب ٹھیک ہے اللہ کے رسول کے احسان ہم پر عظیم ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”نہیں انصار! تم میرے سوالوں کے جواب میں یہ کہو اے محمد! تم کو جب اور لوگوں نے جھٹلایا تو ہم لے تیری تصدیق کی۔ تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے تم کو پناہ دی۔ تو متعلّس آیا تھا ہم نے تیری ہر طریق سے مدد کی۔“

”اے انصار! تم یہ جواب دو میں کہوں گا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اور لوگ تو ادنث اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔“

اس تقریر کے اثر کا یہ عالم تھا کہ انصار کی ڈاڑھیاں روتے روتے آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ رسول خدا نے انہیں سمجھایا کہ ”مُسلمانوں کو صرف مالِ یقینِ قلوب کے لئے زیادہ جفتہ دیا گیا ہے۔ انصارِ مخلص ہو گئے۔“

امیرانِ جنگ کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے ہوازنِ یثیف کی

کوئی سفارت نہ آئی۔ ان میں شیما بنتِ حلیمہ سعدیہ رسولِ خدا کی رضاعی بہن بھی تھیں مسلمانوں نے جبکہ نہیں گرفتار کیا تو بولیں کہ میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ انہیں حضورؐ کے پاس لے آئے۔ شیما نے کہا کہ ایک دفعہ آپؐ نے بچپن میں دانت سے کاٹا تھا اس کا نشان میری ٹیٹ پر اب تک موجود ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں فرطِ محبت سے پانی بھر آیا۔ اپنے ماتھے سے چادر پکھائی اور بہن کو بٹھایا۔ محبت کی باتیں کہیں اور کہا کہ جا ہو میسے گھر چلو جا ہے اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ شیما نے وطن جانے کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؐ نے چند بکریاں اور اونٹ دے کر بہن کو رخصت کر دیا۔

کچھ دن بعد ہوازن کی سفارت آئی تاکہ اسیرانِ جنگ کو چھڑانے کے لئے بابِ چیت کرے۔ اس سفارت میں اس قبیلہ کے افراد بھی شامل تھے جس کے درمیان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں بروکش پالی تھی۔ اس قبیلہ کے سرملہ زہیر بن مرد نے کہا: ”اے محمد جو عورتیں چھپروں اور خیموں میں قید ہیں ان میں تیری خالائیں اور بھوپھیاں بھی ہیں۔ خطا کی قسم سلاطینِ عرب میں سے اگر کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اس سے ہمیں بہت کچھ امیدیں ہوتیں تجھ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔“ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اسیرانِ جنگ میں سے خاندانِ عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن عام رٹائی کی صورت یہ ہے کہ تم نماز کے بعد عام مسکراؤ

کے سامنے یہ درخواست پیش کر دو۔

زمیر بن صہرہ نے نماز ظہر کے بعد مسلمانوں سے اسیران جنگ کی رہائی کے لئے التجا کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے خاندان کے جتنے کا مختار ہوں اور اس جتنے کے قیدی چھوڑتا ہوں اور مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے اپنے جتنے کے قیدی چھوڑ دیں۔ ہر طرف آوازیں آئیں کہ ہم نے قیدی چھوڑ دیئے۔ اس طرح ہوازن کے چھ ہزار اسیران جنگ ہمارے دیئے گئے۔

## غزوہ تبوک ۹

حنین کی مہم سر کرنے کے بعد مسلمان جب مدینہ پہنچے تو انہیں اس مضمون کی اطلاعات موصول ہونے لگیں کہ مکہ شام کے غسانی قبائل جو قیصر روم کے زیر اثر تھے عرب پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ رجب ۹ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ کا سد باب کرنے کے لئے شام پر لشکر کشی کی۔ اور قبائل عرب کو اس مہم میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ بیس ہزار کا لشکر جرار لے کر رسول خدا شام کی طرف چلے اور تبوک کے مقام تک پہنچے جو مدینہ سے دمشق کو جانے والی شاہراہ پر مدینہ سے حدود منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس مہم پر جانے کے لئے منافق اور تھوڑے مسلمان بھی چراتے تھے لیکن بعض کے اشتیاق جہاد کی کیفیت یہ تھی کہ جب وہ سواری نہ رکھنے

کے باعث پیچھے چھوڑ دیئے گئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈھبلے۔  
 کہ خروج نہ رکھنے کے باعث وہ شرکت جہلو کی سعادت سے محروم رہے  
 جلتے ہیں تبوک کی راہ میں وہ سرزمین بھی آئی جہاں عمار و ثمود کی قدیم  
 قوموں کے آثار نظر آتے تھے۔ چونکہ ان قوموں پر نافرمانی کے باعث خدا  
 کا غضب نازل ہوا تھا اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے  
 مقامات میں قیام نہ کیا اور مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ اس سرزمین کا  
 پانی نہ پیئیں۔

تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ قتالی قبائل اور عیسروم کی جنگی تیاریوں کی  
 اطلاعات درست نہ تھیں۔ رسول اکرمؐ بیسن تبوک میں ٹھہرے۔ لایت  
 ایلہ کے عیسائی سردار گوجہ نے حاضر خدمت ہو کر تحائف پیش کئے اور  
 جزیہ دینا قبول کر لیا۔ رسول خداؐ نے جو حنا کو ایک چادر عطا فرمائی  
 جریا اور اوزح کے عرب عیسائی قبیلوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔  
 دومۃ الجندل کے عرب عیسائی سردار اکید نے سرکشی کی اس کی سرکوبی  
 کے لئے خالد بن ولید کی سرکردگی میں چار سو کی جمعیت بھیجی گئی۔ خالدؓ نے  
 اسے گرفتار کر لیا۔ اور اکید اس بات پر رضامند ہو گیا کہ وہ خود رسول اکرمؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اخراج اطاعت پیش  
 کرے گا۔

یہ مہم واپس آئی اور مدینہ کے لوگ استقبال کے لئے باہر نکلے۔  
 عہد میں پھر ہی گیت گار ہی تھیں جو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اولین شریف آوری کے موقع بے گمایا تھا۔  
 (وداع کی گھائیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا۔ جب تک خدا  
 کو پکارنے والا باقی ہے ہم پر شکر لازم ہے)  
 مدینے میں واپس آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں  
 کی بنائی ہوئی مسجد کو نذر آتش کر دیا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں  
 میں ٹھوٹ ڈالنے کی نیت سے یہ مسجد بنائی تھی۔

## حج اکبر اور اعلانِ برأت

### حج اکبر

شعبہ ہجری میں مکہ منہج ہو گیا تھا لیکن اس سال حج کا انتظام  
 قریش کے انہی لوگوں نے کیا جو پہلے سے اس کام پر مامور تھے مسلمانوں  
 نے اس سال مکہ کے مسلمان امیر قتیبہ بن اسید کے ساتھ حج کا فریضہ  
 ادا کیا یہ شعبہ ہجری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے سے تین سو  
 مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں مکہ کی طرف  
 روانہ کیا۔ حضرت عسل بن اس قافلہ کے تعقیب مقرر ہوئے مسلمانوں  
 کا یہ پہلا حج تھا جس میں حج کی عبادت کو نہایت جاہلیت کی تمام بُری رسموں  
 سے پاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حج کے صحیح اسلامی

مناسک لوگوں کو سکھائے و شرابی کے دن خطبہ دیا۔ حضرت صدیقؓ کے بعد حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے سورہ برأت کی چالیس آیتیں پڑھیں اور اعلان کیا کہ آج کے بعد کسی مشرک کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نہ کوئی بڑا لے دستور کے مطابق ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر پائے گا۔ اور وہ تمام معاہدے جو مسلمانوں نے مشرکوں کے ساتھ کر رکھے ہیں چار ماہ کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہؓ نے بڑے جوش و خروش سے اس اعلان برأت کی صدا دی کی۔

اعلان برأت کا مطلب یہ تھا کہ مشرکین عرب کو چار ماہ کی قہرمت دی جاتی ہے کہ وہ اس مدت میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اپنی روش کا فیصلہ کر لیں۔ چار ماہ کے بعد تمام مشرکوں کو مسلمانوں سے برسرِ جنگ سمجھا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربستان کے متذبذب اور رکش قبائل نے اسلام کی طاقت و قوت کے سامنے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔

اس طرح ان کے درمیان دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی راہیں جو مشرکین کی محاصمت و مزاحمت کے باعث پہلے مسدود تھیں یکسر کھل گئیں۔ اب عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے اور انہیں دین الہی قبول کرنے کے فائدہ سمجھانے میں کوئی چسبہ حائل نہ تھی۔



پیغمبر اسلامؐ اور مشرکین عرب کے درمیان یہی ایک بات یعنی دینِ  
 اسلام کی دعوت و تبلیغ کا حق ماہِ النّزاع تھی۔ یہ جھگڑا رسولِ خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے شروع ہوا اور ۹  
 میں یعنی بعثتِ رسولؐ سے بائیس سال بعد جا کر اس صورت میں ط  
 ہوا کہ اسلام نے سرزمینِ عرب میں تبلیغ و اشاعت کا وہ حق حاصل  
 کر لیا۔ جو مشرکین عربؐ سے نہیں دیتے تھے ۛ

---

# اشاعت اسلام اور ملکی انتظام

## دعا و وفود

فتح مکہ اور غزوہ یثرب کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قبائل عرب کے لئے مرجع انعام بن گئی۔ ہر سببِ بادیہ کے یہ قبیلے عام طور پر قریش مکہ کے زیر اثر ہوا کرتے تھے۔ اور دینِ نبوت پرستی انہی کو اپنا امام اور پیشوا سمجھتے تھے۔ اسلام اور قریش مکہ کے درمیان زندہ رہنے کے لئے جو کش مکش بیس اکھیل سال سے جاری تھی اسے یہ قبائل عملی دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھتے چلے آ رہے تھے۔ اس کش مکش میں ان کی عملی مہم دویاں مشرکین مکہ کے ساتھ وابستہ رہیں لیکن اس کے باوجود پیغمبر اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں سے کم و بیش متاثر ہوتے رہے۔ ان میں سے بہتوں کی روش کا انداز یہ تھا کہ اگر محمد خدا کے سچے پیغمبر ہوئے تو وہ قریش پر غالب آجائیں گے۔ محمد قریش پر غالب آگئے تو انہوں نے بھی اسلام کی صداقت کے سامنے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقا اور متبعین کو محض

تبلیغ اسلام کی راہ کے کانٹے دور کرنے کی جدوجہد میں پیغم اور  
 مسلسل جنگِ جدال سے سابعہ پڑتا رہا۔ تاہم پیغمبر اسلام کا حقیقی  
 کام یعنی دین کی تبلیغ اور اشاعت برابر جاری رہا اور کم و بیش رفتہ سے  
 لگاتار ترقی کرتا چلا گیا۔ دین حق کی جستجو سے بے قرار ہونے والی  
 مروجیں دو دراز سے چل کر اسی وقت پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر  
 ہونے لگی تھیں جب شروع شروع میں مکہ کی گلیوں سے ایک ایسے سادہ  
 شاعر۔ مجنوں اور صابی کے ظاہر ہونے کا غلغلہ بلند ہوا تھا۔ جو خدا  
 کا رسول ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ اسلام کا پیغام ایسے لوگوں کی دست  
 سے مکہ کی گلیوں سے نکل کر عرب کے اطراف و اکناف میں پہنچا۔  
 دعوتِ اسلام کی تحسین یزیاں عواہبِ بادیر میں آہستہ آہستہ پھلتی  
 پھولتی رہیں۔ ہجرت کے بعد جب اسلام کو مدینہ میں اپنا ایک مرکز بن  
 گیا تو صحرائی قبائل کے وفد تحقیقِ حالت کے لئے مدینے آنے لگے۔  
 ادھر مرکز سے بھی دین اسلام کے مبلغ ایسے قبیلوں میں جانے لگے جو  
 انہیں دین کی باتیں معلوم کرنے کے لئے اپنے ہاں بلاتے تھے۔ ایسی  
 تبلیغی مہموں میں اگرچہ مسلمانوں کو کئی دفعہ شدید جانی نقصان برداشت  
 کرنے پڑے لیکن تبلیغ کی یہ صورت برابر جاری رہی۔

سنہ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب دربارِ رسالت سے  
 سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام قبول کرنے کی چٹھیاں لکھی گئیں تو اسلام  
 کا پیغام باقاعدہ طور پر عرب کے ملک اور روسا کو بھی پہنچا دیا گیا۔

فتح مکہ کے بعد جب عرب میں امن قائم ہو گیا تو مدینہ سے اسلام کے داعیوں اور مبلغوں کی ٹولیاں ملک کے ہر گوشے اور ہر قبیلے کی طرف بھیجی گئیں تاکہ وہ قبائل کو خدا کے واحد کی عبادت پر آمادہ کریں۔ دعاۃ اسلام کی ان کوششوں کی صدائے بازگشت ایسے دُشمنوں کی ثورت میں رونا ہونے لگی جو مختلف قبائل کی طرف سے دین اسلام قبول کرنے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پر بیعت کر کے ان کے فیض صحبت سے استفادہ کرنے کے لئے مدینہ آنے لگے۔ مسلمانوں کی تاریخی روایات میں ایسے معتد و وفود کے حالات مرقوم ہیں۔ ایک اوی نے ایک سو چار وفود کے حالات لکھے ہیں۔ جن میں سے بعض حالات بڑے ہی دلچسپ ہیں۔ قبیلہ بنو تمیم کا ایک وفد بڑی شان و شوکت سے مدینہ آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر آواز دی کہ محمد! باہر آئیے ہم آپ سے رابطہ و محضر کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ رسول خدا ان لوگوں کو لے کر مسجد میں بیٹھے۔ پہلے ان کے خطیب نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی اور کہا: خدا کا شکر ہے جس کے لطف و کرم کے طفیل ہم تاج و تخت کے مالک قیمتی خزانوں سے مالا مال اور اقوام مشرق میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔ ہماری برابری کون کر سکتا ہے جسے ہمارے ساتھ ہم رتبہ ہونے کا دعویٰ ہو وہ یہ اوصاف گنائے۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں کی

طرف سے ثابت بن قیس نے تقریر کی اور کہا :-  
 ہر طرح کی تعریف اُس خدا کو سزاوار ہے جس نے آسمان وزمین  
 پیدا کئے۔ اسی نے ہم کو بادشاہت دی۔ اور اپنے بندوں میں سے بہترین  
 شخص کو انتخاب کیا جو سب سے زیادہ شریف النسب۔ سب سے زیادہ  
 راست گفتار سب سے زیادہ شریف الاخلاق ہے۔ وہ تمام عالم کا  
 انتخاب تھا اس لئے خدا نے اس پر اپنی کتاب نازل کی۔ اُس نے لوگوں کو  
 اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور ان کے بعد ہم انصار  
 نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ ہمیں اللہ کے مددگار اور رسول اللہ  
 کے وزیر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اس کے بعد قبیلہ بنو قسیم کے شاعر نے قصیدہ پڑھا۔ مسلمانوں کی طرف  
 سے حسان بن ثابت نے کلام سنایا۔ غرض اس طسوج کے مقابلہ کے بعد  
 اس وفد نے اسلام قبول کر لیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ہاتھ پر بیعت کی۔

طایف کے عربوں کی سفارت دربارِ نبوی میں پہنچی یہ لوگ کسی  
 دن تک مسجدِ نبوی میں مقیم رہ کر مسلمانوں کے اوضاع و اطوار کا مطالعہ  
 کرتے رہے۔ آخر انہوں نے اس شرط پر اسلام قبول کرنے کے لئے آمادگی  
 ظاہر کی کہ انہیں زنا۔ سُود اور شراب سے نہ دُکا جائے۔ ان کی یہ  
 درخواست منظور ہوئی۔ انہوں نے شرطیں اُپس لے لیں اور پوچھا  
 کہ ہمارے دیوتا "لات" کا کیا بنے گا۔ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا۔

کہ ”اسے توڑ دیا جائے“ یہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ”یہ کام ہم سے نہ ہو سکے گا“۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے دو مسلمان بھیج دیئے کہ وہ طائفت جا کر لات“ کا قہقہہ پاک کر دیں۔

قبیلہ بنی نضل کا وفد بھی اپنے رئیس کی سرکردگی میں مدینہ آیا۔ یہ قبیلہ دین سیحی کا پیرو تھا لیکن وفد نے مدینہ پہنچ کر اپنے قبیلہ کی طرف سے دین اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ بخران کے عیسائیوں کا ایک وفد بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے کئی دن مناظرہ ہوتا رہا۔ آخر مباہلہ تک فہمت آگئی جب رسول اکرم اپنے اہل بیت کو لے کر مباہلہ کے لئے حاضر ہوئے تو عیسائی مقابل ہوئے اور مباہلہ سے دستکش ہو گئے اس وفد نے اہل بخران کی طرف سے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

۸-۹-۱۰ء ہجری میں دعاۃ اسلام اور وفود قبائل کی سرگرمیاں بہت ترقی پذیر رہیں اور سلسلہ ہجرت تک عربستان کے تمام قبیلے شرک اور بت پرستی سے تائب ہو کر دین اسلام کے پیرو بن گئے بعض مقامات پر عیسائیت کے ماننے والے باقی رہ گئے لیکن ان کی تعداد سارے عرب کے مقابلے میں بہت ہی کم اور ناقابل ذکر تھی۔

## امور عامہ کا انتظام

اشاعت اسلام کی غرض سے قبائل عرب میں دعاۃ اسلام

کی ترسیل اور مدینہ میں قبائلی وفد کی آمد بھگت کے ساتھ ہی رسولِ کرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف علاقوں کے لئے زکات و صدقات وصول  
کرنے کے لئے محصلین مقرر کر کے بھیجے ان محصلین کو ہدایت کی جاتی تھی  
کہ لوگوں کے مال سے زکوٰۃ کا معین جتہ لیں اور چھانٹ کر اچھا اچھا لینا  
عرب کے لوگوں کی ثروت ان کے اونٹ اور بکریاں تھیں۔ اس لئے زکوٰۃ  
میں یہی چیزیں وصول کی جاتی تھیں۔ زکوٰۃ محض ایک خاص درجہ کے  
ثروت مند لوگوں سے لی جاتی تھی اور اس کی شرح ڈھائی فی صدی سالانہ  
مقرر ہو چکی تھی۔ یہود اور نصاریٰ سے خراج اور جزیئے کے جو معاہدے  
طے ہوئے تھے ان کی وصولی کے لئے محصلین مقرر کئے جلتے تھے۔ ان  
کے علاوہ مختلف علاقوں میں عمال بھی بھیجے گئے جن کا کام ان علاقوں  
کے باشندوں کی مدد سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر راجح کاموں  
کے لئے کہنا اور برے کاموں سے روکنا (کا نفاذ تھا۔ اکثر صورتوں میں  
یہی عمال دین کے معلم بھی ہوتے تھے جو عام لوگوں کو اسلام کے شعائر  
سکھاتے تھے۔ انہیں نیک زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔  
دعا۔ یقین محصلین اور عمال اکثر انہی قبائل میں سے مقرر کئے جاتے  
تھے جن کے درمیان انہیں کام کرنا ہوتا تھا۔ اور اس امر کا خاص خیال  
رکھا جاتا تھا کہ یہ لوگ خدا سے ڈرنے والے اور پرہیزگار شخص  
ہوں۔ اس کے باوجود انہیں سوانگی کے وقت جو ہدایت دی  
جاتی تھیں ان میں تاکید کر دی جاتی تھی کہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک

سے پیش آئیں۔ ایسے لوگوں کو محفل اور عامل بنایا جاتا تھا جو خود اس منصب کے خواہشمند ہوتے تھے۔ نوادوس ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر اسی قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ان مصروفیتوں نے حضور کی صحت پر بہت اثر کیا۔ چنانچہ آپ فرط ضعف کے باعث بسا اوقات بیٹھ کر نماز ادا فرمانے لگے۔

## حجۃ الوداع اور وفات حج کی ادائیگی

ذی قعدہ ۱۰ سالہ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت شریف (خانہ کعبہ) کے حج کے لئے عزم مبارک کا اعلان فرمایا۔ جو نہی یہ خبر شہر ہوئی دو روز دیک کے مسلمان حضور کی معیت میں حج کا ثواب حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ شنبہ ۲۶ ذوقعدہ کو مدینے سے روانہ ہوئے۔ مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ کے مقام پہنچ کر احرام باندھا۔ مدینے سے کتے تک کی مسافت تو دین میں طے کر کے ماہ ذوالحجہ کی چلتا تاریخ کو مکہ پہنچ گئے۔ حضور کی رکاب میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان حج کے لئے جمع ہو گئے۔ تو اور دن ذوالحجہ کو رسول خدا نے حج کے مناسک ادا فرمائے



ان یہودہ رسموں کو جو شرکین عرب نے حج کی عبادت میں شامل کر لی تھیں ترک کیا بعض بھولے ہوئے مناسک ادا فرمائے۔ اور قریش کے اس استیاذ کو مٹا دیا کہ وہ دُوسروں کے ساتھ عرفات میں قیام نہ کریں و قریش زمانہ جاہلیت میں عرفات کے قیام کو اپنی شان کے منافی سمجھا کرتے تھے۔

۹ خداجہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدئی عرفات کے مقام پر نمرہ میں اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ حضور سرور کائنات کا آخری وعظ تھا۔ احادیث و سیر کی کتابوں میں یہ خطبہ اپنی کامل و مکمل صورت میں کہیں موجود نہیں۔ البتہ اس کے جسد جسد فقرے اور اس کی منتخب عبارتیں جو لوگوں کو یاد رہیں احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ انہی فقرہوں اور عبارتوں کا ترجمہ ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اسے اُدئی برحق پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سمجھنا چاہیے۔ خطبہ کے دوران میں آپ نے یہ فرمایا:-

”ہاں! میں نے آج جاہلیت کے تمام دستوروں کو اپنے پاؤں تلے گھل دیا ہے۔ اللہ نے تم سے جاہلیت کی گمراہیاں دور کر دیں۔ یہی فخرِ مشاویت ہے۔ یوں قحطی (معتز) اور فاجر شقی (ذلیل) ہے۔ آج کے بعد عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ انسان سب

آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ ہر  
مسلماں دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمام مسلمان ایک  
ہی برادری ہیں۔

اے لوگو! اپنے غلاموں کا خیال کرو۔ اپنے غلاموں کا  
خیال کرو۔ جو خود کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ۔ جو خود پہنوم  
اُن کو پہناؤ۔

جاہلیت کے خون کے دعوے سب کے سب باطل کر دیئے  
گئے۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون یعنی  
ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔  
جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے۔ سب  
سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود یعنی عبّاس بن  
عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔  
عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہو۔ تمہارا عورتوں

---

اے خون کے دعوے عرب میں سلسل اور لگاتار جنگ و جدال کا موجب بنے رہتے  
تھے۔ کیونکہ دعوے دار قاتل کے قبیلے سے ہنسرد کو قتل کرنا اور انتقام لینا لازم  
سمجھتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ جب تک انتقام اور وہ بھی پسند در چند جائیں لیکن  
کی مدتوں نہیں لیا جاتا اس وقت تک مقتول کی روح بامریاد ہی بن کر چلاؤ  
رہتی ہے کہ میں پیاسی ہوں مجھے خون پلاؤ نہ موت

پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ  
دن اس مہینے میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ تا آنکہ  
تم اپنے پروردگار سے جا ملو (یعنی تاقیامت)  
نہیں تم میں ایک چیز چھوڑا ہوں اگر تم نے اس کو مغربی  
سے پکڑا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیسز اللہ کی کتاب  
یعنی قرآن مجید ہے۔

خدا نے ہر حق دار کو از روئے قانون وراثت اس کا حق  
دے دیا۔ اب کسی وراثت کے حق میں وصیت جائز  
نہیں۔

لوگا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زانی کے لئے  
پتھر ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمے ہے۔  
جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے  
ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولا کے مساوی  
کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت  
ہاں محدث کو اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت  
کے بغیر کچھ لیتا جائز نہیں۔

قرض لیا گیا جائے۔ اور واپس دیا جائے عطیہ لوٹا یا  
جائے۔ ضمان تمنا کا قہر ملا ہے۔

اور ہاں! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے  
کی گردن مارنے لگو۔ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا  
ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔  
ہاں! مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ باپ کے  
جرم کا ذمہ دار بیٹا اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ  
نہیں۔

اگر کوئی نمٹا حبشی تمہارا میرا ہوا وہ تم کو خدا کی  
کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری  
کرو۔

ہاں! شیطان اس بات سے یائوس ہو چکا کہ تمہارے اس  
شہر میں قیامت تک کچھ بھی اس کی پرستش کی جائے  
لیکن تم جھوٹی جھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے  
اور وہ اس پر خوش ہو گا۔

اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پانچوں وقت کی نماز  
پڑھو۔ مہینے کے روزے رکھا کرو اور میرے احکام  
کی اطاعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔  
”مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچے رہنا کیونکہ تم سے

پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔“

خطبہ دینے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے

مخاطب ہو کر پوچھا اَلَا هَلْ بَلَغْتُ مَا اُكَلِّمُ فِيهِ اَنْتُمْ اَمْ لَا؟ کیا میں نے خدا کا پیغام  
سنا دیا لوگوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔  
آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ رَاٰی خُدا! تو گواہ رہیو!  
آپ نے پھر پوچھا۔

اَشْهَدُ مَقْشُورًا عَنِّيْ فَمَا اَشْهَدُ قَائِلُونَ۔  
تم سے خدا کے اہل میری بابت پوچھا جائے گا تم کیا کہو گے؟  
مسلمانوں نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا  
دیا اعدائے فریضہ ادا کیا اس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف تین دفعہ  
اُنکل اٹھا کر تین دفعہ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ رَاٰی خُدا! تو گواہ رہیو! کہا۔  
جس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں یہ خطبہ ارشاد  
فرمایا اُس دن خدا کی طرف سے انہیں وحی کے ذریعے حسب ذیل  
پیغام ملا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ  
وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر  
تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کا دین پسند کر لیا! یہ وحی اس بات کا  
پیغام تھی کہ خدا کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مشن پورا  
ہو گیا اور دین اسلام جو نوع انسان کے آغاز سے رسولوں اور نبیوں  
کی واسطے لوگوں کو پہنچایا اور سکھایا جا رہا تھا اُس دن اپنے

ارتقا کی ساری منزلیں طے کر کے جائزہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ ذوالحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا۔ اور ایک دو اور خطبے بھی دیئے جو انہی معنایں کے حامل تھے خطبہ حج کے اختتام پر آپ نے تمام مسلمانوں کو والداع کہا اس حج کے دوران میں آپ بار بار یہ کہتے تھے کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو شاید مجھے دوسری بار حج ادا کرنے کا موقع نہ ملے۔ آخری خطبے کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ موجود ہیں وہ دوسروں کو جو موجود نہیں یہ پیغام پہنچادیں۔

مدینہ کی طرف لوٹتے وقت آپ نے غدر خیم کے مقام پر حاکم کے سامنے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا:-

”اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ان میں ایک تو کتاب اللہ ہے جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے پس خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے چمٹے رہو۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے بارہ میں میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔“

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے غدر خم کے اس خطبے میں حضرت علیؑ کے لئے بعض تعریفی جملے بھی ارشاد فرمائے اور آخر میں کہا :-

”جس کو میں پیارا ہوں علیؑ بھی اس کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اے خدا جو علیؑ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؑ سے عداوت کرے تو بھی اس سے عداوت کر۔“

چند دن کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے وقت مدینہ کی سرزمین میں حسبِ میل دُعا پڑھتے ہوئے داخل ہوئے :-  
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُكَ لَكَ اَلْمُلْكُ  
 وَ لَكَ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ اَشْهَدُ اَنْكَ اَكْبَرُ  
 عَابِدُونَ - ساجدوں لے بنا حامدوں صدق اللہ وعدہ  
 وَ نَصْرُ عَبْدِكَ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَ حْدَا -

اللہ بزرگ و برتر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے ملک ہے اور ستائش وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئے آرہے ہیں تو بہ کرتے ہوئے۔ عباد گزار تے ہوئے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔ اپنے پروردگار کی ستائش کرتے ہوئے۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اس (کیلے نے جمیعتوں کو شکست دی)

لے اس موقع پر یہ بات ذکر کر دینے کے قابل ہے کہ وفات کے قریب پیغمبر اسلام  
 بقیۃ صفحہ ۲۳۹ پر

## وقت السلام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماذنہ الحجۃ میں حجاز الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے اور کوئی دواہ کے بعد ۱۸ یا ۱۹ صفر المنظر کو آپ کی طبیعت نامساں ہو گئی۔

عیلیٰ پڑنے سے ایک دن پہلے آپ نے حدود شام کے عیسائی عربوں کے خلاف مہم بھیجنے کا حکم دیا اور اسامہ بن زیدؓ کو اس مہم کا سالار مقرر کر دیا۔ اسامہ کے باپ زیدؓ وہی تھے جو جنگ موتہ کے دوران حدود شام کے عیسائیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے اور موتہ کی مہم کے قافلہ سالار تھے۔

علاات کے دوران جب تک حضورؐ کے جسم مبارک میں سکت رہی آپ سجد نبوی میں تشریف لا کر نمازوں کی امامت فرماتے رہے۔

---

بقیر حاشیہ ۲۳۸ { زبان پر اظہار شکر کے طور پر یہ الفاظ آتے تھے کہ اللہ نے اپنا وعدہ پتھا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور جمعیتوں کو تباہ شکست دی } اس کے مقابلے میں بائبل کے بیان کے مطابق اس شخص کی زبان سے جسے مسیح یا حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر صلیب دی گئی شکرانہ موت کے وقت یہ الفاظ نکلے ”ایلی ایلی لہما سبقتنی“ (اے آقا۔ اے مالک دُنیا نے مجھے کیوں چھوڑ دیا )

بائبل کا یہی فقو



ایک دن عشا کی نماز کے وقت آپ نے یقیناً غسل کیا اور تمیز وغیرہ  
بیہوش ہو گئے اس لئے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ  
نماز پڑھائیں۔

اس کے بعد نبیؐ کو آپ بڑی مشکل سے مسجد میں تشریف لائے  
حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن حضورؐ  
نے اشارے سے منع فرما دیا اور خود ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ کر امامت  
فرمانے لگے۔ اس نماز کے بعد آپ نے مختصر سا خطبہ دیا۔ آپ  
نے فرمایا :-

خدا نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ  
چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو قبول کر لے چاہے وہ چیز  
لے جو خدا کے پاس ہے۔ اس نے خدا ہی کے پاس  
کی چیزیں قبول کر لی ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ یہ سمجھ کر کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد  
میں اپنی وفات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں رو پڑے۔ حضورؐ نے سلسلہ  
کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا :-

ہر سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور صحبت کا ممنون  
ہوں وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اگر میں دنیا میں اپنی امت  
میں سے کسی کو اپنا دوست بناتا تو وہ ابو بکرؓ ہیں  
لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔ ابو بکرؓ

کے در-پچے کے سوا اور کسی ہر سچہ کا رخ مسجد کی طرف  
نہ رکھا جائے۔ ان باتم سے پہلی قبروں نے اپنے پیغمبروں  
اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ تم ایسا نہ کرنا۔  
میں تم کو اس بات سے منع کر جاتا ہوں۔

”لے لو گوا میں انصار کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں  
عام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصار اسی طسوع کم بخت  
جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ وہ اپنی طرف  
سے اپنا فرض ادا کر چکے اب تمہیں ان کا فرض ادا کرنا  
ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں۔ جو شخص تمہارے  
نفع و نقصان کا متوکل ہو اس کو چاہیے کہ ان میں جو  
نیکو کار ہوں انہیں قبول کرے اور حق سے خطا برائی  
جو انہیں معاف کر دے۔

”شام کی مہم کے لئے اسامہؓ کے سردار بننے پر تم معترض  
ہو۔ اس کے باپ زیدؓ کے سردار بنائے جانے پر بھی  
تم معترض ہوئے تھے۔ لیکن خدا کی قسم وہ اس منصب  
کا مستحق تھا وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور  
اب اس کے بعد اسامہؓ مجھے بہت محبوب ہے۔  
”مطلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے میں نے  
وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال

کی اور وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ۔  
 "اے رسولِ خدا کی بیٹی فاطمہؓ اور اے رسولِ خدا کی  
 چھوٹی بیٹی زینبؓ! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کرو میں  
 تمہیں خدا کی باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔"

اس خطبہ کے بعد آپ حجۃ مبارک میں تشریف لے گئے اور اپنی  
 بیٹی فاطمہؓ کے کان میں کہا کہ "میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔"  
 حضرت فاطمہؓ یہ سن کر رو پڑیں اس کے بعد آپؐ نے کہا : علم نہ کرو۔  
 میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آکر ملوگی۔ یہ  
 سن کر حضرت فاطمہؓ ہنس پڑیں۔

اگلے دن نماز فجر کے وقت آپؐ نے حجۃ مبارک کا درجہ کھول کر  
 مسجد کی طرف جھانکا۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہؓ نے آخری زیار  
 کا شرف حاصل کیا۔ آپؐ پر سے لٹکا کر جلدی واپس چلے گئے اس روز آپؐ  
 کی طبیعت زیادہ بے چین ہونے لگی۔

اس اضطراب کے عالم میں آپؐ کی زبان مبارک سے جو فقرے  
 سننے گئے وہ حسب ذیل تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُمَّ عَلَيْنَا أَنْ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا فِي بُحْرَانِ الْوَدَّاعِ  
 اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى لِمَا خَلَقَ مِنْ رُفُقٍ وَبَرٍّ رَفِيقٍ -  
 الْقَوْلُ دَعَاكَ أَيْمَانُكُمْ فَأَنَا وَمَنْ فِيكُمْ مِنْ رَفِيقٍ أَوْ رَفِيقَةٍ  
 بَلِ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى فَقَطِّ رَفِيقُ الْأَرْضِ -

صبح سے لے کر سہ پہر تک اضطرابِ ابر بے چینی کی یہی کیفیت طاری  
رہی مگر پھر کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالمِ فانی سے مزموڑ  
کر رفیقِ اسی کے ساتھ جا ملے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔

روایات سے ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
کا دن دوشنبہ تھا اور ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی۔ سلسلہ ہجری۔  
مطابق مئی ۱۹۶۲ء۔

آپ نے کل تریسٹھ سال عمر پائی چالیس سال قبل نبوت کی زندگی  
بسر کی۔ بعثت کے بعد ۱۲ سال مکہ میں گزارے اور آخری دس سال مدینہ  
میں بسر فرمائے۔

## تجہیز و تکفین

صحابہ کرام مسجدِ نبوی کے باہر اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان کے کانوں  
میں حضورؐ کی وفات کی بھنگ پڑی وہ آپس میں چہ گویاں کرنے لگے۔  
حضرت عمرؓ نے تھما رکھیںچلی کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے وفات پائی میں اس کی گردن آٹا دوں گا۔ موزخ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ  
کی طبیعت یہ باور کرنے کے لئے تیار نہ تھی کہ حضورؐ وفات پا گئے ہیں۔  
اسلئے انہوں نے ایسا کیا۔ لیکن ممکن ہے کہ ان کا یہ فعل ان فتنوں کے  
سبب بکے لئے جو قبل از وقت افواہ پھیلنے سے ظاہر ہو سکتے تھے یا جن

کے ظہور کا خطرہ محسوس کیا جاسکتا تھا۔ بہر حال سرشام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ طور پر مسلمان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! اس لوتم میں سے جو محمد کی پرستش کرتے تھے وہ جان لیں کہ محمد فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتے تھے کہ وہ جان لیں کہ اللہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اس اعلان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی وہ آیتیں پڑھ کر لوگوں کو تسکین دی۔ جو غزوہ اُحد کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہادت پا جانے کی افواہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں متعلقہ آیات حسب ذیل ہیں :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَنْتُمْ مَنَافِرُونَ  
أَوْ قَتَلْتُمُوهُ عَلَىٰ آثَقَابِكُمْ وَأَمْ أَنْتُمْ قَاتِلُ عِزِّهِ  
فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ شَيْئًا ۖ وَسَيُعْزِزُ اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۚ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا  
نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَسَيُعْزِزُ اللَّهُ الشَّاكِرِينَ - (آل عمران)

راہ محمد تو فقط رسول ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں پس کیا اگر وہ وفات پا گئے یا شہید کر دیئے گئے تو تم اپنی ایڑیوں پر اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اگر کوئی اٹھے پاؤں لٹ جائے گا تو وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اللہ شکر کرنے والوں کا جلد دے گا۔ کوئی شخص اللہ کے حکم کے سوا نہیں کر سکتا۔ یہ تو وقت مقرر لکھا جا چکا ہے۔ جو دنیا کا ثواب چاہتا ہے ہم اُسے اس میں دیتے ہیں اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے ہم اُسے اس میں سے دیتے ہیں اور ہم شکر کرنے والوں کو مسدہ دیں گے)

حضرت ابوبکر صدیق کے اعلان کے بعد اکثر لوگوں نے حجرہ کے اندر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میت کو دیکھنے اور تجہیز و تکفین میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت صدیقؓ نے سب کو روک دیا مرنے والے بن خول انصاری کو حضرت علیؓ کی اجازت سے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔

فضل بن عباسؓ اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عباسؓ نے پردہ کیا حضرت علیؓ نے غسل دیا۔ اس بن خول انصاریؓ نے پانی لاتے تھے۔ اسامہؓ پانی ڈالتے تھے۔ علیؓ غسل دیتے تھے اور حضرت عباسؓ کے دونوں بیٹے قثم اور فضل جہم مبارک کو کروٹیں دلاتے تھے۔

غسل اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد سال پیدا ہوا کہ جسد اطہر کہاں رکھا جائے حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ دیا کہ نبی کو اسی مقام پر دفن کرنا چاہیے جہاں وہ فوت ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں اسی مقام پر جہاں آپؐ حبشہ فرما رہے تھے قبر کھودی گئی۔ حضرت ابوطالبؓ کے مدینہ کے دستور کے مطابق لحدی قبر تیار کی۔

اس کے بعد عام لوگوں کو حجرہ کے اندر داخل ہو کر نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ سہ شنبہ کو سحر سے لے کر شام تک لوگ جنازہ کی نماز پڑھتے رہے۔ اس نماز کی امامت کسی نے نہ کی۔ سب نے یہ نماز اپنے طور پر ادا کی۔ سہ شنبہ کو میر شام جا کر خیمہ مہارک قبر میں آتا را گیا۔ قبر میں آتارنے والے حضرت علیؑ بن عباسؑ۔ اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترکہ چھوڑا وہ نو تلواروں۔ سات زرہوں۔ چھ کمانوں۔ ایک ترکش۔ ایک پیٹی۔ ایک ڈھال۔ پانچ نیزوں۔ دو نمودوں۔ تین جبتوں۔ ایک سیاہ علم اور چند سبز اور سفید جھنڈے پوشتل تھا۔ گھر میں کچھ دین رکھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ علالت ہی میں فقرا و مساکین میں تقسیم کرا دیئے تھے۔ مدینہ۔ خیبر اور فدک کے چند باغ ایسے تھے جن کی پیداوار سے آپ اپنے اور اپنی ازواجِ مطہرات کے گزارے کے لئے کچھ صرف فرمایا کرتے تھے اور باقی خیرات کر دیا کرتے تھے۔ یہ باغ وقف عام سمجھے گئے۔ اور مسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت قرار پائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراءؑ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد فدک کے باغ کو حضور کی ذاتی ملکیت قرار دے کر اس کی وراثت کے دعوے دائر ہوئے۔ یہ دعوے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو رسول اللہ کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے قابلِ پذیرائی

نہ سمجھا اور فیصلہ دیا کہ ان باتوں کی آمدنی اسی طریق سے ہوتی رہے گی۔  
جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ہوا کرتی تھی۔

## پیغمبر اسلام کی تحصیلات

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد رسالت کی تیس سالہ جدوجہد میں اپنے مقاصد میں جو کامیابیاں حاصل کیں اور اپنے خدائی مشن کو جس حد تک آگے بڑھایا وہ انقلاباتِ عالم کی تاریخ میں اپنی کیفیت و کثرت کے اعتبار سے بہت ممتاز اور نمایاں موقعیت رکھتی ہیں۔ ان کامیابیوں اور اجمالی سفاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

### دین اور کتاب

سب سے پہلی اور بڑی بات جو پیغمبر اسلام کی تحصیلات میں نظر آتی ہے وہ دین اسلام اور اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ جنہیں نوح انسانی میں رائج و مروج کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی وسیلہ بنی اللہ ان کی مسمیٰ بنا اور ہوئیں۔

پیغمبر اسلام نے نوح انسانی کو ایک ایسا دین یعنی دستورِ حیات۔ نظامِ منامہ زندگی دیا جو انسان کے اندازِ فکر اور اندرونی حسیات و



و جان سے لے کر اس کے ذاتی اعمال اس کی سیرت۔ اس کے اجتماعی تعلقات غرض اس کی زندگی کے اوڑھنے بچھونے اور اس کی حیات کے تمام پہلوؤں پر پوری طبع حاوی ہے۔ زندگی کے اس ضابطہ کو جس کا نام اسلام ہے قبول کرنا اور اختیار کرنا جبری نہ تھا۔ بلکہ ہر انسان کو اپنی اور ساری نوجوانی کے فلاح کی خاطر اسے قبول کرنے کی دعوت دی گئی اور جن لوگوں نے اسے قبول کیا برضا و رغبت قبول کیا۔ اس دین کی شرح کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانی کو ایک کتاب دی جس کا نام قرآن ہے۔ یہ کتاب خدا کا کلام ہے۔ جو تیس سال کے دوران میں رسول خدا پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور آخر میں ایک مکمل کتاب بن گیا۔ جو قیام قیامت ان لوگوں کو دین اسلام کے احکام سمجھاتی رہے گی اور انہیں فتنہ و فلاح۔ نجات اور کامرانی کی طرف بلاتی رہے گی۔

## تربیت یافتہ جماعت اور ایک نئی ملت

اللہ کے رسول محمد نے دین اور کتاب کے ساتھ دنیا کی اصلاح اور آئینہ و نسلوں کی رہنمائی کے لئے تربیت یافتہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تیار کر دی جو اس دین کو سچے دل سے ماننے والے اور اس کتاب کے احکام پر بندو بانی و اشتیاق و رغبت سے عمل کرنے والے تھے۔ اس جماعت کی تعداد حضور کی وفات کے وقت تک اگر لاکھوں تک

نہیں تو پانچ ہندسوں کی بالائی دستوں میں ہزاروں تک مزید پہنچ چکی تھی۔ اور فیضانِ صحبت و تربیت کے بے شمار چشمے ہماری ہو چکے تھے جو مددِ حافیِ تشنگی رکھنے والی زمینوں کو سیراب کر رہے تھے۔ تربیت یافتہ دعاۃ اور معلمین سرزمینِ عرب کے ہر گوشے اور ہر کونے تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں تربیت یافتہ جماعت کی تعداد میں اضافہ کر رہے تھے اس جماعت کے علاوہ عربستان کی ساری آبادی جو یقیناً لاکھوں تک پہنچتی تھی دینِ اسلام قبول کر کے ایک نئی ملت بن چکی تھی۔ یہ نئی ملت اپنی اچھی دستور کو ہتھ لڑ رکھتے ہوئے ان مجریِ عداوتوں سے پرہیز کرنے لگی تھی جو اسلام لانے سے پہلے عربوں کی اجتماعی زندگی کے لئے طرح طرح کی تباہیوں اور مصیبتوں کا موجب بنی رہتی تھی

## الغلاب آفرین اصلاحات

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ مسلمہ کے نام سے جو نئی قوم تیار کی وہ ان قبائلِ عرب سے ملات و خصال اور افکار و عقائد کے اعتبار سے بہت مختلف تھی جو اسلام سے پہلے عرب میں موجود تھے۔ افراد وہی تھے لیکن ان کی زندگیوں کے اسلوب ان کے خیالات ان کے محرکات عمل اور ان کے عزائم یکسر بدل گئے۔ محمدؐ نے جس کامیابی کے ساتھ عربوں میں الغلاب آفرین اصلاحات رائج کیں اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخِ عالم کے صفحات یکسر قاصر ہیں۔ سماجی اور معاشرتی

و جان سے لے کر اس کے ذاتی اعمال۔ اس کی سیرت۔ اس کے اجتماعی تعلقات غرض اس کی زندگی کے اوڑھنے بچھونے اور اس کی حیات کے تمام پہلوؤں پر پوری طبعی حاوی ہے۔ زندگی کے اس ضابطہ کو جس کا نام اسلام ہے قبول کرنا اور اختیار کرنا جبری نہ تھا۔ بلکہ ہر انسان کو اپنی اور ساری نوجوانی کے فلاح کی خاطر اسے قبول کرنے کی دعوت دی گئی اور جن لوگوں نے اسے قبول کیا برضا و رغبت قبول کیا۔ اس دین کی شروع کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانی کا ایک کتاب دہی جس کا نام قرآن ہے۔ یہ کتاب خدا کا کلام ہے۔ جو تیس سال کے دوران میں رسول خدا پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور آخر میں ایک مکمل کتاب بن گیا۔ جو قیام قیامت ان لوگوں کو دین اسلام کے احکام سمجھاتی رہے گی اور انہیں فتنہ و فلاح۔ نجات اور کامرانی کی طرف بلاتی رہے گی۔

## تربیت یافتہ جماعت اور ایک نئی ملت

اللہ کے رسول محمد نے دین اور کتاب کے ساتھ دنیا کی مصلحت اور آئندہ نسلیں کی رہنمائی کے لئے تربیت یافتہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تیار کر دی جو اس دین کو سچے دل سے ماننے والے اور اس کتاب کے احکام پر عمل و حال اختیار کرنے سے عمل کرنے والے تھے۔ اس جماعت کی تعداد حضور کی وفات کے وقت تک اگر لاکھوں تک

نہیں تو پانچ ہندسوں کی بالائی دستوں میں ہزاروں تک ضرور پہنچ چکی تھی۔ اور فیضانِ صحبت و تربیت کے بے شمار چشمے جاری ہو چکے تھے جو مددِ مالی تشنگی رکھنے والی زمینوں کو سیراب کر رہے تھے۔ تربیت یافتہ دعاۃ اور معلمین ہر زمین عرب کے ہر گوشے اور ہر کونے تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں تربیت یافتہ جماعت کی تعداد میں اضافہ کر رہے تھے۔ اس جماعت کے علاوہ عربستان کی ساری آبادی جو یقیناً لاکھوں تک پہنچتی تھی دینِ اسلام قبول کر کے ایک نئی ملت بن چکی تھی۔ یہ نئی ملت اپنی اچھی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے ان غریب علاقوں سے پرہیز کرنے لگی تھی جو اسلام لانے سے پہلے عربوں کی اجتماعی زندگی کے لئے طرح طرح کی تباہیوں اور مصیبتوں کا موجب بنی رہتی تھی

## الغلاب آفرین اصلاحات

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کے نام سے جو نئی قوم تیار کی وہ ماں قبائلِ عرب سے ملات و خصال اور افکار و عقائد کے اعتبار سے بہت مختلف تھی جو اسلام سے پہلے عرب میں موجود تھے۔ افراد وہی تھے لیکن ان کی زندگیوں کے اسلوب ان کے خیالات اور اُن کے محرکات عمل اور ان کے عزائم یکسر بدل گئے۔ محمدؐ نے جس کامیابی کے ساتھ عربوں میں الغلاب آفرین اصلاحات رائج کیں اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخِ عالم کے صفحات یکسر قاصر ہیں۔ سماجی اور معاشرتی

حیثیت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ و نسب کے سب غوراوری امتیاز مٹا کر تمام انسانوں کو مساوات کا عملی درس دیا یعنی پیر و پاد اور ماننے والوں کے درمیان اس مساوات کو عملی رائج کر کے دکھایا۔ انسانیت کے حقوق کا لے اور گورے۔ عربی اور عجمی۔ قریشی اور غیر قریشی امیر اور غریب سب کے لئے مساوی قرار دیتے۔ اور یہ بتایا کہ عزت و اکرام کا مستحق وہی شخص ہے جو زیادہ نیک اور زیادہ پرہیزگار ہو۔ نیکی اور پرہیزگاری کا معیار یہ رکھا کہ جو شخص خدا سے ڈر کر خود بخود دوسرے لوگوں کے حق غضب کرنے اور انہیں گزند پہنچانے سے محترز رہے وہ نیک اور پرہیزگار ہے۔ جس کے اعمال اس کے برعکس ہوں وہ فاسق و فاجر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلامی کی قدیمی انسٹی ٹیوشن کو جو اس وقت دنیا کے تمام ملکوں میں رائج تھی اور ان کی زندگی کے بعد صدیوں تک رائج رہی سرے سے محو تو نہ کر سکے لیکن اس انسٹی ٹیوشن میں حضور نے انقلاب آفرین اصلاح یہ رائج کی کہ غلام کو مذہبی حیثیت سے گھرانے کے ایک فرد کا درجہ دے دیا اور مسلمانوں کو تاکید کر دی کہ غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ گھروں میں کھانے پینے۔ پہننے اور رہنے پہننے کے معاملے میں کسی قسم کا امتیازی سلوک جو انہیں نظروں سے گرانے والا ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ عہد کا یہ حق قائم کرنا اس کے آزاد کر دینے سے بدرجہا بہتر تھا۔ اس کے باوجود رسول اکرم نے غلاموں کو

آزاد کرنا اور کرانا کا رُتوبہ تسلط دیا اور اکثر غلاموں کا کفارہ لڑی غلام کو آزاد کرنا قرار دے دیا۔ اُمتِ مسلمہ کی اکثریت صدیوں تک حضور کے ان احکام پر سختی کے ساتھ پابند رہی۔ تا آنکہ جیسا کہ بعد کے اوراق میں ذکر آئے گا مصر و ہندوستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں غلاموں نے بادشاہی کے تلج زیب سر کئے۔ اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مرور زمانہ کے باعث بعض مسلمانوں سے بعض ادوار میں اس سلسلہ میں کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں۔ لیکن ان کا الزام اسلام اور رسول اللہ کی تعلیم و تلقین پر نہیں دھرا جاسکتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو شکرات۔ موت کی ساعتوں میں بھی نماز اور غسلام کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نئی ملت پیدا کی اس میں عورتوں کا درجہ بھی مردوں کے برابر قرار دیا جو اس وقت سے پہلے کسی جگہ اور کسی دور میں جنس لطیف کو حاصل نہ تھا۔ عورتیں اسلام سے قبل مردوں کی ملکیت اور یا جائیداد شمار ہوتی تھیں اسلام نے انہیں مردوں کی طرح ملکیت اور جائیداد رکھنے کا حق دیا۔ معاشرتی اور اخلاقی قانون مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں واجب قرار دیتے۔ صرف وراثت کے اقتصادی قانون میں بیٹی کا حصہ بیٹے سے نصف مقرر کیا جس کی وجہ ظاہر و باہر ہے۔

لہٰذا بڑی اور نمایاں وجہ یہ ہے کہ عورت کو مناکحت کے وقت مرد سے مہر وصول بقیہ صفحہ ۲۵۲ پر

سماجی اصلاحات کے سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
انسانوں کے ان اذیوں پر حقوق متعین کر دیئے۔ صلہ رحمی اور استر بلو  
اعزاز سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید کی۔

عرب کے لوگوں میں قبیلوی محاصمت کا عیب بے بردست جڑ پکڑ چکا  
تھا۔ یہ محاصمتیں سو سو سال کی پیہم لڑائیوں کی شکل اختیار کر لیتی تھیں۔  
اسلام نے قتل کی سزا قصاص مقرر کر کے قبیلوی عنادوں اور محاصمتوں کا  
ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ ساری امت کو ایک ہی برادری قرار دے  
کر قبیلوی جھگڑے مٹا دیئے۔ قبیلوی نسبت محض تعارف کے لئے  
باقی رہ گئی۔

اخلاق اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تربیت  
نے عربوں کی زندگی میں آناز بردست انقلاب برپا کر دیا کہ اس کا باور  
کرمشکل ہر اے ہے۔ لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ عرب جو اسلام  
لانے سے پہلے شراب خوری، زنا کاری، قمار بازی، فواحش، قریب

---

بقیہ ماضیہ صفحہ ۱۵۱ پر لے کر لے کا حق دیا گیا ہے۔ جو اس کی ایسی جائیداد ہے۔ جو  
اس کے بھائی مرد کو نہیں ملتی بلکہ مرد کو ادا کرتی پڑتی ہے۔ بہن کو باپ کے ترکہ سے  
بھائی کی نسبت نصف حصہ ملتا ہے تو اسے اپنے شوہر سے مہر بھی مل جاتا ہے۔  
لیکن اس کے بھائی کو اپنے حصے میں سے اپنی بیوی کا مہر ادا کرنا ہوتا ہے۔  
اس طرح بہن اور بھائی جائیداد کے لحاظ سے بھی قریب قریب برابر ہو جاتے ہیں۔

خیانت - بددیانتی اور جھوٹ کی بُرائیوں میں شدت سے مبتلا تھے۔  
 رسول خدا کے فرمانِ تربیت سے ان معائب سے تائب ہو کر فرشتہٴ نضلت  
 انہیں نظر آنے لگے۔ متذکرہ صدرِ برائیاں عربوں میں پہلے ہنر سمجھی جاتی تھیں  
 یا بدرجہٴ اقل روزمرہ کی معیروت خیال کی جاتی تھیں لیکن اسلام لانے کے  
 بعد یہ باتیں سوسائٹی کی بدترین منکرات شمار ہونے لگیں۔ قوم کی قوم میں  
 قلیل مدت کے اندر اتنا زبردست اخلاقی انقلاب برپا کر دینا اللہ کے  
 رسول ہی کا کام تھا۔ دنیا بھر کا اودھ کوئی ریغاً مرآتی بڑی کامیابی کا ثبوت  
 نہیں ہو سکتا۔

معاشی حیثیت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو کوٹ  
 مار۔ غارت گری۔ چوری اور سود خوری سے روکا اور حصولِ معاش  
 کے لئے تجارت۔ زمینداری۔ نخل بندی۔ کان کنی۔ صناعی حرفہ کاری۔  
 اور محنت مزدوری کے پیشے اختیار کرنے کی تلقین کی۔ سالِ غنیمت کو  
 جو ناگزیر جنگوں کے نتیجہ میں حاصل ہوتا تھا اسلام نے جائز اور طیب  
 قرار دیا لیکن ان کی خواہش اور کٹنا لے کر لٹائی میں شامل ہونا حرام  
 قرار دے دیا۔

فکری اور وجدانی حیثیت سے اسلام نے زندگی کے متعلق مسلمانوں  
 کا ناؤیہ نگاہ ہی یکسر بدل دیا اور یہ بتایا کہ مسلمان جو کام بھی کرے  
 وہ اپنے ذاتی لالچ کی تحریک سے نہیں بلکہ رضائے الہی کے حصول کی نیت  
 سے کرے۔ اس کے پیشِ نظر دنیا کی زندگی کو اس طریق اور جائز وسائل سے



بیکرنا تو ہو لیکن اس کی نگاہیں ہمیشہ آخرت کی ابدی اور عابدانی زندگی کو بہتر بنانے پر لگی رہیں جس کا طریق اسلام نے یہ بتایا کہ اُسے اس زندگی میں اپنے جملہ اعمال کو نیک بنائے رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسلام کی انقلاب آفرین اصلاحات نے جو عربوں کے ظاہر و باطن پر اثر انداز ہوئیں اچھے خصائل اور پاکیزہ عادات رکھنے والے لوگ پیدا کر دیئے جو خدا کے خوف سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اکل حلال اور صدق مقال پر سختی سے کار بند رہنے لگے۔ اپنی جان اور دوسرے انسانوں کے اُن حقوق کی پاسداری کرنے لگے جو اسلام نے مقرر کر دیئے ہیں اور اُن کی تمام ترقیوں کیونٹی رملت قائم کرنے پر مجتمع ہوئیں جو رنگ و نسل کے امتیازات کو چھوڑ کر انسانیت کی برادری جس پر مبنی ہے۔ توحید باری تعالیٰ کے عقیدہ کو محور بنا کر چلتی ہے۔ نیکو کار اور پرہیزگار ہے لیکن یہ باتیت یعنی ترک لذات کو جائز قرار نہیں دیتی۔ اسلام کی اس نئی ملت کے افراد سرمایہ داری و دولت کے انبار جمع کرنے کو مکروہ سمجھنے لگے اور اپنے مال کو خدا کی راہ میں محروموں اور مسکینوں پر صرف کرنا رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ جاننے لگے۔ اس ملت میں عزت و اکرام کی پُرانی قدیں مفقود ہو گئیں۔ نسب خون اور ثروت مندی کے بجائے محض نیکی اور پرہیزگاری کی صفات عزت و اکرام کی حقدار قرار پائیں۔ اسلام نے بتایا کہ نیکی یہ نہیں کہ

انسان زندگی کی جدوجہد سے منہ موڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کی راہ اختیار کرے یا رہسب خانے کھول کر بیٹھ جائے۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان خلق خدا کی بھلائی کی خاطر ہر ممکن سعی کرنا چاہے اور اپنی کمائی میں سے صرف اتنا حق جو اس کی جائز ضروریات کے لئے کفایتی ہو۔ باقی خدا کی راہ میں مستحق لوگوں کی بہتری کے لئے صرف کرے۔ اسلام کے اس معاشی نظام کو عصیر حاضر کی اصلاحات میں نہ تو سرمایہ دارانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ اشتراکی کہا جاسکتا ہے۔ البتہ اس کے اصولوں پر اگر دین اسلام کی صحیح ترویج کے ساتھ عمل کیا جائے تو اس نظام میں ہر انسان کی جائز ضروریات زندگی حسن سیرت سے پوری ہونے لگتی ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس معاشی نظام کو مسلا رائج و نافذ کر دکھایا تھا + لیکن بعد کے ادوار میں اس نظام کے اندر کم و بیش خرابیاں رونما ہونے لگیں۔

اقوامِ عالم آج تک ان معاشرتی، سماجی، اخلاقی، معاشی اور روحانی اصلاحات کو رائج کرنے کیلئے کوشش کر رہی ہیں۔ ان اصلاحات کو حاصل کرنے کیلئے ہر جگہ قومی اور بین الاقوامی قوانین بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ لیکن خدا کے رسول محمدؐ نے اپنی امت میں یہ اصلاحات اس وقت عملی طور پر رائج کر کے دکھا دیں جب کہ ساری دنیا طرح طرح کی ظلمتوں میں اسیر تھی اور علمی حیثیت سے سارا عالم ایک جہالت کو بھرتا تھا۔

### اجتماعی نظام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کوششوں سے عرب

قبائل نے دین اسلام قبول کر لیا۔ اس دینی وحدت کا نتیجہ سیاسی حیثیت سے اس شکل میں برآمد ہوا کہ سارا عرب خود بخود ایک ہی اجتماعی نظام کا پابند نظر آنے لگا۔ اس نظام کا مرکزی نقطہ یا محور پیغمبر اسلام کی ذات گرامی تھا جسے تمام مسلمان احکام الہی کا مبلغ، مفتی اور منقذ ہونے کے اعتبار سے چرسم کی اطاعتوں اور فرمانبرداروں کا مرجع سمجھتے تھے۔ نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ پوری اور دلی عقیدتوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطاع ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ اس کیفیت کو سمجھنے میں انسان غلطی کا مرتکب ہو سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام طاقت و قوت حاصل کرنے کے بعد عرب کے مطلق العنان بادشاہ بن گئے تھے لیکن ایسا خیال کرنا واقعیات کے منافی ہے۔ کیونکہ مطلقاً نہ ملکیت کے اقتدار کا سہارا جبر ہوتا ہے۔ بلکہ کتیں اپنی عسکری طاقت اور جمعیت کے بل پر عام لوگوں کے اجماع پر بھروسہ کرنا اور حکومت کرتے ہیں۔ یہاں اس جبر و اکراہ کا شائبہ تک موجود تھا۔ پیغمبر اسلام حکمران تھے لیکن وہ اجماع کے بجائے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ لوگ محض رضامندی سے نہیں بلکہ دلی عقیدت سے ان کے مطاع و فرمانبردار بن کر رہنا اپنے لئے باعث فخر و انصاف و دلورین کے حصول کا ذریعہ جانتے تھے۔ پیغمبر اسلام خود احکام الہی کے تابع تھے اور عقیدت مندوں اور اطاعتوں کا مرجع ہونے کے اعتبار سے انہیں حکمران ہونے کی جو پوزیشن حاصل ہوئی اسے وہ محض اس مقصد و جد کی خاطر استعمال

کرتے تھے کہ سب لوگ اس قانونِ خداوندی کے تابع بن کر رہیں جو  
خدا نے بزرگ و برتر کی طرف سے قرآن مجید کی شکل میں امن پر  
نازل ہو رہا تھا۔ بارگاہ رسالت میں نبوی جاہ و جلال سے یکسر متبرا  
تھی جو قیصر و کسرنے کے عبادوں اور دوسرے بادشاہوں کی طرح  
اور حکمرانوں کے ہاں نظر آ رہا تھا۔ یہاں نہ کوئی تنخواہ دار فوج تھی۔  
نہ مشاہرہ پر پلنے والی پولیس تھی جو عام لوگوں کو حکومت کا مطیع و منقاد  
رکھنے کے لئے استعمال کی جاتی۔ رسول خدا مطاع تھے تو اس لئے کہ  
عام لوگ بطریقِ غلط ان کی اطاعت کرنا چاہتے تھے۔ اومان کے احکام پر  
جو دراصل خدا کے احکام ہوتے تھے جان و مال اور اعزاز و اقداب  
تک کو قربان کر دینا اپنے لئے ذریعہ نجات اور وسیلہ فلاح و آبرو  
سمجھتے تھے۔

عرب کے مشقت اور منتشر قبائل کو دین اسلام قبول کر لینے کے  
باعث سیاسی وحدت حاصل ہو گئی۔ اس سیاسی وحدت کا اجتماعی نظام  
رسول اور شاہ میں کچھ اسی طریق کا قائم ہوا کہ عربستان کا قبیلوی  
سماجی نظام علیٰ حالہ قائم و برقرار رہا۔ ہر قبیلہ اپنے رئیس کے زیر اثر  
صحرائی آزادی کی زندگی بسر کر رہا تھا اور اسلام لانے کے بعد بھی کرتا  
رہا۔ ان کی زندگی کے پرانے اسلوب میں صرف اتنا فرق آیا کہ بارگاہ رسالت  
کی طرف سے ہر جگہ کے لئے دین کے معلم۔ زکوٰۃ کے محصل اور مثال  
مقرر کر دیئے گئے معلم قبائلی لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔

قرآن پڑھاتے تھے۔ نماز کے طریقے سکھاتے تھے۔ فرائض دینی بجالانے کی تلقین کرتے تھے۔ زکوٰۃ کے محصل زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ جو ہر مسلمان خدائی حکم کے ماتحت رضا و رغبت سے ادا کرتا تھا۔ یہ ٹیکس صرف ان لوگوں کے لئے تھا جو صاحب نصاب یعنی ایک معین درجہ تک ارباب ثروت ہوتے تھے اور اس کی شرح ڈھائی فی صدی سالانہ مقرر تھی۔ عمال لوگوں میں اپنی تلقینات سے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا نفاذ کرنے کے لئے مستعین تھے اور یہ مقصد وہ جب تک نہیں بلکے اسے عامۃ کی اصلاح و درستی کے بل پر حاصل کرنے کے لئے مکلف ہوتے تھے۔ یہ تعلیم دینا یہ محصلین زکوٰۃ اور عمال حکومت عام طور پر انہی قبائل میں سے مقرر ہوا کرتے تھے جن میں انہیں کام کرنا تھا۔ صرف ایسے مقامات پر دوسرے لوگ بھیجے جاتے تھے جہاں ان فرائض کو سرانجام دینے والے اشخاص نہیں مل سکتے تھے۔ قبائل کے افراد مدینے آتے تھے۔ بارگاہ رسالت میں کچھ عرصہ حاضر رہ کر تربیت حاصل کرتے تھے۔ اور پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔ ان تربیت یافتہ اشخاص میں سے جو اہل سمجھے جاتے تھے انہیں کوئی خدمت تفویض کر دی جاتی تھی۔ ان لوگوں کو جو اس قسم کی پبلک خدمت انجام دیتے تھے۔ معمول گزارے کے مطابق معاش دیا جاتا تھا۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ صرف وہی لوگ ان خدمات پر متعین ہوں جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے باعث قابل اعتماد سمجھے جاتیں۔ جو لوگ محصل یا عامل بننے کے

خود خاشمہند ہوتے تھے انہیں ذمہ داری کا کوئی کام نہیں دیا جاتا تھا۔ بارگاہ رسالت کی پبلک سرکس کا محکو خالصتہ پبلک سرکس تھا جسے تقریر پانے والے لوگ محض دینی فرض سمجھ کر اور فقط رضائے الہی کے حصول کی خاطر ادا کرتے تھے۔ یہ بات نوع انسانی کے اجتماعی نظاموں کو نہ اس دور سے پہلے کبھی حاصل ہوئی اور نہ اب تک حاصل ہو سکی ہے جبکہ دنیا میں کئی جسم کے جمہوری سیاسی نظام ترقی یافتہ صورتوں میں رائج و مروج ہو رہے ہیں۔

بارگاہ رسالت کو فرضاً اگر مرکزی حکومت سمجھا جائے تو قبائل کی زندگی میں اس کا دخل صرف اتنا تھا کہ اس کے مقرر کردہ لوگ جو با اوقات انہی قبائل میں سے ہوتے تھے انہیں دین کی تعلیم دیتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکفین کرتے تھے۔ زکوٰۃ وصول کرتے تھے قانون الہی کے مطابق ان کے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ بٹاتے تھے۔ ان مقامات کے جسدار کے لئے ان کی کشت پر فوج یا پولیس کی کوئی طاقت نہ ہوتی تھی بلکہ متعلقہ لوگ رضامندی سے ان کے فرائض کی بجا آوری میں ہاتھ بٹاتے اور سہولتیں مہیا کرتے تھے۔ اس مداخلت کے سوا اگر اس سے مداخلت سمجھا جائے قبائل اپنے اختیارات میں پوری طسیر آزاد تھے۔ ان کے معمولات سے کسی قسم کا تفرق نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ مسلمانوں کا معاملہ تھا غیر مسلموں سے۔ جن علاقوں کے لوگ بارگاہ رسالت کے زیر اثر رہ چکے تھے۔ یہی سلوک کیا جاتا تھا۔ غیر مسلم ذمی ان

معاہدوں کے مطابق خراج دیتے تھے جو ان سے طے ہو چکے تھے۔ جہاں خراج طے نہیں ہوا تھا وہاں کے غیر مسلم ذمی زکوٰۃ کے بجائے جزیہ ادا کرتے تھے جس کی مقدار زکوٰۃ کے مقابلے میں بہت تھوڑی تھی۔ جزیہ کا محصول دے کر یہ ذمی لوگ عسکری خدمت سے متبرار ہتے تھے اور ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ مسلموں پر ہوتا تھا۔ خیبر فذک۔ وادی قسفی اور وادی تیما کے یہودی۔ بخران اور حدویشم کے عیسائی عربوں سے یہ بات طے ہو گئی تھی کہ وہ اسلام کی لشکر کشی کے وقت اسلامی لشکر کو سامان رسد دیا کریں گے۔

## عسکری نظام

بارگاہ رسالت کے ان کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ ہر مسلمان اسلام کی فوج کا سپاہی تصور ہوتا تھا۔ مہتموں پر جبنا یا نہ جانا ہر شخص کی اپنی مرضی پر موقوف تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت فوجی خدمت لازمی اور جبری نہ تھی بلکہ رضا کارانہ تھی۔ دین اسلام نے جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کو بہترین عبادت کا درجہ دے دیا۔ اس لئے مسلمان خرق سے جنگی خدمات بجالاتے تھے اور اُسے عربوں کی قومی رُوح کے مطابق نہ صرف باعث فخر خیال کرتے تھے بلکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق آخرت کی زندگی میں جنت کے اندر اُوپچے درجے کے حامل کرنے کا ذریعہ جانتے تھے۔ اسی

عقیدہ نے اسلام کے لشکریوں کے حوصلے بہت ہی بلند کر دیئے تھے اور ہر مسلمان بیمار پڑ کر یا کسی اور وجہ سے مرنے پر جنگ میں لڑ کر شہادت کا درجہ پانے کو نہ صرف افضل و مزین بلکہ زندگی کا عین مقصد سمجھنے لگا۔ اکثر جنگوں میں سپہ سالاری کے فرائض خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیئے جہاں خود تشریف نہیں لے گئے وہاں دوسرے لوگ امیر عسکریا سپہ سالار مقرر کر دیئے جاتے تھے۔ ان سپہ سالاروں کے ماتحت دوسرے کماندار ہوتے تھے۔ فوجی نظم باقاعدہ اور مکمل ہوا کرتا تھا۔ جنگی مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کئے جاتے تھے۔ عام طور پر ہر مجاہد اپنے ہتھیار بلکہ سواری کے جانور تک خود لاتا تھا۔ کسی قدر سامان رسد بھی گھر سے لے لیتا تھا۔ رسد کا باقی انتظام بارگاہ رسالت کے ذمے ہوتا تھا۔ نادار لوگوں کو بیت المال سے اسلحہ اور سواری کے جانور بشرطیکہ وافر ہوں دیئے جاتے تھے۔ یہ مجاہد کسی قسم کی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ عرب کے دستور کے مطابق صرف مال غنیمت ان کی جائز یوں کا دنیاوی احسب ہوا کرتا تھا۔ اسلام نے اس میں اتنی اصلاح اور کردی کہ مال غنیمت کو پہلے یکجا جمع کیا جاتا تھا۔ اس میں پانچواں حصہ بیت المال کے لئے رکھ لیا جاتا اور باقی مجاہدوں میں بحدہ برابر تقسیم کر دیا جاتا۔ سواری کے جانور اونٹ یا گھوڑے کے لئے بھی ایک حصہ یا دو حصے مقرر تھے۔ جنگی تربیت عربوں کا ایک قومی خاصہ حق۔ جس سے لے



بارگاہ رسالت نے کوئی خاص انتظام نہیں کیا تھا۔ البتہ گھوڑوں اور اونٹوں کو رکھنے اور پالنے کی تشوین دی جاتی تھی اور گھڑ وٹریں اور اونٹوں کی وٹریں کرائی جاتی تھیں۔

## بیت المال

بارگاہ رسالت کے بیت المال کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تھے۔

- (۱) مالِ غنیمت جس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔
  - (۲) زکوٰۃ :- صاحب نصاب مسلمانوں کے مال و زر پر ڈھائی فی صدی سالانہ ٹیکس۔
  - (۳) محامل زمین :- بارانی زمینوں پر جو مسلمانوں کے قبضے میں تھیں آمدنی کا کسماں حصہ اور ایسی زمینوں پر جس کی آبپاشی کا انتظام کان خود کرتے تھے بیلاوار کامیواں حصہ۔
  - (۴) غیر مسلموں سے زمین کا خراج جو معاہدے کی رو سے طے ہو جاتا تھا۔
  - (۵) غیر مسلموں سے زمین کا خراج جو معاہدے کی رو سے طے ہو جاتا تھا۔
- بیت المال کی آمدنی جنگی مہموں پر صرف کی جاتی تھی تا لیفۃ کلہا

کے لئے نو مسلموں پر یتیموں سکینوں۔ فقیروں۔ مسافروں اور بہانوں پر صرف ہوتی تھی۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے بیت المال سے شہر میں دیا جاتا تھا۔ مقروضوں کے قرض ادا کئے جاتے تھے اور محصلین زکوٰۃ اور عمال وغیرہ خدمتِ عائدہ بحال لانے والوں کو گزارے کے مطابق تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

بارگاہِ رسالت کی طرف سے بعض لوگوں کو افتادہ زمینیں۔ جاگیریں۔ کانیں اور چٹے وغیرہ بھی عطا کئے گئے۔ گویا ایسی چیزیں جو پہلے سے کسی کے قبضہ میں نہیں تھیں بیت المال سمجھی جاتی تھیں۔

## شوری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا اور عقیدہ مندوں کے مرجع ہونے کے باعث اگرچہ کلی اختیارات کے مالک تھے۔ تاہم آپ فحکمی اور عسکری مہمات امور میں اپنے صحابہ اور عام مسلمانوں سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اور ان فیصلوں پر کاربند ہوتے تھے جو باہمی مشورے سے طے ہو جاتے تھے۔ جنگِ احد کے موقع پر آپ نے اپنی رائے کے خلاف شہر سے باہر جا کر لڑنا منظور کر لیا کیونکہ مجلسِ شوری میں مدینے کے نوجوانوں کا اصرار یہی تھا۔ اور اکثریت آن کی رائے کی حامی نظر آ رہی تھی۔ شوری میں سب کو شامل ہونے کا حق حاصل تھا۔ عہدِ رسالت میں باہمی مشورہ کی کوئی معین صورت

آختہ مار نہیں کی گئی یعنی کوئی باقاعدہ مجلس۔ کونسل یا اسمبلی موجود نہ تھی۔ تاہم عام اور خاص انتظامی امور میں صحابہ کرامؓ کا مشورہ شامل حال ہوتا تھا۔ اور صحابہ ہر گونہ ادب احترام کو ملحوظ خاطر رکھنے کے باوجود مشورہ دینے میں تامل سے کام نہ لیتے تھے۔ جنگ بدر میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام کو پڑاؤ کے لئے منتخب کیا تو ایک صحابی جناب بن شہزادہ عمن پیش کی کہ آیا یہ حکم وحی الہی کی رو سے ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے جب انہیں بتایا گیا کہ ذاتی رائے ہے تو صحابی نے کہا کہ پھر میں کس خیال میں چند قدم آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالنا چاہیے کیونکہ وہاں کی زمین اچھی ہے اور پانی کے چشمے قریب ہیں۔ سپہ سالار نے ایک عام سپاہی کے اس مشورہ کو اپنی رائے پر ترجیح دی۔ اور اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔

## پیغمبر اسلام کی شخصیت

### شانِ محبوبی

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت ہی محبوب اور جاذب شخصیت کے مالک تھے۔ جو اپنے پیروؤں اور ملنے والوں کے دلوں میں اپنے لئے صرف عقیدت مندار تعظیم ہی کے نہیں بلکہ

والہانہ محبت کے جذبات پیدا کر دیتی تھی۔ شخصیت انسان کے صدقہ۔  
 شکل و صورت۔ عادات و خصائل۔ اخلاق و اطوار۔ نشست و برخاست  
 سلوک و معاملت اور گفتار و کردار کی خوبیوں اور برائیوں سے بننے والے  
 ایک سپیکر کا نام ہے جو کمزوروں پر اثر انداز ہو کر ان کے طبائع پر اپنے  
 لئے ردِ عمل پیدا کرتی ہے۔ حضرت محمدؐ کی شخصیت محبوب ہونے کا  
 چمکتا ہوا ثبوت یہ ہے کہ جس شخص کو بھی آپ سے میل ملاقات  
 کا اتفاق پڑا یا کوئی معاملہ پیش آیا وہ آپ کی شخصیت سے ہمیشہ  
 اچھے اثرات لے کر گیا اور جن لوگوں کو شبہ روز آپ کی خدمت میں رہنے  
 کی سعادت حاصل تھی وہ تو دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو رہے تھے۔  
 ان میں سے بعض کی محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضورؐ کے وضو  
 کے پانی کو تبرکاً اپنے چہروں پر ملتے۔ کٹے ہوئے بالوں کو حسنِ عقیدت  
 سے اپنے پاس محفوظ رکھتے اور حضورؐ کے پسینے پر اپنی جانیں چھڑاتے تھے۔  
 صدیقؓ اور غمخوار ایسے قریبی جاں نثار اس تاک میں رہتے تھے کہ حضورؐ  
 نے جس پیالے سے دودھ یا پانی نوش کیا اس کو چمٹا لیں  
 مرحمت ہو۔ یہ سب کیفیتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی  
 کے معمولی کرشمے تھیں جن میں تعلق۔ خوشامد۔ نمائش یا راج کو کبھی  
 قسم کا دخل حاصل نہ تھا۔

غزوہ حنین کے بعد جب مدینے کے انصار میں سے بعض  
 اشخاص کے دل میں یہ دوسرہ پیدا ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے مالِ غنیمت میں سے زیادہ حصہ مکہ کے قریشیوں کو دے دیا ہے اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر ایک فصیح و بلیغ تقریر کی جس کے آخر میں فرمایا :-

”اے انصار کیا تم اس بات پر رضامند نہیں کہ اور لوگ تو میدانِ جنگ سے بکریاں اور اونٹ ہانک کر لے جائیں اور تم اپنے ساتھ مجھے لے جاؤ؟  
اس حقیقت کے اعلان نے انصار کو اتنا متاثر کیا کہ ان کی ڈاڑھیاں ہشکوں سے تر ہونے لگیں۔ یہ محمدؐ کی شانِ محبوب کا کرشمہ نہیں تھا اور کیا تھا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچتے ہیں اور پھر چند سال بعد غزوہ تبوک کے سفر سے واپس مدینہ آتے ہیں اور مدینے کی بچیاں طلحہ اَلْبَدْر عَلَيْنَا (ہم پر چاند طلوع ہوا) کا گیت گات سنائی دیتی ہیں۔

فتح مکہ کے وقت آپ قریش سے جو متواتر تیس سال حضور کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے جب یہ سوال کرتے ہیں کہ ”جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں“ تو وہ متفق اللسان ہو کر جواب دیتے ہیں :- ”اَنْتَ اَخُ الْكُرَيْمِ وَابْنُ اَخِ الْكُرَيْمِ“  
آپ ہمارے برگزیدہ بھائی ہیں اور ہمارے برگزیدہ بھائی کے

## عادات و خصال

عادات کے اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سادگی پسند طبیعت پائی تھی۔ آپ جو گیوں اور راہبوں کی طرح اپنی جان پر بلاوجہ اور غیر ضروری تعقیقت نہیں کرتے تھے لیکن کھانے پینے اور پہننے کے معاملے میں تکلف کو بھی بہت ناپسند فرماتے تھے۔ کھانے کو معمولی سادہ غذائیں جو بھی دل جاتی تھیں انہی پر اکتفا کرتے تھے۔ کوئی چیمڑنا پسند ہوتی تھی تو اسے ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ دودھ کچھڑا کر جو کی روٹی اور گوشت آپ کی عام غذائیں تھیں آپ نے عمر بھر میں گندم کے آٹے یا میدے کی روٹی نہیں کھائی۔ پہننے کے لئے موٹا جھوٹا کپڑا استعمال کرتے تھے جو باادفات بھیڑ کی اون سے بنا ہوتا تھا۔ گھر کے ساز و سامان میں بھی تکلف کو ناپسند فرماتے تھے اور اس قدر ضرورت کی سادہ سادہ چیزیں رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ چھت کے ساتھ کپڑا لگا دیا حضورؐ نے دیکھا تو یہ کہہ کر اُتر دیا کہ یہ کپڑا جو لکڑیوں کو پہنا یا گیا کسی مسکین کے کام آسکتا ہے حضورؐ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ راتوں کا بیشتر حصہ خدا کی عبادت اور نماز میں گزارتے تھے۔ غسل الصبح نماز فجر کی اذان کے ساتھ اٹھ بیٹھتے تھے۔ اور دو رکعتیں گھر پر پڑھنے کے بعد فرض جماعت

کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات کے حجرے مسجد کی دیوار کے ساتھ ہی تھے۔

آپؐ کی طبیعت بہت صفائی پسند تھی۔ کپڑوں کا جوڑا بالعموم ایک ہی رکھتے تھے لیکن اسے دھو لیتے تھے۔ بالوں میں میرے دن کنگھی کرتے تھے۔ ناک صاف کر کے رطوبت کو ادھر ادھر پھینکنا۔ جابجا مٹھو کنا۔ اور میرا یہ درختوں کے سائے میں یا عام استعمال کی جگہوں میں بول و براز کرنا آپؐ کو سخت ناپسند تھا جس سے آپؐ لوگوں کو منع فرماتے رہتے تھے۔ عطر اور خوشبو کو آپؐ بہت پسند کرتے تھے۔ لہس۔ پیاز۔ معافیر اور ایسی ہی دوسری اشیاء کی بوئیں آپؐ کو سخت ناپسند تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے کام کرنا عار نہ سمجھتے تھے۔ فرصت کے دن اپنے کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے بیوند لگاتے اپنے حجرے کو گانٹھتے حتیٰ کہ گھر میں جھاڑو تک دے لیتے تھے ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ آپؐ سے کہتے کہ ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں لیکن آپؐ ہمیشہ فرماتے کہ میں تمہارے درمیان امتیازی شان پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ غزوہ احزاب اور مساجد کی تعمیرات کے وقت آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کیا۔ سب کے ساتھ مل کر ان کی طرح کام کرنا آپؐ کی عادت میں داخل تھا۔ ایک دفعہ جنگل میں چند صحابہ کے ساتھ کھانا پکانے کی ضرورت پیش آگئی کام تقسیم ہوا

تو حصنہ نے جنگل سے لکڑی لانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔

## اخلاق و اطوار

حسن اخلاق کے اعتبار سے آپ کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عالم کے صفحات خالی ہیں۔ سب کے ساتھ تپاک سے ملتے۔ تحمل سے پیش آتے اور کسی پر کبھی سختی نہ کرتے تھے۔ کوئی سختی سے پیش آتا تو آپ ہمیشہ ملاحظت سے کام لیتے تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے حسن اخلاق ہی سے متاثر ہو کر مسلمان بن گئے۔ ایک دفعہ ایک قرضخواہ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا انہوں نے قرضخواہ کو ڈانٹا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ تمہیں یہ بات زیبا نہیں۔ وہ حق پر ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اُسے سمجھاتے کہ نرمی سے مطالبہ کرے اور مجھے کہتے کہ اس کا تہ من ادا کر دوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم صادق امین اور وعدے کے پابند تھے۔ ان صفات کے لحاظ سے دوست و دشمن سب ان کے مطاع اور معترف تھے۔

عام مجلسوں میں۔ سفر و حضر میں۔ ماور زندگی کے عام اسلوب میں آپ نے اپنے لئے کبھی قسم کا امتیاز قبول نہ کیا۔ ہر موقع اور ہر مجلس پر سب کے ساتھ سادہ حیثیت کے ساتھ رہتے تھے۔ باہر سے آنے والے



انخاص کو یہ پہچاننا مشکل ہوتا تھا کہ بھری مجلس میں وہ شخصیت کونسی ہے جس کے حکم پر لوگ جانیں لڑا دیتے تھے اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ آپ ہنسنے کی باتوں پر صرف تبسم فرماتے تھے۔ اور ایک حد تک نہایت نفیس تبسم کی خوش طبعی بھی سرا لیتے تھے۔ ایک بڑھیا نے آپ سے آونٹ مانگا آپ نے فرمایا کہ میں تو آونٹنی کا بچہ دوں گا۔ بڑھیا بولی بچہ لے کر میں کیا کروں گی آپ نے فرمایا کہ مائی اسار سے آونٹ آونٹنیوں کے بچے ہوتے ہیں آپ کیوں گھبرا گئیں۔

آپ لوگوں سے صدقہ اور خیرات قبول نہیں کرتے تھے مابقت بدیہ اور تحائف لے لیتے تھے اور ان کے معاوضے میں بدیہ اور تحفے ضرور دیتے تھے۔

## سخاوت

مسکین پروری کی یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات گھر کی خورد و نوش تک کی اشیا بھی اٹھا کر حاجت مند سائل کو دے دیتے تھے اور خود اہل و عیال سمیت فاقے پر بسا اوقات ہوتی تھی۔ ہتے کئے ساکوں کو آپ محنت و مشقت کرنے کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ ایک سائل سے آپ نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو لاؤ وہ ایک بٹرا لایا آپ نے وہ نیلام کر دیا چار دم وصول ہوئے آپ نے فرمایا

کہ دودھ گھر میں آج کے کھانے کے لئے دو اور دودھ سے  
 آری لے کر جنگل کو چلے ہاؤ وہاں سے لکڑیاں کاٹ لاؤ۔ اس شخص  
 نے ایسا ہی کیا۔ ایک ہفتے کے بعد وہ دس درہم کا مالک بن کر  
 حاضر خدمت ہوا۔

حضرت بلالؓ آپ کے گھر کے مصارف کا انتظام کرتے تھے ان  
 کی روایت ہے کہ جو دو سخا کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہما  
 رہتے تھے۔ اور کبھی مال غنیمت میں سے آپ کے حصے کا روپیہ آجاتا  
 تھا تو آپ اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جب تک  
 کہ سارا روپیہ مسکینوں اور غریبوں میں تقسیم نہ ہو جائے ایک دفعہ نقدی  
 شام کے بعد تک بیچ رہی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری  
 رات مسجد میں گزار دی صبح جب بلالؓ نے آکر اطلاع دی کہ خدانے  
 آپ کو سبکدوش کر دیا تو گھر تشریف لے گئے۔

مکہ کی زندگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معاش  
 تجارت تھا۔ مدینہ میں ذریعہ معاش ان باغات کی آمدنی تھی جو  
 خیبر وغیرہ سے حضورؐ کے حصے میں آئے تھے۔ یا وہ مال غنیمت  
 تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تقسیم مساوی حضورؐ کے حصے میں آتا  
 تھا۔ مال غنیمت کا خمس بیت المال تھا۔ جو پبلک کاموں پر صرف  
 کیا جاتا تھا۔

## دیگر اوصاف

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع تھے۔ غزوہ<sup>۱</sup> اور غزوہ حنین میں جب عام مسلمانوں کے پاؤں اکٹھے ہو گئے تو صرف آپ کی ذات گرامی تھی جو بنی جسکہ پر قائم کھڑی رہی۔ رسول خدا ہتھیار باندھ کر جنگوں میں شریک ہوتے تھے۔ فوجوں کی کمان کرتے تھے۔ مجاہدین کو لڑاتے تھے۔ خود زخم لگاتے تھے اور زخم کھاتے تھے۔ لیکن روایات میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ حضور کے کھاتے سے کوئی دشمن مارا گیا ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ فصیح اللسان ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو آپ قریش کے معزز گھرانے کے فرد تھے جن کی زبان تمکالی سمجھی جاتی تھی۔ دوسرے آپ نے بچپن کی بات چیت قبیلہ بنو سعد میں سیکھی تھی جو سارے عرب میں فصیح اللسان تھا۔ آپ نہایت آہستگی سے کھڑے کھڑے اور سمجھا سمجھا کر باتیں کیا کرتے تھے۔ اور زور و خطابت تو آپ کا سلم تھا۔ جس کا روشن ثبوت آپ کی تبلیغی کامیابیاں ہیں۔ نیز ان خطبوں کے اقتباسات ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمائے۔

آپ بیمار ہو کر کے لئے جانا اپنا لازمی فرض سمجھتے تھے۔ اور صاف

میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ اگر کوئی نماز جنازہ آپ کی شرکت کے بغیر پڑھ لی جاتی تھی تو آپ دوبارہ قبر پر جا کر جنازہ کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

محمد رقیق القلیب انسان تھے۔ موت۔ انسان کی تکلیف۔ صدمہ اور اثر پذیری کے عالم میں آپ کی آنکھوں میں بار بار آنسو ڈھبائے۔ انسان تو انسان آپ حیوانوں پر بھی بہت رحم فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی تکالیف کے ازالہ کی تاکید کرتے تھے۔ بچوں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور انہیں کھلاتے اور اٹھائے اٹھائے پھرتے تھے۔ عورتوں کی خاطر داری کو بھی بہت ملحوظ خاطر رکھتے تھے اور ان کی باتیں توجہ سے سنا کرتے تھے۔

## ازواجِ مطہرات

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں پہلی شادی حضرت خدیجہ سے کی جو پندرہ سال زندہ رہیں حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے معتقد دیگر نکاح کئے جن کی کل تعداد دس تک پہنچتی ہے۔ ان میں بعض بیوہ اور مطلقہ تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے مختصر سے حالات حسبِ ذیل ہیں :-

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے رسول خداؐ نے پچیس سال کی عمر میں یعنی نبوت و رسالت کے منصب عالیہ پر مامور ہونے سے پندرہ سال پہلے نکاح کیا۔ سب سے پہلے انہی نے اپنے شوہر کے رسول خداؐ ہونے کی تصدیق کی۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور اس سے پہلے ان کے دو شوہر ایک کے بعد دیکرے وفات پا چکے تھے۔ پہلے شوہر سے دو لڑکے جنم اور عارث اور دوسرے شوہر سے ایک لڑکی ہند نامی پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ بچے تولد ہوئے۔ دو لڑکے جنم نہیں ہی میں فوت ہو گئے اور چار لڑکیاں جن میں سے ایک حضرت فاطمہ الزہراءؑ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے رسول خداؐ کو بہت محبت تھی۔ جس کا اظہار وہ ان کی وفات کے بعد بھی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے نبوت کے گیارہویں سال انتقال کیا۔ اسی سال رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابراہیم بھی انتقال کر گئے تھے۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے

نکاح کیا۔ ان کا شوہر وفات پا چکا تھا۔ حضرت سوروؓ نے  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے  
عہد خلافت کے آخری دنوں میں یعنی ۲۱ھ ہجری میں وفات  
پائی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ۲۵ھ ہجری یا ۲۵ھ  
تک زندہ رہیں۔

(۳) حضرت عائشہؓ: ۱۰ھ نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ سے نکاح  
کیا۔ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ یا نو سال تھی۔  
رسم عروسی نکاح کے تین سال بعد ادا کی گئی۔ حضرت عائشہؓ  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات میں سب  
زیادہ محبوب تھیں جنہوں کی وفات کے بعد ۴۸ سال زندہ  
رہیں اور ۶۰ھ ہجری میں وفات پائی۔

(۴) حضرت حفصہؓ بن عمرؓ: حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر  
خنیس بن خذادہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ۲۵ھ  
میں وفات پائی۔ قرآن مجید کے لکھے ہوئے اجسنہ انہی کی  
تحویل میں رہتے تھے۔۔۔

(۵) حضرت زینبؓ: حضرت زینبؓ کے پہلے شوہر عبدالعزیزؓ

بن حبش جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اسی سال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے عقدِ نکاح میں لے لیا لیکن صرف دو تین ماہ زندہ رو کر فوت ہو گئیں۔

(۶) حضرت ام سلمہ ہندو ۱۔ حضرت ام سلمیٰ ہند کے پہلے شوہر ابو سلمہ عبداللہ بن عبداللہ جنگِ اُحد میں دشمن کھا کر شہید ہو گئے۔ ام سلمہؓ اس وقت حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے عقد میں لے لیا۔ ۵۹ھ ہجری سے ۶۳ھ ہجری تک کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۷) حضرت زینبؓ ۲۔ حضرت زینبؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن تھیں۔ پہلے ان کا نکاح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارث سے ہوا جنہیں رسولِ اکرمؐ اپنا متبشی یعنی منہ بولا بیٹا کہا کرتے تھے حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے درمیان ناجائز رشتہ تھی اس لئے حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت کی میعاد گزرنے کے بعد ان سے نکاح کر لیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ حضورؐ نے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ اس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ متبشی کو حقیقی بیٹے کا درجہ حاصل نہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح کرنے میں حق بجانب ہیں۔ حضرت زینبؓ ۳۰ھ ہجری میں فوت ہوئیں۔

(۸) حضرت جویریہؓ: حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ہزار کی بیٹی تھیں۔ غزوہ بدر میں جب مسلمانوں نے بنی مصطلق پر فتح حاصل کی تو سیران جنگ میں یہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ ان کا شوہر مسافع بن صفوان اسی جنگ میں مارا گیا تھا۔ لڑی غلاموں کی تقسیم کے وقت حضرت جویریہؓ قیس بن شماس انصاری کے ہاتھ آئیں۔ چونکہ قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں اس لئے انہوں نے حضرت قیسؓ سے مکاتبت کر لی یعنی ۹۔ اوقیہ سونا ادا کرنے کی شرط پر رہائی کا معاملہ طے کر لیا جس کی اطلاع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ رسول خداؐ نے حضرت جویریہؓ کے سامنے نکاح کی پیشکش کی جویریہؓ نے قبول کر لی۔ یہی ۹۔ اوقیہ سونا حق مہر قرار پایا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دیا۔ اس مناکحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسلمانوں نے بنی مصطلق کے سیران جنگ جن کی تعداد سات سو بتالی جاتی ہے آزاد کر دیئے۔ کیونکہ وہ اب رسول خداؐ کے قرابت دار بن گئے تھے اس لئے ان کا غلام رکھنا طریق ادب کے منافی تھا۔ حضرت جویریہؓ نے شہہ ہجری میں وفات پائی۔

(۹) حضرت اُمّ حبیبہؓ: حضرت اُمّ حبیبہؓ کا اصل نام رملہ تھا یہ اور ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش دعوتِ اسلام کے آغاز



میں مسلمان ہو گئے تھے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے  
جثہ چلے گئے تھے۔ عبید اللہ بن جحش دہاں جا کر عیساٰ بن گئے  
لیکن حضرت ام حبیبہؓ مسلمان رہیں۔ لہذا نکاح نسخ ہو گیا جب  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو آپؐ نے عمرو بن ابیہؓ کی  
کو جثہ بھیجا تاکہ وہ حضورؐ کی طرف سے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام  
دیں۔ عمرو نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور آنے کا مقصد  
بیان کیا۔ نجاشی نے اپنی لڑکی کی واسطت سے ام حبیبہ کو  
پیغام پہنچایا وہ رضامند ہو گئیں چنانچہ وہیں نجاشی نے ام حبیبہؓ اور  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیلوں اور دوسرے مسلمانوں کو  
جمع کر کے نکاح پڑھ دیا۔ نجاشی نے رسول اکرمؐ کی طرف سے  
مہر کی رقم خود ادا کی۔ لوگوں کو ولیمہ کی دعوت کھلائی نیز  
تحائف دیئے۔ نکاح کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ  
شرجیلؓ ابن حسہ کی حفاظت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس بھجوا دیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے سلسلہ حبسہ میں  
وفات پائی۔

(۱۰) حضرت میمونہؓ :- حضرت میمونہؓ بن حارث کے پہلے شوہر  
مسعود بن عمر بن عبد العزیٰز نے انہیں طلاق دے دی۔ دوسرا  
شوہر ابوریم بن عبد العزیٰز فوت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہجری میں فوت ہوئیں۔

(۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حییٰ ابن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اور پہلے یکے بعد دیگرے دو نکاح کر چکی تھیں فتح خیبر کے وقت جنگ کے دوران میں ان کا شوہر باپ اور بھائی سب قتل ہو گئے اور یہ ایران جنگ میں گرفتار ہوئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج انہیں یہودوں ہونے کے باعث اپنے سے کمتر خیال کرتی تھیں ایسے ہی ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ تم انہیں یہ جواب دے دیا کرو کہ میں پیغمبر خداؐ اور ان کی بیٹی اور پیغمبر خدا محمدؐ کی بیوی ہوں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سنہ ہجری میں وفات پائی۔

(۱۲) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: مقوقش سلطان مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سنہ ہجری میں تحفہ کے طور پر دو قبطی لڑکیاں بھیجی تھیں جن میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خد نکاح کر لیا اور دوسری لڑکی جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھی دوبار رسالت کے ساتھ حضرت عثمان بن ثابت کے نکاح میں دے دی گئی۔

## ازدواجی اور خانگی زندگی

- تاریخِ عالم کے اعظم رجال میں سے جن تمام مذاہب کے بانیوں - داعیوں اور پیشواؤں سے لے کر ہر نوعیت و حیثیت کے بڑے آدمی شامل ہیں ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جن کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کے ہر گز حالات تاریخی اسناد و شواہد کے ساتھ محفوظ ہو چکے ہیں۔ اس معاملہ میں مسلمانوں نے جس شوق و انہماک - صحت و درستی اور چھان بین سے کام لیا ہے اس کی نظیر دنیا بھر کی تاریخ میں کسی دوسری جگہ نہیں ملتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی اور خانگی زندگی بھی اسی طرح سادہ تھی جس طرح اُن کی پبلک زندگی۔ ازواجِ مطہرات کے لئے مسجدِ نبویؐ کی دیوار کے ساتھ الگ

---

لے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ تھی اس لئے مسلمانوں نے اُن کے حالات و اقوال محفوظ رکھنے کے لئے بہت جست و کام لیا۔ اور حدیثیں وایت کرنے کا طریق اختیار کر لیا۔ حدیثوں کی صحت جانچنے کے لئے مسلمانوں نے ہمارے رجال کے نام سے ایک مستقل تاریخی تحقیق کا طریق ایجاد کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ حدیث بیان کر نیوالے اشخاص کے سلسلوں کو جانچا جائے اگر کسی حدیث کا سلسلہ کہیں سے ٹوٹا ہو نظر آتا تھا یا کسی راوی کے ثقہ نہ ہونے کے متعلق کوئی ثبوت مل جاتا تھا تو اس حدیث کو ناقص قرار دے دیا جاتا۔ مؤلف

الگ حجرے بنا دیئے گئے تھے۔ جو چنداں وسیع نہ تھے یہ حجرے  
 مٹی کی دیواروں سے بنائے گئے تھے اور ان میں کھجور کی بنی ہوئی  
 چٹائیوں کے بروئے بھی تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ایک  
 ایک دن ایک ایک بی بی کے پاس رہتے تھے۔ اور جب سفر پر جانا  
 ہوتا تھا تو بعض ازواج کو سب کی رضامندی سے اپنے ہمراہ لے جاتے  
 تھے۔ ازواج کو گزارے کے لئے یکساں طور پر مکاش و یا جاتا تھا  
 اور گھروں کے مصارف کا انتظام حضرت بلالؓ کیا کرتے تھے رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے ازواجِ مطہرات بھی گھر کا  
 ساز و سامان یا مال و دولت جمع کرنے کی شایق نہیں رہی تھیں۔  
 اور جو کچھ ان کے پاس فالتو بیچ رہتا تھا اُسے غریبوں اور مسکینوں  
 میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ ایک بی بی حضرت زینبؓ کو اتنی سخی تھیں کہ ان  
 کا لقب ہی اُم المساکین مشہور ہو گیا تھا۔ ازواجِ مطہرات عام طور پر  
 حضورؐ کے ساتھ صبر و قناعت کی زندگی ہنسی خوشی بسر کرتی رہیں۔ صرف  
 دو واقعات ایسے پیش آئے جن کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے مزاج میں اپنی ازدواجی زندگی کے سلسلہ میں کدورت پیدا ہوئی۔  
 ایک واقعہ یہ تھا کہ منافقوں نے جو رسول خداؐ اور دین اسلام کے چھپے  
 دشمن تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زبردست بہتان لگایا اور رسول خداؐ  
 کی طبیعت اُن کی طرف سے کئی دن تک مکدر رہی۔ آخر اللہ کی طرف  
 سے قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ

کے دہن کو اس ناپاک اتہام سے تبرّ اظاہر کیا گیا تھا۔ وحی کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا تذکرہ جاتا رہا اور ان مسلمانوں کے شکوک بھی رفع ہو گئے جو منافقوں کے پردہ پیگندہ سے متاثر ہو رہے تھے۔ اس واقعہ کو واقعہ افق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے درمیان کسی معاملہ پر بلاوجہ باہمی رشک کے جذبات بھڑک اٹھے۔ اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے طرز عمل سے پریشان کرنے کی ٹھان لی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس مظاہرے میں پیش پیش تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت سے اتنے پریشان ہوئے کہ انہوں نے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور مسجد کے ایک حجرے میں جو بالائی چھت پر تھا رہنے لگے۔ ایک ماہ کے قریب اسی حال میں گزر گیا صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے۔ اس کیفیت کا خاتمہ بھی نزول وحی کی بدولت ہوا اور اللہ نے اپنے رسول کو پیغام دیا کہ اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کے مال و دولت کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں اس طریقے سے رخصت کر دیتا ہوں لیکن اگر تم پیغمبر خدا کی رضا جوئی چاہتی ہو تو اس مظاہرے سے باز آ جاؤ۔ ان آیات کے نزول کے بعد ازواج مطہرات کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انہوں نے رسول خدا سے معافی مانگ لی۔ اس واقعہ کو

## اولاد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی صحیح تعداد کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں یہ تعداد چھ اور بعض میں بارہ تک بتائی گئی ہے۔ ان میں سے چار روایوں اور دو لڑکوں کے حالات روایات میں صحت کے ساتھ مذکور ہیں۔ لڑکوں میں ایک تاسم تھے جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے نبوت سے گیارہ بارہ سال پہلے پیدا ہوئے اور بعض روایات کے مطابق صرف سات دن اور بعض کے مطابق دو سال تک زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ دوسرے زینہ فرزند ابراہیم نامی تھے جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے شہر ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس بچے کی زندگی سترو یا اٹھارہ مہینے سے زیادہ نہیں ہونے پائی تھی کہ فوت ہو گیا۔ ابراہیم کی وفات کے دن سورج میں گرہن لگ گیا۔ لوگوں نے اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے کی وفات کا اثر سمجھا لیکن رسول خداؐ نے انہیں سمجھایا کہ کسوف و خسوف وغیرہ اللہ کی آیات ہیں انہیں کسی انسان کی موت و حیات سے کوئی واسطہ نہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی محنت جس کا نام زینبؓ تھا جو نبوت سے دس سال پہلے مکہ میں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا

ہوئیں۔ جو ان ہونے پر ان کی شادی ان کے خال زاد ابوالعاص بن ربیع لقیط سے کر دی گئی۔ ابوالعاص جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے اور گرفتار ہو گئے۔ ابوالعاص بھی دوسرے اسیران بدر کے ساتھ رہا کر دیئے گئے لیکن ان سے رسول خداؐ نے یہ وعدہ لے لیا کہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے یہ وعدہ پورا کیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ ایک سر یہ میں پھنسے مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہو گئے۔ اب کے انہوں نے اسلام قبول کرنے کی ٹھان لی۔ پہلے ربائی حاصل کر کے مکہ آئے اور لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں پھر مدینہ جا کر اسلام قبول کیا۔ ان کے مسلمان ہو جانے پر حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کی تجدید کی گئی۔ حضرت زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری دختر حضرت رقیہؓ تھیں جو حضرت خدیجہؓ ہی کے بطن سے سلسلہ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں۔ پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عقبہ سے ہوا لیکن ظہور اسلام کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ محمدؐ کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ اس طلاق کے بعد ان کی دوسری شادی حضرت عثمانؓ سے کر دی گئی۔ حضرت رقیہؓ سلسلہ ہجری میں فوت ہو گئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری دختر اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے حضرت فاطمہ الزہرا  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کی روایات میں مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی  
 اللہ عنہا نبوی یعنی بعثت نبوت کے سال یا اس سے کچھ عرصہ پہلے یا  
 بعد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ پندرہ سولہ سال کے سن  
 میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی  
 حضرت فاطمہ الزہراؓ کے بطن سے تاریخ اسلام کے دور دشمن ست کے  
 حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں ۛ

---



آیاتِ اسلام  
دوسری کتاب  
عہدِ شہین

# خليفة اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## خليفة الرسول کا انتخاب

## ثقیف بنی ساعدہ کا اجلاس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کسی شخص کو صراحت کے ساتھ اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ البتہ دورانِ علالت میں جب نقاہت حد سے بڑھ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق کو مسجد نبوی میں آقامتِ صلوٰۃ کے لئے مسلمانوں کا امام مقرر کر دیا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازوں کی امامت کی۔

دورانِ علالت میں آپ نے ایک ن مسلمانوں کو انصارِ مدینہ سے حسن سلوک سے پیش آنے کے متعلق وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”الانصار یحبے جسم میں معدہ کی مانند ہیں۔ میرے بعد جو شخص تمہارے نفع و نقصان کا کفیل ہو اُسے چاہیے کہ اُن میں سے جو نیکو کار ہوں انہیں قبول

کرے اور جن سے کوئی خطا سرزد ہوا نہیں معاف  
کر دے ؟

رسول اکرمؐ کے اس ارشاد سے مترشح ہوتا ہے کہ آپؐ نے  
عرب کے قدیم جمہوری طریق کے مطابق اپنے جانشین کے انتخاب کا معاملہ  
خود مسلمانوں پر چھوڑ دیا تھا۔

وفات کے چار دن پہلے دورانِ علالت ہی میں آپؐ نے یہ کہا  
کہ مد کاغذ اور مسلم دعوات لاؤ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس  
کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ صحابہ کرام میں جو اس موقع پر موجود تھے۔  
اختلاف پیدا ہوا بعض نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض  
کے غلیہ میں ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ بعض کی رائے تھی کہ وصیت لکھنا  
چاہیے ہیں لیکن جب تھوڑی مدت کے بعد آپؐ سے دوبارہ دریافت  
کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے  
بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا تے ہو ؟ اس کے بعد آپؐ تین دن زندہ  
رہے لیکن پھر بھی وصیت لکھوانے کا ذکر نہ کیا اور نہ ان خطبوں میں جو  
آپؐ نے آخری ایام میں ارشاد فرمائے اپنے جانشین کے متعلق کوئی  
واضح بات کہی۔

حضور کی وفات کے بعد مدینہ کے انصار ثقیف بن ساعدہؓ میں

بن ثقیف بنی ساعدہ ایک اللہ تھا جس میں اہل مدینہ مشوروں کے لئے جمع ہوا کرتے  
تھے۔ اس عمارت کو مدینہ کا ماؤن ہال سمجھنا چاہیے۔ (مزلن)

جمع ہو گئے تاکہ مسلمانوں کا امیر منتخب کرنے کے مسئلہ پر غور کریں۔  
 انصار چاہتے تھے کہ مہاجرین سے بشورہ گئے بغیر اس اہم معاملے کا فیصلہ  
 کر لیں۔ کسی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو اس وقت مسجد نبویؐ میں بیٹھے  
 تھے انصار کے اس جذبہ مشاورت کی اطلاع دی صدیقؓ وہاں سے  
 حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ساتھ لے کر ثقیفہ بنی ساعدہ میں  
 پہنچے۔ دیکھا کہ انتخاب امیر کے لئے تقریریں ہو رہی ہیں اور تجویز  
 یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کو جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے امیر  
 بنالیا جائے۔ ابھی یہ تجویز زیر غور تھی۔ تین مقتدہ مہاجرین کی آمد  
 پر انصار کے بعض اشخاص نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو پناہ دی۔ دین کی حفاظت کے لئے تلواریں سونپیں اور جانیں لڑائیں  
 ہم اہل شہر ہیں لہذا ہمیں حق پہنچتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور  
 رسول اللہؐ کا جانشین اپنے میں سے منتخب کریں حضرت عمرؓ اس  
 تقریر کے جواب میں کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضرت صدیقؓ نے انہیں  
 روک دیا اور خود بڑے ٹھکل۔ وقار اور متانت سے کہا کہ انصار کی  
 فضیلتیں بے شمار ہیں جو اپنی تعریف میں جو کہیں بجا ہے لیکن  
 امیر مہاجرین میں سے منتخب ہونا چاہیئے کیونکہ عرب کے بڑی قبیلے  
 قریشی امیر کے سوا اور کسی کی اطاعت قبول نہ کریں گے۔ اس طرح  
 مسلمانوں کے اجتماعی نظام کا شیرازہ تتر بتر ہو جائے گا۔ مجمع میں  
 سے آوازیں آئیں کہ اگر یہ بات ہے تو آپ اپنا امیر الگ منتخب

کر لیں ہم اپنا امیر الگ چن لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا دعا میریوں کا انتخاب لڑائی پر منتج ہو گا۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے جو بیار ہونے کے باعث مالان کے ایک کونے میں کبیل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے آواز دی کہ مسلمانوں کا امیر صرف ایک ہونا چاہیئے۔

حضرت حبابؓ بن منذر بولے : ان کی نہ سُنو میری سُنو۔ میں سرورِ گرمِ چشیدہ ہوں اگر مہاجرین نہیں مانتے تو ہم انہیں شہر سے نکال دیں گے۔ میں جنگل کا دھاڑتا ہوا شیر ہوں جو ان سب کو کچتا کھا جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا : اللہ تجھے ہلاک کرے کیا کہہ رہا ہے ؟ حضرت حبابؓ نے غصے کے عالم میں یہی فقرہ دہرا دیا۔ جھگڑے کو اس طرح بڑھتے دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ اور عبیدہؓ کو مجمع کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ میری رائے ہے ، ان میں سے ایک کو امیر چن لو۔ اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ عمرؓ اور عبیدہؓ ایک زبان ہو کر بولے : یہ نہیں ہو سکتا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نمازوں میں امام بننے رہے ہیں۔ لہذا آپ ہی ہمارے امیر بننے کا حق رکھتے ہیں۔ ہاتھ نکالئے۔ ہم بیعت کرتے ہیں ؟

## بیعت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے وہ ہاتھ پکڑ کر اطاعت کی بیعت کر لی۔ اب قبیلہ خزرج کا ایک آدمی آگے بڑھا حضرت خبابؓ نے اُسے ٹوکا لیکن اُس نے کہا کہ میں ایسے شخص کی بیعت کر رہا ہوں جو اس منصب کا مستحق ہے۔

اُن کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی بیعت کرنے لگے۔ قبیلہ ادس کے آدمی آپس میں مشورہ کر کے جوق در جوق بیعت کے لئے بڑھنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں حضرت سعد بن عبادہؓ کے سوا تمام حاضرین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور انہیں اپنا امیر جان لیا۔

## خطبہ

اگلے دن مسلمان مہاجر اور انصار دو دو چار چار کی ٹولیاں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میت رکھی تھی داخل ہو کر نماز جنازہ ادا کرتے رہے اور اسی میں شام ہو گئی۔ سہ شام جبکہ بدلک لحد میں آنا لگیا۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبویؐ میں آئے جہاں مسلمان جمع ہو

رہے تھے۔ صدیق شہ نے منبر پر چڑھ کر پہلا خطبہ دیا اور فرمایا ۱۔

”لوگو! اب میں تمہارا امیر بن چکا ہوں۔ اگرچہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں راہِ راست پر چلوں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کا مرتکب ہوں گوں تو میری اصلاح کرو۔ حق کی پیروی کرو کیونکہ اسی میں دیانت ہے۔ باطل سے بچو کیونکہ وہ فریب ہے۔ تم میں سے جو کمزور اور مغلوب ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوگا۔ میں اس کا حق اُسے دلا کر رہوں گا۔ تم میں سے جو غالب اور قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہوگا میں اس سے وہ سب کچھ واپس لے کر رہوں گا جو اس نے چھینا ہوگا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے کبھی غافل نہ ہونا۔ اور جب تک میں خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا رہوں میری اطاعت کرنا۔ اگر میں کسرش ہو جاؤں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ یہ بھی جان لو کہ مجھ پر یہ وحی نازل نہیں ہوئی لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امۃ حسنہ پر اُن کے قدم بقدم چلوں گا۔ اب اٹھو اللہ خدا کے حضور میں سر بسجود ہو جاؤ۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔“

اس خطبہ کے بعد مسلمانوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی نماز باجماعت ادا کی جس کے امام خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

## بیعت اور لقب

اگلے دن ان لوگوں نے جو باقی رہ گئے تھے مسجد نبوی میں آکر حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں حضرت عیسیٰ بن ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے دیگر افراد بھی شامل تھے۔ یہ روایت کہ حضرت علیؑ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی بہت ضعیف ہے اور روایت کے اعتبار سے بھی چندل دقیق نہیں۔ انتخاب امیر عربوں کے جمہوری طریقہ کے مطابق ہوا تھا۔ اور تمام مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ صرف سعد بن عبادہ نے جن کو انصار امیر بنانے کی تجویز کر رہے تھے بیعت نہ کی اور حضرت صدیقؑ نے بھی ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا کیونکہ رسول اللہؐ کی وصیت یہ تھی کہ انصار میں سے اگر کوئی شخص خطا کرے تو اس سے معاف کر دینا۔

سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کو کس لقب سے یاد کیا جائے۔ کئی تجویزیں زیر غور آئیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ امیر کو خلیفۃ اللہ کے لقب سے پکارا جائے لیکن صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۃ الرسول کہا جائے۔ کیونکہ میں ان کا نائب



اور جانشین ہوں۔

حضرت صدیق منہ خطبہ دیتے وقت منبر کی دوسری سیڑھی پر  
کھڑے ہوتے تھے اور تیسری سیڑھی پر جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کھڑے ہوا کرتے تھے۔ قدم رکھنا طعوظات ادب کے منافی خیال کرتے  
تھے۔

## سرحد شام پر لشکر کشی

۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء

### جیش اسامہؓ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علالت سے ایک یا دو دن پہلے  
حضرت اسامہ بن زیدؓ کو علم عطا فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ایک لشکر جمع  
کر کے سرحد شام کے ابن قباکل کی سرزنش کے لئے جائیں جنہوں نے جنگِ بدر  
میں مسلمانوں کو شکست دے کر ان کے بہت سے آدمی شہید کر دیئے  
تھے۔ اسامہؓ کے والد زیدؓ اس لشکر کے امیر تھے جو سب پہلے شہید ہوئے۔  
اس وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نہی معہم کی قیادت کے  
لئے حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو مقرر کیا تھا۔

اسامہؓ مدینہ سے باہر شام کی راہ پر جوف کے مقام میں لشکر  
جمع کر رہے تھے کہ رسول اکرمؐ بیمار ہو گئے لشکر وہیں ٹپاؤ ڈالے

پڑا رہا۔ حضور کی وفات کی خبر سن کر اسامہؓ نے شکر کو منتشر ہونے کا حکم دے دیا اور خود مدینے میں واپس آ گئے۔ عیلم نبوی کو جو انہیں عطا ہوا تھا انہوں نے مسجد نبوی میں حضرت عائشہؓ کے حجرے کے پاس نصب کر دیا۔

حضرت صدیقؓ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اسامہؓ کو بلا کر عیلم پھر ان کے ہاتھ میں دے دیا اور حکم دیا کہ پہلے کی طرح جو رت کبوتر جا کر شکر جمع کر دے۔ اور کوئی مسلمان جو پہلے اس مہم میں شامل ہونے کے ارادے سے گھر سے نکل چکا تھا پیچھے نہ رہ جائے۔ شکر جو رت کے پڑاؤ پر پھر جمع ہونے لگا۔ حضرت عمرؓ بھی اس شکر میں شامل تھے چنانچہ وہ بھی جو رت پہنچ گئے۔ ابھی شکر شام کی سرحد کی طرف روانہ نہیں ہوا تھا کہ عرب کے اطراف و اکناف سے بدوی قبائل کے باغی ہونے کی اطلاعیں آنے لگیں۔ اسامہؓ نے یہ خبریں سن کر حضرت عمرؓ کو حضرت صدیقؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ایسی حالت میں جبکہ عرب قبائل سرکش ہو رہے ہیں اسلامی لشکر کا دور کی مہم پر جانا ٹھیک نہیں۔ نیز یہ کہ اگر مہم لازمی ہو تو اس کی قیادت نوجوان اسامہؓ کے بجائے کسی سچے کارسالا کو سونپی جائے۔ حضرت عمرؓ نے یہ گزارشات

---

۱۔ حضرت اسامہؓ حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ صفحہ ۲۹۸ پر)

پیش کیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلی تجویز کا جواب بزرگانہ متانت کے ساتھ یوں دیا :-

”اگر مدینہ کے ارد گرد بھیڑیوں اور درندوں کا غول جمع ہو جائے اور میں تین تنہا رہ جاؤں تو اس صورت میں بھی شکر اس مہم پر ضرور جائے گا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا کے جاری کردہ حکم کو پس پشت ڈال دوں۔“

دوسری تجویز نے جو امیر شکر کی تبدیلی کے متعلق تھی بوڑھے خلیفہ کو سخت برہم کر دیا۔ صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی کے بال پکڑ کر کہا :-

”اے ابن الخطاب تیری ماں اولاد سے محروم ہو جائے۔ کیا میں اس شخص کو لشکر کی قیادت سے محروم کر دوں جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمایا ہے“

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۷ { کے غلام رہ چکے تھے۔ عربوں میں مسلمان ہونے کے باوجود نسبی غرور کی رقیں باقی رہ گئی تھیں اس لئے جب نبول اکرمؐ حضرت زیدؓ کو غزوہ ہوتہ کے لئے امیر لشکر مقرر فرمایا تو بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا۔ جب حضورؐ اس مہم کے لئے ہمارے کو افسر مقرر کیا تو بعض لوگ معترض ہوئے۔ اب کہ حضرت صدیقؓ کا عہد تھا پھر یہ سوال سامنے آیا لیکن صدیقؓ تھے وہ کب ایسی دستا کرمان سکتے تھے :- مؤلف

حضرت عمرؓ لشکر کی دونوں درخواستوں کو یوں مسترد کر کے  
چپ چاپ لشکر میں پہنچ گئے جو روانگی کے لئے خلیفۃ الرسول کے  
حکم کا انتظار کرنے لگا۔

## لشکر کی روانگی

لشکر تیار ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اُسے شام کی سرحد  
کی طرف روانہ کرنے کے لئے جورت کے کیمپ میں تشریف لائے۔  
لشکر روانہ ہوا صدیقؓ شالیخت کے لئے ساتھ ہو لئے۔ اسامہؓ گھوڑے  
پر سوار تھے۔ خلیفہؓ ساتھ ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے۔ اسامہؓ نے گھوڑے  
سے اترنا چاہا۔ صدیقؓ نے منع فرمادیا۔ اور کہا کہ اللہ کی راہ میں  
جتنے قدم بھی چسوں گا مجھے ثواب ملے گا اور میرے گناہ معاف ہوں گے  
کچھ دُور جا کر حضرت صدیقؓ نے سالار لشکر سے کہا کہ ”اگر آپ عمرؓ  
چھوڑ سکیں تو انہیں مجھے پاس اپنے کی اجازت دے دیں۔ میں اکثر  
مہابتِ امور میں اُن سے شور ملے سکوں گا۔“ اسامہؓ نے خلیفہؓ کی یہ  
درخواست منظور کر لی اور حضرت عمرؓ کو مہم پر جانے سے چھٹی مل گئی۔  
حضرت صدیقؓ واپسی کے لئے رخصت ہونے لگے تو لشکر ٹھہر گیا۔  
آپ نے اسامہؓ سے مخاطب ہو کر کچھ ہدایات دیں جو جنگی مہموں کی تاریخ  
میں آپ زبر سے لکھنے کے قابل ہیں آپ نے فرمایا:-  
”اسامہؓ دیکھو! دھوکے اور فریب سے کبھی کام نہ لینا۔“

حق کی راہ سے کبھی اِدھر اُدھر نہ بھٹکنا۔ کسی رزندہ یا مُردہ کے اعضا نہ کاٹنا۔ کسی بچے۔ بوڑھے یا کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے غلوں کو نقصان نہ پہنچانا اور نہ اُنہیں جلانا۔ کسی ایسے درخت کو مت کٹوانا جس سے انسان یا حیوان کو غذا ملتی ہو۔ اُڈوٹوں اور بھیڑ بکریوں کے غلوں کو بلا ضرورت ذبح یا تلف نہ کرنا۔ اُس سرزمین کے لوگ اپنے برتنوں میں جو گوشت پکا کر تہا لے لئے لائیں اُسے تم اللہ کا نام لے کر کھا لیا کرنا۔ اور اگر وہ سر مُنڈے راہب جو خالقا ہوں اور راہب خانوں میں رہتے ہیں تسلیم ہو جائیں تو اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا۔ یہ ہدایات دے کر حضرت صدیقؓ نے لشکر کو اللہ کا نام لے کر کوچ کرنے کا حکم دیا اور دعا کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے شر سے تمہارا نگہبان ہو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لشکر کو الوداع کھجے کے بعد مدینہ کو واپس آگئے۔ حضرت عمرؓ بھی اُن کے ساتھ تھے۔

## مہم کی کامیابی

اُسامہ رضی اللہ عنہ نے دادی القریٰ کی راہ سے جُومہ۔ اونبہ۔ اور شام کی جنوبی سرحد کے اضلاع میں یلغار کی۔ بنوقضاعہ اور اُن عیسائی اور نیم عیسائی قبیلوں پر لشکر کشی کی گئی جنہوں نے جنگِ موتہ میں مسلمانوں کو شکست دی تھی۔ یہ سرحدی قبیلے رومی سلطنت کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے اس لشکر کے سامنے بہت کم مزاحمت کی اور

ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ اسلامی لشکر بہت سا مالِ غنیمت لے کر  
منظور منصور واپس لوٹا اور دو ماہ کی غیبتِ حاضری کے بعد اگست ۶۲۳ء  
میں واپس مدینہ پہنچ گیا۔

## فتنہ ارتداد یعنی قبائل عرب کی اسلام سرِ بغاوت ارتداد کا فتنہ عظیم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر قبائل عرب میں بحالی کی سر  
رفار کے ساتھ پھیلی اور بدوی قبیلے اسلام کے اجتماعی نظام سے سرکشی  
کی راہ اختیار کرنے لگے جسے پیغمبرِ اسلام کی کوششوں نے سارے  
عرب میں قائم کر دیا تھا۔ یہ بدوی قبیلے صدیوں سے مادرِ صحرا کے بطن سے  
پیدا ہونے والی آزادی کے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں  
نے اسلام کی قوت کو سرسبز ہوتا دیکھ کر پیغمبر کی اطاعت و قبول کر لی تھی  
لیکن عوامِ الناس کے طبائع پر وہ پابندیاں گراں گزریں سی تھیں جو دینِ  
اسلام اور اس کے قوانین نے ان پر عاید کر دی تھیں ہم کھ چکے ہیں  
کہ سترہ سو سترہ ہجری میں یعنی فتح مکہ کے بعد قبائل کے جو  
و فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہ جان  
میں سے اکثر نے نماز روزہ زکوٰۃ زنا بشارب اور سود و غیرہ کی پابندیوں  
سے مستثنیٰ رہنے کے لئے شرطیں پیش کی تھیں جو رسول خداؐ نے منظور

نہیں فرمائی تھیں۔ حضور کی وفات کے بعد ان قبائل کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پیغمبر خدا تو اپنی معجزانہ طاقتوں کو لے کر فوت ہو گئے اس لئے اب ہمیں اسلام کے قوانین کا پابند رہنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ہر طرف ارتداد یعنی دین اسلام سے انحراف اور سرکشی کے علم بلند ہونے لگے۔ جن لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل میں زکوٰۃ، عشر اور جسزہ وغیرہ وصول کرنے نیز دین اسلام سکھانے اور اسلامی قوانین کے مطابق جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے مامور کیا تھا وہ اس عام سرکشی سے تنگ آ کر مدینے کو لوٹے اور یہ اطلاعات لے کر آئے کہ عرب کے قبیلے مرتد سرکش اور باغی ہو رہے ہیں ان قبائل میں بہت کم لوگ ایسے باقی رہ گئے جو دین اسلام کو برحق اور قائم و دائم جانتے ہوئے اس کے وفادار رہے۔

## جھوٹے نبی

اس کے علاوہ مختلف قبائل میں ایک اور فتنہ بھی سراٹھا رہا تھا۔ یہ نبوت و رسالت کے جھوٹے دعوےداروں کا فتنہ تھا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پیدا ہونے لگا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم النظیر کامیابیوں کو دیکھ کر بعض اشخاص اور بعض قبائل کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیونکہ محمد کی نفالی کر کے وہ بھی ویسا ہی دنیوی عروج حاصل کرنے کی کوشش کر دیکھیں

جیسا کہ خدا کے پیسے رسول کو حاصل ہو چکا ہے پیغمبر اسلام کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے ہم لکھ چکے ہیں کہ بعض قبائل کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی شبہ کیا تھا کہ ان کا دعویٰ نبوت و رسالت محض دنیوی عروج اور حکومت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ قریش نے ابتدا ہی میں ان کے سامنے یہ پیشکش رکھی تھی کہ اگر آپ بلو شاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ بنائے لیتے ہیں بشرطیکہ آپ اپنے دین کی تبلیغ سے باز آجائیں پھر چند سال بعد یمامہ کے سردار ہودہ بن غسیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتِ اسلام والے مکتوب کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ اگر حکومت میں جو آپ کی تحریک کامیاب ہونے پر قائم ہوگی ہمارا بھی حصہ ہو تو ہم سلمان ہو جاتے ہیں ایک قبیلہ کے سردار نے یہ شرط بھی پیش کی تھی کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو میں اسلام کا حلقہ بگوش ہو جاتا ہوں۔ غرض اس خیالِ خام کے باعث سرزمینِ عرب میں نبوت و رسالت کے جھوٹے دعوے دار پیدا ہونے لگے۔ اور انہوں نے اپنے پیروؤں کی بھی خاصی جماعتیں بھی فراہم کر لیں۔ ان مرتد اور باغی قبائل اور ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرگرمیوں کا حال آگے چل کر اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا۔ سرِ دست یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سائے عرب میں اسلام سے سرکشی اور بغاوت کی ایک بردست لہرائشی اور اس امر کا قوی اندیشہ نظر آنے لگا کہ



شاید دین اسلام اپنے داعی اور پیغمبر کے ساتھ ہی موت کی نیستند  
سو جائے گا۔ یا اس کے ماننے والوں کی تعداد اتنی قلیل رہ جائے گی  
جو تاریخی حیثیت سے ناقابل ذکر بھی جاتی۔

### مدینہ پر حملہ

مدینہ کے مسلمانوں کی جنگی طاقت کا بہت بڑا حصہ سرحد شام  
کی مہم پر جا چکا تھا۔ اطراف و اکناف سے قبائل کی بغاوت کی  
اطلاعیں موصول ہو رہی تھیں دربار رسالت کے مامور واپس لوٹ  
رہے تھے بعض مقامات پر ان مامورین اور ایمان پر قائم رہنے والوں  
کو شہید کیا جا رہا تھا۔ بعض مامورین دفاعی قبائل کی پناہ میں بیٹھے تھے۔  
سرحد شام کی طرف لشکر کی روانگی ابتدائی چند دنوں کے لئے اس  
محاذ سے مفید اور موثر ثابت ہوئی کہ مدینہ کے مزاح کے باغی قبائل  
سوچنے لگے کہ اگر مسلمان کمزور ہوتے تو حضرت صدیق اس لشکر  
کو دور کی مہم پر بھیجنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت صدیق رضی  
نے گرد و نواح کے دفاعی قبائل کو مدینہ میں بلالیا۔ چاروں طرف  
سفا ظمی اور دفاعی چوکیاں بٹھا دیں۔ مدینہ کے مشرق میں بسنے والے  
صحرائی قبائل بنو عبس اور نو صبیان نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے  
لئے ایک لشکر جمع کر لیا۔ قریب کے ایک جھوٹے مدعی نبوت  
طلیحہ نے اپنے بھائی کو اپنے قبیلہ اسد کے کچھ آدمی دے کر ان

کی امداد کے لئے بھیجا۔ ان قبائل کا لشکر و حصول میں بٹ گیا ایک  
 حصہ نے ربذہ کی وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسرا حصہ ذوالقطنی کی طرف  
 بٹھا جو مدینے سے نجد کو جانے والے راستے پر مدینہ سے صرف ایک  
 منزل دور ہے۔ ان قبائل نے خلیفہ اسلام کی خدمت میں ایک وفد  
 بھیجا جس نے اس شرط پر صلح کی پیشکش کی کہ اگر انہیں زکوٰۃ سے  
 مستثنیٰ کر دیا جائے تو وہ اسلام کے حلقہ بگوش بنے رہیں گے۔ بعض  
 صحابہ کرام نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ انہیں زکوٰۃ معاف کر دی جائے  
 لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ اللہ کے حکم میں یک سر تو  
 تبدیلی نہیں ہوگی۔ اگر تم زکوٰۃ کے مال میں سے اُدنٹ کے ٹکے  
 کی ایک رتنی بھی اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرو گے تو میں تمہارے ساتھ  
 لڑوں گا۔ یہ جواب لے کر قبائل کا دند لوٹ گیا۔ اور ان سفیروں نے  
 اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ مدینہ کا شہر لڑنے والوں سے خالی پڑا  
 ہے جنگی مردوں کی بہت بڑی تعداد سرحد شام کی مہم پر جا چکی ہے۔  
 اس لئے شہر پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کا مال توٹنے کے لئے اس سے  
 بہتر موقع اور کوئی نہیں مل سکتا۔ ادھر ابو بکرؓ بھی غافل نہ تھے انہوں نے  
 وفد کے واپس جاتے ہی علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبداللہؓ بن مسعود  
 کو کچھ دستے دے کر باہر کی حفاظتی چوکیوں پر مامور کر دیا اور باقی مسلمان  
 کو محکمہ دے دیا کہ وہ مسلح ہو کر مسجد نبویؐ میں جمع رہیں۔ کیونکہ قبائلی  
 لشکر کسی نہ کسی وقت اچانک حملہ کر کے رہے گا۔ ابھی تین دن بھی گزرے

نہ پائے تھے کہ ذوالقحطی کی طرف سے بڑی قبائل نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ بیرونی چوکی نے مقابلہ کیا اور مسجد نبوی سے فی الفور ملک پہنچ گئی۔ باغی سپاہیوں نے مسلمانوں سے تعاقب کیا لیکن ان کے اوٹ بار برداری کے اوٹ تھے سواری کے اوٹ جیسے اسلحہ کے ساتھ جا چکے تھے اس لئے تعاقب ناکامیاب رہا۔ اوٹ دینے کی طرف بھاگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے تمام مسلمانوں کو جو ہتھیار پہن سکتے تھے حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ راتوں رات ایک فوجی جمعیت تیار کی گئی۔ علی الصبح حضرت صدیق اس فوج کو لے کر ذوالقحطی کی طرف بڑھے۔ ادھر یکایک باغیوں کے کیمپ پر جا پڑے۔ باغیوں کے پلوں اکھڑ گئے اور وہ سر بلب پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اس بے سرو سامانی کے عالم میں خلیفہ اول کو ان باغی قبائل کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل ہوئی اس نے مدد کے قبیلوں کے سردار صفوان اور زبیر رضی اللہ عنہما وفاداری کا تعین دلانے کے لئے سب سے پہلے آئے اور بنی سلتے کے ایک قبیلہ کا سردار عدی بن حاتم بھی زکوٰۃ لے کر حاضر ہو گیا۔ حضرت صدیق نے کہا کہ یہ سفیر نوید کامرانی کے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے نگہبان ہیں۔ اہل مدینہ بولے کہ آپ مسیح کہہ رہے ہیں آپ نے جن کامیابیوں کا ہمیں یقین دلایا تھا اب ظاہر ہونے لگی ہیں۔

## بنی عبس اور بنی ضبیاں کی سرکوبی

متذکرہ صدر واقعہ کے تھوڑی مدت بعد اسامہؓ کا لشکر سرحد شام سے منقطع و مفصول ہو کر واپس آ گیا حضرت صدیقؓ نے اسامہؓ کو ایک جمعیت دے کر مدینہ کی حفاظت کے لئے مامور کر دیا اور خود باقی ماند لشکر لے کر ان قبائل کی سرکوبی کے لئے مکہ جنہوں نے مدینہ پر پڑھا کی تھی۔ بنو عبس اور بنو ضبیاں کے لشکر نے ریزہ پہنچ کر اپنے ان افراد کو قتل کر دیا جو اسلام کے وفادار رہے تھے۔ حضرت صدیقؓ نے قسم کھائی کہ میں ان مسلمانوں کے قتل کا بدلہ لے کر رہوں گا حضرت صدیقؓ نے ان قبائل پر چڑھا کی اور ابرق کے مقام پر انہیں شکست فاش دی۔ قبائلی لشکر شکست کھا کر نزاعہ کے مقام پر نہوت کے جھوٹے مدعی طلحہ سے جا ملا۔ حضرت صدیقؓ نے ان کی چسپاں مضبوط کر کے بیت المال تراردے دیں۔ جواز میر و دین اسلام قبول کر لینے پر بھی انہیں واپس نہ مل سکیں ریزہ میں کچھ دن بھر رہنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ کو لوٹ آئے۔

## گیارہ عسکری مہمیں

اس کے بعد خلیفہ اسلام نے اطراف اکناف عرب کے انہی قبیلوں اور نہوت و رسالت کے جھوٹے مدعیوں کا اتصال کرنے

کے لئے کمر تہمت باندھی۔ ارتداد، بغاوت، اور جھوٹی نبوت کے فتنے جا بجا سر اٹھا رہے تھے اور حضرت صدیق اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ یہ فتنے سر زمین عرب میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی حلقہ گمش بن چکی تھی خدا کے دین کا استہزاء کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق چند دن عساکر کی ترتیب اور ساز و سامان کی درستی میں بسر کرنے کے بعد مسلمانوں کی جنگی طاقت لے کر پھر فدو اقصیٰ کی وادی میں خیمہ زن ہو گئے۔ آپ نے وہاں بیٹھ کر عرب کی ساری زمین کو سر کرنے کا جنگی نقشہ تیار کیا۔ گیارہ مہینے مختلف اطراف میں دھاوا کرنے کے لئے تیار کی گئیں۔ ہر مہم کے لئے جدا جدا افسر نامزد کر دیئے گئے اور انہیں سمجھا دیا گیا کہ ان کی بلقا کہاں سے شروع ہو کر کس جگہ جا کر ختم ہوگی۔ اس جنگ منصوبے میں عرب کا کوئی گوشہ باقی نہ چھوڑا گیا۔ افسروں کو جھٹے سے عطا کئے گئے۔ ان کے تقرر بصورت ذیل تھے۔

خالد بن ولید سرحدات شام کے لئے مقرر ہوئے، خالد بن ولید کو جھوٹے نبی طلحہ کی سرکوبی کا حکم ملا۔ دوشکر عکرمہ اور خزرجیل کی قیادت میں سیدہ کتاب کے فتنے کا مصفا یا کرنے کے لئے مقرر ہوئے۔ مہاجر کو یمن کی مہم کا قایم بنایا گیا۔ عسلا کو بحسین پر لشکر کشی کرنے کا حکم ملا۔ حذیفہ اور ارجنہ مہرہ کی طرف بھیجے گئے۔ اور عمرو بن قنصہ کے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔

تغزیری مہموں کا یقینہ ترتیب دینے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ مدینہ کو لوٹ آئے۔ مدینہ پہنچ کر آپؐ نے بارگاہِ خلافت سے قبائلِ عرب کے نام سے ایک اعلانِ عام جاری کیا اس اعلان میں ان قبائل کو بتایا گیا تھا کہ اسلام کے لشکران کے ملاقوں میں یلغار کرنے والے ہیں مگر قبائل کو چاہیئے کہ وہ ارتداد سے توبہ کر لیں اور اطاعت کی گردنیں ٹھکادیں۔ ان شرطوں پر ان کا قصور معاف کر دیا جائے گا اور انہیں از سر نو اسلام کے حلقہ میں شامل کر لیا جائیگا۔ اگر انہوں نے مکرر رہنے پر ہرار کیا تو اسلام کے لشکران سے جنگ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور ان کے مال و منال اور عیال و اولاد پر قبضہ جمالیں گے۔ توبہ اور اطاعت کے اعلان کی یہ صورت قرار دی گئی کہ جس بستی سے اسلام کے لشکر کو اذان کی آواز سنائی دے گی اُسے مسلمان سمجھا جائے اور جو لوگ اذان کی آواز سن کر اسلامی لشکر میں حاضر ہو جائیں گے انہیں بھی فداً تصور کیا جائے گا۔ جو قبیلے اس شرط کو پورا نہیں کریں گے انہیں مکرر اور باغی جان کر ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔

اس اعلان کے لئے تمام قبائل میں سفیر اور متاد بھیج دیئے گئے۔ جب مکہ کے ملک میں یہ سنادی نہ ہوئی اس وقت تک تغزیری مہموں کے عساکر حرکت میں نہ آئے۔

کے لئے کمر تہمت باندھی۔ ارتداد، بغاوت، اور جھوٹی نبوت کے فتنے جا بجا سراٹھائے تھے اور حضرت صدیق اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ یہ فتنے سرزمین عرب میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی حلقہ گروش بن چکی تھی خدا کے دین کا استہزار کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق چند دن عساکر کی ترتیب اور ساز و سامان کی درستی میں بسر کرنے کے بعد مسلمانوں کی جنگی طاقت لے کر پھر ذوالفقار کی وادی میں خیمہ زن ہو گئے۔ آپ نے وہاں بیٹھ کر عرب کی ملحدی زمین کو تھر کرنے کا جنگی نقشہ تیار کیا۔ گیارہ مہینے مختلف اطراف میں دھاوا کرنے کے لئے تیار کی گئیں۔ ہر مہم کے لئے جدا جدا افسر نامزد کر دیئے گئے اور انہیں سمجھا دیا گیا کہ ان کی بغاوت کہاں سے شروع ہو کر کس جگہ جا کر ختم ہوگی۔ اس جنگی منصوبے میں عرب کا کوئی گوشہ راق نہ چھوڑا گیا۔ افسروں کو جھڈے عطا کئے گئے۔ ان کے تقرر بصورت ذیل تھے۔

خالد بن سعید سرحدات شام کے لئے مقرر ہوئے، خالد بن ولید کو جھوٹے بن طلیحہ کی سرکردگی کا حکم ملا۔ دو لشکر عکرمہ اور خزرجیل کی قیادت میں سیدہ کتاب کے فتنے کا صفایا کرنے کے لئے مقرر ہوئے۔ مہاجر کو مین کی مہم کا قاید بنایا گیا۔ عسلا کو بحسین پر لشکر کشی کرنے کا حکم ملا۔ حذیفہ اور ارفجہ مہرہ کی طرف بھیجے گئے۔ اور عمرو بن قنصہ کے یہودیوں کی سرکردگی کے لئے مامور ہوئے۔

تغزیری مہموں کا نقشہ ترتیب دینے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ مدینہ کو لوٹ آئے۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے بارگاہِ خلافت سے قبائلی عرب کے نام سے ایک اعلانِ عام جاری کیا اس اعلان میں ان قبائل کو بتایا گیا تھا کہ اسلام کے لشکران کے علاقوں میں یلغار کرنے والے ہیں مگر قبائل کو چاہیے کہ وہ ارتداد سے توبہ کر لیں اور امانت کی گردنیں ٹھکادیں۔ ان شرطوں پر ان کا تصورِ معاف کر دیا جائے گا اور انہیں از سر نو اسلام کے حلقہ میں شامل کر لیا جائیگا۔ اگر انہوں نے مکرر رہنے پر ہمارا کیا تو اسلام کے لشکران سے جنگ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور ان کے مال و منال اور عیال و اولاد پر قبضہ جمالیں گے۔ توبہ اور اطاعت کے اعلان کی یہ صورت قرار دی گئی کہ جس بستی سے اسلام کے لشکر کو اذان کی آواز سنائی دے گی اُسے مسلمان سمجھا جائے اور جو لوگ اذان کی آواز سن کر اسلامی لشکر میں حاضر ہو جائیں گے انہیں بھی فداً و تقویٰ کیا جائے گا۔ جو قبیلے اس شرط کو پورا نہیں کریں گے انہیں مکرر اور باغی جان کر ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔

اس اعلان کے لئے تمام قبائل میں سفیر اور مناد بھیج دیئے گئے۔ جب تک سارے ملک میں یہ منادی نہ ہوئی اس وقت تک تغزیری مہموں کے عساکر حرکت میں نہ آئے۔



## طلیحہ کذاب کی سرکوبی

مدینہ کے شمال مشرق کے صحرائی خطہ میں بنی اسد بنی غطفان بنی طے کے قبائل اپنے اپنے علاقوں میں آباد تھے۔ یہ قبیلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسبِ ایم کی عظمت کے سامنے تسلیم ہو چکے تھے۔ لیکن بنو اسد میں طلیحہ نامی ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نبی اور خدا کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور قبیلہ کی اکثریت اس کی پیروی میں گئی۔ طلیحہ بنی اسرائیل کے کاہنوں کی طرح پیشگوئیاں کیا کرتا تھا۔ اور اس نے اعلان کر دیا تھا کہ خدا نے میرے ذریعے نماز کے اس طریقہ میں ترمیم کر دی ہے جو محمدؐ نے لوگوں کو سکھایا ہے۔ طلیحہ کہتا تھا کہ نماز میں رکوع اور سجود کی ضرورت نہیں۔ خدا نہیں چاہتا کہ اس کے بندے اس کے آگے گہڑے ہو کر جھکیں یا اپنی پیشانیاں زمین پر رکھیں۔ ان کے علاوہ اس کی کچھ اور تعلیمات بھی ہوں گی لیکن ان کے متعلق کوئی تاریخی روایت نظر نہیں آئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی کاذب کے ظہور کی اطلاع پا کر حضرت ضرارؓ کو بنو اسد کی طرف بھیجا کہ اس قبیلہ کے مسلمانوں کی مدد سے طلیحہ کی سرکوبی کریں۔ حضرت ضرارؓ نے طلیحہ سے جنگ کی لیکن ضرار کا ہاتھ اوجھا پڑا۔ ملو اور طلیحہ کے جسم پر لگی اور مچٹ کر رہ گئی۔ اس واقعہ کے باعث قبیلہ بنی اسد میں یہ بات

مشہور ہو گئی کہ طلحہ بہتر ملو اس اثر نہیں کرتی۔ مزار ابھی اسی قبیلہ کے مسلمانوں کے پاس بھترے ہوئے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور بنی عبدس اور بنی ضبیان نے مدینہ پر چڑھائی کر رکھی جس کا حال ہم آد پر بیان کر آئے ہیں۔ یہ قبائل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مہم سے شکست کھا کر طلحہ سے جا ملے تھے جس کا ہیڈ کوارٹر نبرا میں تھا۔ بنوٹے کے بعض قبیلے بھی طلحہ سے مل گئے۔ لیکن عدی بن حاتم کا قبیلہ سلم کا وفادار رہا۔ بنو غطفان اسلام لانے سے پہلے بنوٹے اور بنو اسد کے حلیف تھے لیکن کسی جھگڑے کی بنا پر ان سے الگ ہو چکے تھے بنو غطفان کے سردار عقیقہ نامی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اپنے قبیلہ سے کہا کہ اب ہمیں بنو اسد سے بھر رابلہ اتحاد پیدا کر لینا چاہیے۔ محمدؐ فوت ہو گئے لیکن بنو اسد کا پیغمبر طلحہ زندہ ہے۔ ہمیں اب اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ اس طرح طلحہ بھاری جمعیت کا لیڈر بن گیا۔

طلحہ کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو مقرر کیا تھا۔ خالدؓ لشکر لے کر پہلے مدینے کے شمال میں خیبر کے مقام تکس گئے۔ وہاں سے وہ مشرق کی جانب چلے۔ خالدؓ نے عدی بن حاتم کو بنوٹے کے پاس بھیجا۔ عدی نے اپنے اہل قبیلہ کو بتایا کہ خالدؓ بھاری لشکر لے کر مرتدوں اور باغیوں کی سرکوبی کے لئے آ رہے ہیں بنوٹے نے بہت ناگہانی تاکہ وہ اپنے ان غلاموں کو

جو طلحہ کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں واپس بلا لیں۔ انہیں تین دن کی مہلت دی گئی۔ اس طرح بنو طے نہ صرف خالد کے سامنے تسلیم ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنے ایک ہزار سوار بھی خالد کے ساتھ کر دیئے۔

خالد کے لشکر میں مہاجرین زیادہ تعداد میں تھے تاہم مدینہ کے انصار کا ایک لشکر بھی ثابت بن قیس کے زیر قیادت اُن کی کمان میں تھا۔ خالد کا لشکر طلحہ کی سرکوبی کے لئے بزاخہ کی طرف بڑھا۔ طلحہ کے آدمیوں نے خالد کے ہلالیہ کے دو جوان قتل کر دیئے اور اُن کی لاشیں راستے میں پھینک دیں بزاخہ کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا۔ بڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ طلحہ بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہن کر اپنے خیمہ میں تھا۔ اور یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اُسے خدا کے فرشتے کا انتظار ہے جو فتح کی نوید لائے گا۔ بنو غطفان کے سردار عیینہ نے کئی بار اُن کو پوچھا کہ آیا خدا کا کوئی پیغام نازل ہوا یا نہیں۔ طلحہ نفی میں جواب دیتا رہا۔ آخری بار اُس نے کہا۔ جب وہ یہ پیغام لایا ہے کہ ”تجھے بھی اس کی طرح چلنی کا پاٹ دیا جائے گا۔“ اور ایسا معاملہ پیش آئے گا جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔“ عیینہ یہ ابہام سن کر بہت برہم ہوا اُس نے کہا ”خدا تجھے غارت کرے بلاشبہ خدا کو علم ہے کہ تجھے ایسا معاملہ پیش آنے والا ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔“ یہ کہا کہ اُس نے اپنے قبیلہ بنو فزارہ کو جو بنو غطفان کی ایک اہم شاخ تھا آواز دی کہ سب اپنے خیموں کو لوٹ جائیں۔

اس واقعہ کے بعد طلحہ کے لشکر میں بھاگڑی گئی۔ طلحہ اپنی بیوی کو لے کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ بنو اسد نے ہمتیہ ڈال دیئے۔ طلحہ کچھ مدت بعد مسلمان ہو گیا اور اس عراق کی مہموں میں بڑی بہادری کے کارنامے سرانجام دیئے۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے طلحہ سے پوچھا کہ کیا اب بھی تمہیں اس کھانت کا دورہ پڑتا ہے جو اسلام لانے سے پہلے پڑا کرتا تھا۔ طلحہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد وہ کیفیت باقی رہی۔ بنو اسد کی شکست کے بعد بنو عامر۔ بنو سلیم اور ہوازن کے قبیلے بھی خالدؓ کے سامنے تسلیم ہو گئے۔ ان قبائل کا قصور معاف کر دیا گیا صرف ان لوگوں سے قصاص لیا گیا جنہوں نے بناوٹ کے دوران میں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ خالدؓ نے ان قبائل کے بڑے بڑے سردار..... پابز بخیر کر کے دربار خلافت میں بھیج دیئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کی اسلام دشمنی کے تمام پرائے قصور وں کو تھلا کر انہیں معافی دے دی۔

خالدؓ نے بڑا خد میں ایک ماہ قیام کیا۔ جہاں گرد و زاح کے قبائل زکوٰۃ اور اطاعت کا پیغام لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ خالدؓ نے بعض باغی قبیلوں کی سرکوبی کے لئے چھوٹی چھوٹی مہمیں بھی بھیجیں۔ جن میں ایک مہم ایسی جمعیت کے خلاف بھیجی گئی جس کی کمان ایک بہادر بڑی عورت ام مہمل کر رہی تھی۔

## سجاء کی یلغار

جنی دنوں میں خالد بن ولید اور اس کے پیروؤں سے نمٹ رہے تھے۔ عرب کے وسطی حصے میں سجاء نامی ایک عجیب غریب عورت اپنے پیروؤں کا لشکر جتار لے کر نمودار ہوئی۔ سجاء ایک عیسائی عورت تھی جو عراق عرب کے قبیلہ بنو تغلب میں پل کر جوان ہوئی۔ لیکن وہ اصل وہ ایک ایسے خاندان کی بیٹی تھی جو بنو قسیم کی ایک شاخ بنو ربیعہ میں سے نکل کر بنو تغلب کے پاس چلا گیا تھا۔ بنو قسیم کا علاقہ پیامہ (وسطی عرب) اور دیاسے فرات کے زریں حصے کے درمیان واقع تھا۔ بنو تغلب عیسائی تھے اور بنو قسیم کے بعض قبیلے عیسائی اور بعض مشرک چلے آ رہے تھے۔ لیکن بنو قسیم نے فتح مکہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میت میں اپنا ایک وفد بھیج کر دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ بنو قسیم ہی کا وفد تھا جس کے شاعروں اور خطیبوں نے دربار رسالت کے شاعروں اور خطیبوں سے مفاخرہ کیا تھا۔ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد بنو قسیم میں بھی ارتداد کی لہر اٹھی۔ اور بنو تغلب کے عیسائی سجاء نے اس جمعیہ قبیلہ کی سرکردگی میں لشکر لے کر زمیں عرب میں گھس گئے تاکہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عرب کے قبائل کا بچہ زیر اثر لے سکیں۔ سجاء کا ارادہ مدینہ تک یلغار کر کے لے سکا تھا۔ بنو قسیم کے علاقے میں پہنچ کر سجاء نے سب سے پہلے اپنے آبائی قبیلہ بنو ربیعہ کے لوگوں کو خطاب کیا اور ان سے

کہا کہ اگر تم میری مدد کر دے تو میں کامیاب ہو کر تمہیں سارے عرب کا سردار بنا دوں گی۔ بنو ربیعہ اپنے سردار مالک بن نزیہ کی قیادت میں سباع کی امداد پر کمر بستہ ہو گئے لیکن بنو تمیم کے دوسرے قبیلوں نے سباع کی اطاعت قبول نہ کی۔ سباع کے لشکر ادمان کے قبائل کے درمیان جنگیں بھی برپا کر رہے تھے۔ آخر طرفین نے ایک دوسرے کے قیدی واپس کر کے آپس میں صلح کر لی۔

اب سباع کا لشکر یامہ کی طرف بڑھا۔ جہاں نبوت و رسالت کا ایک اور مدعی مسیلہ اپنے قبیلہ بنو حنیفہ کا لیڈر بنا بیٹھا تھا۔ مسیلہ کی سرزنش کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے جو افسر مقرر کئے تھے وہ سحجر کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ ان کے پیچھے خالدؓ کی فوجیں بنو اسد اور بنو غطفان کو زیر کر کے آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہی تھیں۔ اس لئے مسیلہ نے سباع کا مقابلہ کرنے کے بجائے اُسے صلح کا پیغام بھیجا۔ سباع متینہ مسیلہ کا آب سے بات چیت کرنے کے لئے اس کے خیمے میں گئی۔ معمولی گفت و شنید کے بعد دونوں آپس میں نکاح کرنے پر رضامند ہو گئے۔ سباع تین دن متواتر مسیلہ کے خیمہ میں رہی اور چوتھے دن اپنے قبیلہ کے لشکر میں واپس لوٹی تو اس نے بتایا کہ میں مسیلہ کے ساتھ نکاح کر آئی ہوں اور معاملہ یوں طے ہوا ہے کہ بنو حنیفہ یامہ کی پیداوار کا جو نصف قریش ملے گا وہ بھیجا کرتے تھے وہ آئندہ ہمیں دیا کریں گے۔ سباع نے اپنے کچھ آدمی مسیلہ سے خراج وصول کرنے کے لئے پیچھے چھوڑے۔

اور خود اپن لشکر لے کر جس راہ سے آئی تھی اُسی راہ سے واپس چلی گئی۔ روایت ہے کہ مسلمانوں نے جب عراق کی سرزمین فتح کی اور بنو تغلب نے عیسائیت چھوڑ کر دین اسلام اختیار کر لیا تو سب سے پہلے مسلمان ہو گئی۔

## مالک بن نویرہ کا قتل

خالد بن ابی بزنہ ہی میں تھے جب بنو تمیم کے آسمان پر سب سے زیادہ شبہات قب کے طرح چمکی اور جلد ہی غائب ہو گئی۔ بنو تمیم کے بعض قبیلوں نے خالد بن ابی بزنہ کے پاس حاضر ہو کر اطاعت کا یقین دلانا شروع کر دیا۔ لیکن بنو بزنہ کا سردار مالک بن نویرہ جو سب سے زیادہ اہم اور گھمبیر کے اپنے دامن وفاداری کو دھندلایا کر چکا تھا۔ مختصر میں پڑ گیا کہ کیا کرے۔ خالد بن ابی بزنہ کی طرف سے صرف طلحہ اور اس کے حامی قبائل کی سرکوبی کے لئے امیر ہوئے تھے لیکن اب ان کا دائرہ عمل بنو تمیم کے قبائل تک وسیع ہو رہا تھا۔ اس لئے خالد بن ابی بزنہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بنو تمیم کے متذنب اور باغی قبیلوں کو بھی درست کر کے رہیں گے۔ حضرت خالد بن ابی بزنہ کے لشکر میں مدینہ کے انصار کا جو جیش تھا اس کے افسروں کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ کے حکم کے بغیر انہیں بنو تمیم پر چڑھائی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن خالد بن ابی بزنہ نے کہا کہ میں لشکر کا امیر ہوں۔ جہاں خلیفہ کی صریح ہدایات موجود نہ ہوں وہاں

مجھے اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں مہاجرین کو ساتھ لے کر بنو تمیم کے مرتد اور باغی قبائل پر چڑھائی کروں گا انصار میرے ساتھ آتے ہیں تو خوشی سے آئیں ورنہ میں انہیں مجبور نہیں کرتا۔ اس پر انصار بھی اس مہم پر آگے بڑھنے کے لئے رضامند ہو گئے خالد بن ولید نے بنو تمیم کے علاقے پر چڑھائی کر دی اسلامی فوج کے دستے ہر طرف یلغاریں کر لے گئے۔ جن بستیوں سے اذان کی آواز سنائی دیتی تھی انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا لیکن جہاں سے اطاعت کا اظہار نہیں ہوتا تھا ان پر حملہ کر کے ان کے افراد کو قید کر لیا جاتا۔ جو لوگ مزاحمت کرتے تھے۔ ان کا سفایا تلوار سے کر دیا جاتا تھا یہ حال دیکھ کر بنو یربوعہ کے رئیس مالک بن زبیر نے اپنے قبیلے کے لشکر کو منتشر کر دیا۔ اسلامی فوج کے دستے جب ان کے ڈیروں میں پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا بکڑ۔ دھکڑ شروع ہوئی تو مالک بن زبیر کو بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ خالد بن ولید کے سامنے لا کر پیش کیا گیا۔ جن لوگوں نے مالک بن زبیر کو گرفتار کیا تھا ان کی رپورٹیں مختلف تھیں بعض کہتے تھے کہ ان اسیران جنگ نے اسلامی فوج کے دستوں کی مزاحمت کی تھی۔ بعض کا بیان جن میں مدینہ کے ایک انصاری قتادہ نامی پیش پیش تھے یہ تھا کہ انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اذان کی آواز سن کر حاضر ہو گئے تھے۔ خالد بن ولید نے حکم دیا کہ ان کا معاملہ صبح پیش کیا جائے اور انہیں



رات بھر پہرے میں رکھا جائے۔ اگر رپورٹوں میں اختلاف نہ ہوتا تو خالدؓ انہیں مرتد قرار دے کر اسی وقت قتل کر دیتے۔

مذرا بن شب میں ایک واقعہ پیش آیا۔ رات سرد تھی۔ خالدؓ نے پہرے داروں کے کمان انفرضارؓ کو حکم دیا کہ "قیدیوں کو کھیل اڑھا دو"۔ اس حکم میں عربی زبان کا جو محاورہ استعمال کیا گیا اس سے یہ معنی بھی نکلتے تھے کہ "انہیں ٹھکانے لگا دو"۔ مضار سمجھے کہ قتل کا حکم ہے۔ انہوں نے جاتے ہی قیدیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خالدؓ شور و ہنگامہ کی آوازیں سن کر خیمے سے باہر نکلے اور موقع پر گئے وہاں کام تمام ہو چکا تھا۔ خالدؓ نے کہا "خدا نے جو قصد یہ مقرر کر دی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے"۔ مدینہ کے انصار کو جو اس لشکر میں تھے مالک بن نویرہ کے اس انجام کا رنج ہوا۔ قتادہ نے خالدؓ پر الزام لگایا کہ آپ نے ایک مسلمان کی جان بوجھ کر قتل کر دیا ہے۔ اس قتل کی ساری ذمہ داری آپ کی گردن پر ہے۔ قتادہ اس حادثے پر اتنے ناراض ہوئے کہ انہوں نے خالدؓ کے زیر کمان نہ رہنے کی قسم کھالی اور مالک بن نویرہ کے بھائی سہتم کو لے کر مدینہ چلے گئے تاکہ خلیفہ کے سامنے مقدمہ پیش کریں۔ خالدؓ نے اس واقعہ کے اگلے دن مالک بن نویرہ کی بیوی لیلیٰ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ ایک مرتد کی بیوہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعات سننے تو ان کے دل میں

خالدؓ کے متعلق کئی قسم کے شبہات پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ خالدؓ نے ایک مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرایا ہے اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ جمالیہ ہے اس لئے ایسے شخص کی تلوار کو جو خونِ ناحق سے رنگین ہو چکی ہے نیام میں کر دینا چاہیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ ”جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے میں اللہ کی اس تلوار کو جو کفار کا سر قلم کرنے کے لئے برہنہ ہو چکی ہے کس طرح نیام میں رکھنے کا حکم دے دوں؟ یہاں یہ بات یاد کرنے کے قابل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو ان کی عدیم النظیر شجاعت کے باعث ”سیدنا اللہ“ کا لقب عطا کر رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا اشارہ اسی طرف تھا۔

خلیفہ نے جواب طلب کرنے کے لئے خالدؓ کو دینے بلایا۔ خالدؓ میدانِ جنگ سے اسی لباس میں جو اس وقت اُن کے بدن پر تھا۔ دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ یہاں کی بگڑی میں تیرٹکے جوڑے تھے۔ خلیفہؓ اسلام کی طرف جلتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے تو عمرؓ منبسط نہ کئے۔ بگڑی سے تیر کھینچ کر اُن کے کندھے پر مارا اور بولے ”ریاکار۔ قاتل اور زانی“ خالدؓ غاموشی سے گزر گئے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ استغفار پر حقیقتِ حال بیان کی حضرت ابو بکرؓ نے خالدؓ کو برقا اللہ مت ارادیا عرفِ اہلِ اکابر کہ میدانِ جنگ میں نکاح کرنا شرعاً عرب کا دستور نہیں۔

خالد واپس آتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرتے تو ہانگی سے  
مٹکرا کر کہنے لگے کہ خلیفہ نے مجھے بے گناہ سزا دیا ہے۔

منتہم نے جو اس مقدمہ میں مدعی تھا عرض پیش کی کہ کیسے جلال کا  
خون بہا دلا دیا جائے اور بنو یزید کو عدل کے قیدی رہا کر دیئے جائیں حضرت  
ابوبکرؓ نے فیصلہ دیا کہ خون بہا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ  
قیدی چھوڑے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اس بات کا شبہ  
تو اسلام کا بدترین دشمن بھی نہیں کر سکتا کُناہوں نے اس مقدمہ میں خالدؓ  
کی بیجا پادساری کی اور انصاف کا خون کر دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ خالدؓ  
کی خالص سپاہیانہ عادات کو خطرے کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لہذا  
انہوں نے حضرت صدیقؓ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ خالدؓ ایسے  
لاابالی طبیعت رکھنے والے شخص کو کمان نہیں دینی چاہیے۔ لیکن صدیقؓ  
نے حضرت عمرؓ کو حکمت کی اور کہا کہ خالدؓ کے بارے میں اپنی زبان  
نکھولو۔ اس نے ایک حکم دیا جس کے معنی دُوروں نے اور سمجھ لئے۔

لے مالک بن نویر کے قتل کا جرم اسلام کی ابتدائی تاریخ کے ان چند بچیدہ  
واقعات میں سے ایک جو حسن کے متعلق اختلاف رائے کی گواہی بخشیں اب تک  
جاری ہیں۔ مالک بن نویر خود بھی شاعر تھا اور نثر و نظم کے روم میں بہت  
ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس کا بھائی متمم بھی شاعر تھا جس نے مالک کے قتل  
پر پُر درد و رنجیے لکھے۔ عربی زبان کے ادب میں ان مرثیوں کی موجودگی اس واقعہ  
(بقیہ ص ۳۲۱ پر)

## جنگ یمامہ سیلہ کذاب کا استیصال

بنو تمیم کے خطہ کے جنوب کا علاقہ یمہ کہلاتا ہے جس میں بکر بن اہل کا قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلہ کی ایک ہم اور طاقتور شاخ بنو حنیفہ کہلاتی تھی۔ بنو بکر اور بنو حنیفہ اسلام لانے سے پہلے نیم مشرک اور نیم سنی تھے۔ دونوں بھیج کر انہوں نے بھی اسلام کی طاعت قبول کی لیکن پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد دوسرے عرب قبائل کی طرح یہ بھی مرتداد رہا بنی ہو گئے۔ بنو حنیفہ میں ارتداد کی تحریک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ ان کا وجود و فدا اسلام قبول کرنے کے لئے مدینہ گیا تھا ان میں سیلہ نامی ایک شخص بھی تھا سیلہ ایک پست تہ اور کریمہ المنظر شخص تھا لیکن بہت عیار واقع ہوا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجال نامی ایک شخص کو جو ستر آن پڑھ چکا تھا اور اسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰) کی یاد کو زندہ رکھنے کا موجب بن گئی اور بنو عباس کے عہد خلافت کے مرتدوں نے اس واقعہ کو بہت ننگ آمیزوں کے ساتھ لکھا کیونکہ خالد بن ولید کے بیٹے بنو امیہ کے زبردست حامی تھے۔ اس وجہ سے وہ خالد بن ولید کی ذات کے بغض کا اظہار کرتے بغیر نہ ہو سکے۔ خالد بن ولید کے اس فعل کے متعلق خلیفہ اسلام حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ ان تمام الزامات کو لغو قرار دینے کے لئے کافی ہے جو اس سلسلہ میں ان پر لگائے جاتے ہیں۔ مرقف

قبیلہ کافرو تھا بنو حنیفہ کو دین اسلام کی تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا لیکن  
 مسیلہ نے مدینہ سے واپس آکر لوگوں سے کہا کہ خدا کے رسولؐ نے  
 ملاقات کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ مسیلہ میری پیغمبری کا حصہ وار  
 بنے گا۔ مسیلہ نے اپنے دعوائے نبوت کی بنیاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اس ارشاد پر رکھی جس کا صحیح مطلب یہ تھا کہ مسیلہ نبوت کا جھوٹا  
 مدعی بنے گا۔ اس نے کہا کہ اب مجھ پر بھی خدا کا فرشتہ نازل ہوتا ہے۔  
 اس نے قرآن کے متبع میں کچھ عبارتیں بھی گڑھ لیں جنہیں وہ خدا کا کلام  
 قرار دیتا تھا۔ اس نے لوگوں کو نئی طرز کی نمازیں بھی سکھائیں۔  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیلہ کی ان حرکات کی اطلاع پہنچی تو  
 آپ نے اسے ایسی حرکتوں سے باز رہنے کا پیغام بھیجا لیکن مسیلہ نے  
 جواب بھیجا کہ آپ مجھے پیغمبری کے منصب میں خسر یک کر لیں اور زمین  
 بانٹ لیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلہ کے فائدوں  
 کو اپنے سامنے سے اٹھوا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ  
 کے بعد جلد ہی فوت ہو گئے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل  
 میں ارتداد کی جو عام لہر اٹھی تھی اس نے مسیلہ کتاب کی جمعیت بہت  
 بڑھا دی۔ مسیلہ نے رجال کو بھی بنو حنیفہ کو اسلام کی تعلیم دینے کے  
 لئے مقرر کیا ہوا تھا اپنے ساتھ ملا لیا۔ بنو حنیفہ اور بکر بن وائل کے دوسرے  
 قبیلے اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے اور سیلہ جلد ہی چالیس ہزار  
 نفوس کے لشکرِ جرار کا مالک بن بیٹھا۔

عراق عرب کی متنیہ سماع اور سیلہ کے عاشقہ کی کہانی ہم آؤ پر بیان کرتے ہیں سیلہ نے یہ دیکھ کر مسلمانوں کی فوجیں اس کی سرکوبی کے لئے نزدیک آ رہی ہیں سماع سے صلح کر لی۔

سیلہ کذاب کی سرکوبی کے لئے عکرمہ اور ثمر جیل غ مقرر ہوئے تھے۔ عکرمہ جو بن شہامت میں ثمر جیل سے آگے نکل گئے سیلہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ عکرمہ نے شکست کھائی۔ حضرت ابو بکر صدیق کو اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ سخت ناراض ہوئے انہوں نے عکرمہ کو کہ جب تک تم اپنی اس شکست کی تلافی نہ کر لو مجھے اپنا منہ نہ دکھانا۔ تم اپنے ڈرثرن کو لے کر اس لشکر سے جا ملو جو عربستان کے مشرقی اضلاع میں بلغار کر رہا ہے۔ اس لشکر کے ساتھ جنوبی اضلاع کی طرف جاؤ۔ ثمر جیل کو یہ ہدایت بھیجی گئی کہ وہ خالد بن ولید کا انتظار کریں۔ اور جب خالد کا کام پہنچ جائے تو ان کے زیر قیادت سیلہ سے لڑیں خالد بن ولید اس وقت مالک بن نویرہ کے قتل کے سلسلہ میں جواب ہی کے لئے مدینے گئے ہوتے تھے۔ انہیں سیلہ کے مقابلے میں پیام پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا گیا اور خلیفہ نے مزید کمک بھیجنے کا وعدہ بھی کیا۔ خالد بن ولید مدینہ سے اپنے کیمپ میں آ گئے جو اس وقت بنو تمیم کے علاقہ میں بیتاء کے مقام پر تھا۔ یہاں پہنچ کر خالد نے کمک کا انتظار کیا اور جب یہ کمک پہنچ گئی تو خالد نے پیام پر چڑھائی کر دی۔

سیلہ کی جمعیت جو چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی اس وقت عقرہ کے مقام پر ڈیرے ڈالے پڑی تھی خالد بن ولید کی طرف بڑھے

ابھی ان کا لشکر عقربہ سے ایک منزل کی مسافت تک پہنچا تھا کہ انہیں سواروں کی ایک جمعیت کو صبح کرتی ہوئی نظر آئی۔ خالدؓ نے اس جمعیت پر حملہ کر کے ان سب کو گرفتار کر لیا یہ بنو حنیفہ کے لوگ تھے جو کسی قبیلہ کے خلاف یلغار کر کے عقربہ کی طرف واپس لوٹ رہے تھے ان میں بنو حنیفہ کا سردار فجامہ بھی تھا۔ خالدؓ نے فجامہ کو تو قید کر لیا تاکہ جنگ کے دوران میں ان سے کوئی فائدہ اٹھایا جاسکے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

اگلے دن خالدؓ کا لشکر سیلمہ کے لشکر سے مستقام ہوا۔ دس ہزار کے لشکر کو چالیس ہزار کی جمعیت سے مقابلہ آن پڑا تھا۔ بڑے گھمن کی جنگ ہونے لگی۔ خالدؓ نے مکہ منہ اور ہر دوی قبائل کے لشکروں کو الگ الگ کر دیا اور وہ سب شجاعت و مردانگی میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے لئے پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ لڑنے لگے۔ ابوہریرہؓ اور اس کا بیٹا بنو حنیفہ کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ اگر مسلمانوں غالب آگئے تو وہ ہمیں قتل کر دیں گے تمہاری عورتوں پر تمہاری بچوں پر اور تمہاری املاک پر قبضہ جمالیں گے جنگ کا پلہ کبھی اس طرف بھاری نظر آتا تھا کبھی اس طرف جھکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ جنوب کی تیز اور تند آندھی مسلمانوں کی آنکھوں میں ریت جھونک رہی تھی لیکن اس کے باوجود مسلمان پھرے ہوئے شیروں کی طرح بنو حنیفہ کے لشکر پر حملے کر رہے تھے۔ اور آگے

بڑھ کر شہادت کے جام نوش کرتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے  
 بھائی زینؓ نے اہل مکہ کے لشکر سے کہا کہ: لو! میں چلاؤں یہ کہہ کر وہ  
 اپنے ساتھیوں کو ساتھ لئے بغیر بہت آگے بڑھ گئے اور مرتدین کو  
 قتل کرتے ہوئے خود شہید ہو گئے۔ مکہ والوں کا لشکر اپنے قاید کی  
 یہ جرات دیکھ کر بے جگری کے ساتھ مرتدین پر ٹوٹ پڑا۔ ان کے  
 پیچھے اہل مدینہ کے قاید ثابت بن قیس نے انصار کو لٹکایا اور کہا  
 کہ تمہارے ہاتھ سست پڑ رہے ہیں۔ میں خدا کے سامنے اپنا حساب  
 بے باق کرنے کے لئے آگے جا رہا ہوں۔ تم جو جی چاہے کرو۔ یہ کہہ کر  
 ثابت بن قیس بھی زینؓ کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے اور بہتوں کو  
 جہنم رسید کر کے شہید ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر انصار نے "یا محمد اے  
 کا نعرہ مارا اور ایک ہی پلہ میں اپنے سامنے سے دشمن کا صفایا کر لیا۔  
 ابو حذیفہؓ علمؓ میں لئے آگے بڑھے اور مسلمانوں سے لٹکار کر  
 کہنے لگے "قرآن کی خاطر جانیں لٹا دو" ابو حذیفہؓ شہید ہوئے تو  
 علمؓ کو ان کے آزاد شدہ غلام سالم نے سنبھالا۔ اتنے میں مسلمانوں  
 کا ایک بڑا دست لڑا آیا جو مرتدین کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر  
 لے گیا۔ جھوٹے نبی کے پیرو بھی بڑی بہادری کے ساتھ جانیں لٹا  
 رہے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جنگ کا پانا پلٹا جا رہا ہے  
 تو بنو حنیفہ کے سردار محکمؓ نے اپنے آدمیوں کو پکار کر کہا "بغ میں گھس  
 جاؤ اور پھانک بند کر لو" محکمؓ اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں سے



رہا اور بنو حنیفہ کا باقی لشکر پسپا ہو کر باغ میں محصور ہونے لگا جس کے گرد اگر فصیل بنی ہوئی تھی۔ مسلمان محکم کے دستے کا صفایا کے باغ تک پہنچے تو پھانک بند ہو چکا تھا براہ نے کہا کہ مجھے فصیل پر چڑھا دو۔ براہ نے فصیل پر چڑھ کر باغ کے اندر نگاہ دوڑائی تو سارا باغ انسانوں کی بھیڑ سے بھرا ہوا نظر آیا۔ براہ فصیل پر سے کود پڑے اور لڑتے بھڑتے دروازے تک جا پہنچے۔ انہوں نے پھانک کھول دیئے اور مسلمان لشکر کے لرے لگاتے ہوئے باغ میں داخل ہونے لگے۔ اس تنگ جگہ میں جہاں جا بجا درختوں کی رکاوٹیں بھی تھیں پھر تلوار چلنے لگی۔ تاکہ مرتدین کا سارا نبوہ جو باغ میں جمے ہو رہا تھا قتل کر دیا گیا عقربہ اور روضۃ الموت (بعد میں وہ باغ اس نام سے مشہور ہو گیا) کی لڑائیوں میں اتنا کشت و خون ہوا جس کی نظیر عرب کی لڑائیوں کی تاریخ میں پہلے کہیں نہیں ملتی۔ بنو حنیفہ کے مرتدین ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے جو بھاگ گئے تھے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جہاں انہیں پایا۔ موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جنگ میں تین سو ساٹھ مہاجرین۔ تین سو انصار اور پانچ سو کے قریب بدوی قبائل کے مسلمان شہید ہوئے جن میں صحابہ کرام کی کافی تعداد تھی۔

مسئلہ کذاب روضۃ الموت کے محرک میں اسی وحشی نامی غلام کے ہاتھوں جو اب مسلمان ہو چکا تھا کیفر کردار کو پہنچا جس نے جنگِ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ خالد بن ولیدؓ کے خاتمہ پر

فجاءہ کو ساتھ لے کر باغ میں داخل ہوئے مقتولین اور شہداء کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ خالدؓ نے ایک تنومند اور وجیہ صورت شخص کی لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا سردار تھا؟ فجاءہ نے کہا "نہیں! یہ اس سے شریف تر اور معزز تر شخص کی لاش ہے۔ یہ عکرم تھا۔" فجاءہ نے آگے بڑھ کر ایک سپت قد شخص کی لاش دکھاتے ہوئے کہا کہ "یہ ہے سیلہ جس کو آپ تلاش کر رہے ہیں۔ آپ نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ اسی کا ستی تھا، خالدؓ بولے "ہاں تم نے ٹھیک کہا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہو کہ تمہارے ساتھ جو کچھ گزری وہ اسی مرد کے کرتوت کا نتیجہ تھا۔"

### بنو حنیفہ کے لئے معفو عام

بنو حنیفہ کے بچے کچھ لوگ اپنے قلعوں میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔ خالدؓ کے عسکری دھاوے مار مار کر انہیں گرفتار کر کے لائے تھے لیکن فجاءہ نے جو قبیلہ کا سردار تھا اور شروع میں خالدؓ کے ہاتھ لگ کر جنگل قیدی بن چکا تھا۔ خالدؓ سے اپنے قبیلہ کے لئے اس شرط پر معافی کا پروانہ حاصل کر لیا۔ کہ وہ دین اسلام کی اطاعت قبول کر لیں گے بنو حنیفہ کو اس شرط پر عام معافی دے دی گئی صرف ان کے چند چیدہ چیدہ اشخاص قیدی بنا لئے گئے۔ اور خالدؓ نے بنو حنیفہ کا ایک وفد اطہار اطاعت اور تجدید اسلام کے لئے خلیفہ کی خدمت

میں بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کی زبان سے سیلمہ کذاب کا بناوٹی کلام سنا اور بڑے تعجب سے فرمایا کہ ”کیا تم اس بے معنی سی عبارت پر گمراہ ہو گئے جس میں نہ نیکی کی تعلیم ہے نہ بدی کی تحریک ہے؟“ اہل وفد نے سیلمہ پر لعنت بھیجی اور اپنے قبیلہ کے قصور کا اعتراف کر کے تائب ہو گئے۔

## دو ضمنی واقعات

اس جنگ کے سلسلے میں دو واقعات کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے جن سے اُس دور کے مسلمانوں کی اُفتاد و طبیعت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بھائی زیدؓ اس لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ اس جنگ سے واپس لوٹے اور چچا کو ساتھ نہ لائے تو عمرؓ نے کہا ”تم کیوں زندہ رہے تمہیں ان سے پہلے شہید ہو جانا چاہیے تھا“ عبداللہؓ نے جواب دیا ”باہا! اُنہوں نے شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کی تمنا کی۔ خدا نے اُن کی تمنا کو شرف قبولیت بخشا۔ میں نے یہی تمنا کی لیکن میری دعا میں مقبول نہ ہوئی۔“

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ خالدؓ نے اس جنگ کے اختتام پر بنو حنیفہ کو عفو عام دیا تو رئیس قبیلہ فجاہ سے درخواست کر کے اس کی بیٹی سے نکاح رچا لیا۔ فجاہ نے ہر چند سمجھایا کہ آپ کو جلد بازی

سے کام نہیں لینا چاہیے۔ لیکن خالدؓ نے زمانے کا نکاح ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کی اطلاع پہنچی تو خلیفہؓ نے خالدؓ کو خط لکھ کر اس جلد بازی پر ملامت کی۔ صدیقؓ نے لکھا: "اے ابو خالد! کسے پتہ! مجھے اپنی جان کی قسم! تم بھی عجیب آدمی ہو۔ زمین ابھی بارہ برس مسلمانوں کے خون سے رنگین تھی کہ تم جس کی پستلی سے بیاہ رہا ہے بیٹھ گئے۔" خالدؓ نے خلیفہؓ کے اس بزرگازہ خطاب کو پڑھا اور اتنا کہہ کر کاغذ جیب میں ڈال لیا کہ "یہ کام اس بات کا تھوڑا سا حصہ ہے۔" خالدؓ کی مراد حضرت عمرؓ سے تھی۔

## بحرین کی تسخیر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بحرین کی تسخیر کے لئے عمار کو مقرر کیا تھا۔ بحرین اور حبشہ علاقہ خلیج فارس کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ خلیج عمان تک جاتا ہے۔ اس میں بنو بکر آباد تھے۔ بنو بکر نے جن کا سر اُمنذر تھا عیسائ مذہب چھوڑ کر اسلام کی اطاعت قبول کر لی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُلی نامی ایک صحابی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اور جرود نامی ایک صحابی کو انہیں دین اسلام کی تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل عرب میں ارتداد اور بغاوت کی جو عام وبا پھیلی اس سے بنو بکر بھی متاثر ہوئے۔ علاوہ انہیں چھوڑ کر مدینہ کو واپس جانے

پر مجبور ہو گئے لیکن جردا ایک قبیلہ میں جو اسلام پر قائم رہا وہیں مقیم رہے حضرت صدیق نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجے تو علاء کو اس لشکر کی کمان سونپی گئی جو بحرین اور حجاز کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا تھا۔

خالد بن ولید اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کی سرکوبی کر چکے تھے کہ علاء اپنی فوج لے کر وسطی عرب کو عبور کرتے ہوئے حجاز اور بحرین کی طرف بڑھے۔ راستے میں بنو تمیم اور بنو حنیفہ کے قبائل نے جنہیں خالد سر کر کے از سر نو اسلام کا حلقہ بگوش بنا چکے تھے علاء کی امداد کے لئے اپنے دستے بھیجے۔ علاء کا لشکر وہنہ کے صحرائے میں سے گزر رہا تھا۔ دن بھر کے سفر میں انہیں پانی کا کوئی چشمہ دکھائی نہ دیا لشکر رات بھول گیا تھا۔ رات بڑے اضطراب میں گزری صحرا کا سفر بھی درپیش تھا۔ سب کو یہ فکر لاحق ہونے لگی کہ اگلے دن کی تابش آفتاب پانی نہ ملنے کے باعث انہیں صحرا کی گرد میں موت کی نیند سلائے گی۔ لیکن جونہی آفتاب نکلا انہیں دور سے پانی دکھائی دیا۔ لشکر آگے بڑھا تو ایک چھوٹی سی جھیل مل گئی۔ اونٹنوں اور انسانوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور آگے چل دیئے کہتے ہیں صحرائے وہنہ میں نہ اس سے پہلے کسی جھیل یا چشمہ کی موجودگی کا سراغ معلوم تھا نہ اس کے بعد کبھی نظر آیا۔ اس حسن اتفاق نے اسلامی لشکر کی جان بچا دی۔

ادھر بحرین کے باغی قبائل نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے

ایک بھاری لشکر جمع کر لیا تھا۔ قبیلہ کے سردار ہوم نے نہ صرف تمام عرب قبائل کو جو اس علاقہ میں آباد تھے متحد کر لیا بلکہ ان ایرانی نژاد اور ہندی نژاد قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جو خلیج فارس کی ساحلی بستیوں میں آباد تھے۔ ان سب نے حیرہ کے شاہی خاندان کے ایک شہزادے کو اپنا ہلاشاہ بنالیا تھا۔ صرف ایک قبیلہ جس میں حضرت جبرود مقیم تھے اسلام کا دفا دار رہا۔ باغیوں نے اس قبیلہ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اور وہ فاقوں کے مارے بہت تباہ حال ہو رہے تھے کہ علاء کے لشکر نے بروقت پہنچ کر انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور وہ اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔

علاء نے دیکھا کہ دشمن کی جمعیت بہت زیادہ ہے۔ لہذا انہوں نے اپنے کیمپ کے سامنے خندق کھود لی۔ ایک مہینہ دونوں فریق آہستہ آہستہ ملنے پڑی رہیں فریقین کے بہادروں کے درمیان مبارزاتیں ہوتی رہیں کبھی کبھی جھڑپیں بھی رونما ہو جاتیں آخر ایک رات علاء کو اطلاع ملی کہ دشمن کے لشکر میں شہزادے کی بے بسی ہو چکی ہے اور لڑائی کی جانب سے بے فکر بیٹھے ہیں۔ علاء نے اُن پر حملہ کر دیا اور اپنے لشکر کے بازوؤں کو پھیلا کر اُن پر چاروں طرف سے تہ بول دیا۔ باغی سرکسہ ہو کر بھاگے۔ ہونم مارا گیا۔ اور حیرہ کا شہزادہ گرفتار کر لیا گیا۔ باغی ساحل کی طرف بھاگے اور کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرہ وارین میں پناہ گزیں ہوئے جہاں نسطوری عیسائیوں کا ایک اہم خانہ

تھا۔ مسلمان تعاقب کرتے ہوئے ساحل پر پہنچے۔ ان کے پاس کشتیاں نہ تھیں وہ سمندر میں کود پڑے اور آبنائے کو عبور کر کے جزیرہ میں پہنچ گئے۔ انہیں آبنائے میں کسی جگہ بھی گہرے پانی سے سابقہ نہ پڑا۔ جزیرہ میں پہنچ کر مسلمانوں نے تمام باغیوں کو قتل کر دیا۔ فطوری راہبوں نے اسلامی فوج کے اہل طرح آبنائے کو عبور کرنے کو حضرت موسیٰؑ کے اس معجزہ کی مانند قرار دیا جب وہ بنی اسرائیل کو لے کر بحیرہ قلزم کی ایک کھاڑی میں سے گزر رہے تھے۔ اور کھاڑی کا پانی بنی اسرائیل کے لئے خشک ہو گیا تھا۔ ان میں سے کئی راہبوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا۔

اب بحرن اور حجر کے بچے کچھ باغیوں اور رہنروں کو زیر کرنے کی مہم شروع ہوئی۔ اس مہم میں بنو بکر کے ایک سردار قبیلہ مشقی نامی نے اپنے آپ کو بہت ممتاز کیا۔ مشقی باغیوں کی سرکوبی کرتا ہوا دریائے فرات کے دہانہ کی سرزمین تک پہنچ گیا۔ اور اس نے ڈیلٹا کی سرزمین میں بسنے والے قبائل کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر اسلام کی سلطنت کے لئے ایک نیا مرکز قائم کر دیا۔ یہی مشقی آگے چل کر اسلام کا ایک بہت بڑا جرنیل ثابت ہوا جس نے عراق عرب کی تسخیر میں شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کا حال اپنے مرنے پر بیان کیا جائے گا۔

## ۲۲۳ عمان کی تسخیر

عمان کی تسخیر کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حذیفہؓ اور ارفجہؓ کو مقرر کیا تھا۔ عمان کا سردار جعفر رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسلام قبول کر چکا تھا اور حضرت عمرو بن العاصؓ عمان میں دربار رسالت کے سفیر مقرر ہوئے تھے۔ عمان والوں نے دربار رسالت سے یہ رعایت بھی حاصل کر لی تھی کہ ان کے ہاں کی زکوٰۃ کے محاصل تمام کے تمام عمان ہی کے غریبوں اور سکیںوں پر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ لیکن رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمان کے لوگ بھی باغی ہو گئے۔ لقیث نامی ایک شخص نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ عمانی اس کے بھندے تلے جمع ہونے لگے۔ جعفر کو پہاڑوں میں پناہ لینا پڑی اور عمرو بن العاصؓ مدینے کو لوٹ گئے۔ حذیفہؓ اور ارفجہؓ مسلمانوں کا لشکر لے کر عمان میں پہنچے۔ جہاں ان کی کمک کے لئے عکرمہ بن ابوجہل بھی آگئے جنہیں سیدہ کتاب کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد خلیفہ نے مشرق اور جنوب کی مہموں میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ جعفر بھی پہاڑوں سے اتر کر اسلامی لشکر کے ساتھ آنے لے اور مسلمانوں نے سو مار کے صنلع پر قبضہ جمایا۔ دابع کے مقام پر مسلمان اور باغیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ باغی جان توڑ کر لڑے۔ ان کا پتہ بھاری نظر آ رہا تھا کہ بحرین سے عبدالقیس اور دوسرے قبائل کی جو علاقہ کی مہتم کے ساتھ



زیر ہو چکے تھے ملک پہنچ گئی۔ باغیوں کو شکست ہوئی۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ ان کی عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ وایع کی تجارتی منڈی سے جو ہندوستان کے تجارتی مال سے بھری ہوئی تھی مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ارنجہ پانچوال جھٹلے کو مدینہ چلے گئے اور حذیفہ ملک میں امن رکھنے کے لئے وہیں رہے۔

## ماجرہ کی تسخیر

عکرمہ ابن ابوجہل لشکر لے کر ماجرہ کے علاقے کی طرف بڑھے۔ جو عمان سے جنوب مغرب کی جانب واقع ہے۔ ماجرہ میں دوسرا آپس میں برسرِ لفاق تھے۔ ان میں سے ایک نے عکرمہ کے پاس جا کر دین اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی مسلمانوں کو مال غنیمت میں دو ہزار باختری اونٹ جو دو کو ان رکھتے تھے ملے۔ ان کے علاوہ بار برداری کے دوسرے جانور اور اسلحہ بھی ہاتھ آئے۔ عکرمہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد خلیفہ کے احکام کے مطابق حضرت ادمین کی طرف بڑھے جن کو خبر کرنے کے لئے خلیفہ نے مہاجرین کی ڈیوٹی لگائی تھی عکرمہ مہاجرین کی امداد کے لئے متعین ہوئے تھے۔

## حجاز۔ تہامہ اور نجران کی حالت

مہاجر کی مہم کا ہدف یمن کا مدینہ تھا۔ لیکن مدینہ اور یمن کے درمیان حجاز۔ تہامہ اور نجران کے علاقے پڑتے تھے۔ جن میں ایک حجاز کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں طرح طرح کی شرشریں سر اٹھا رہی تھیں۔ حجاز کے شہر مکہ اور طائف اسلام کے وفادار رہے لیکن تہامہ میں جو حجاز سے جنوب کی جانب بحیرہ قلزم کے ساحل پر شرق کی طرف واقع ہے۔ شور و غش رونما ہوئی۔ بنو خزاعہ کے بہنروں نے اس علاقہ میں چاروں طرف بدامنی پھیلادی ان کے ساتھ نواح مکہ کے بدوی قبائل بھی شریک ہو گئے۔ مکہ کے گورنر عتاب نے ان بہنروں کی سرکوبی کی۔ حدبوہرم میں پانچ سو سرہازوں کی جمعیت راستوں کی حفاظت کے لئے متعین کر دی۔ اور باہر دور در تک حفاظتی جوکیاں بٹھادیں۔ مکہ اور طائف کے اضلاع دہاں کے گورنر عتاب کی پیش بندوں کی بدولت بدامنی سے محفوظ ہو گئے لیکن تہامہ اور نجران میں لیٹے بدوی قبائل نے ہلرہ مچا رکھا تھا۔ ایک بدوی قبیلہ کا رئیس عمرو بن معدی کرب ہوا بنا ہوا تھا۔ خالد بن سمید نے جو ان اضلاع کے حاکم تھے مقامی مسلمانوں کی مدد سے عمرو بن معدی کرب سے مقابلہ کیا۔ ایک فوج تو عمرو سے اس کی مشہور و معروف تلوار ”صمصاء“ بھی چھین لی جو یمن کے حمیری بادشاہوں کی یادگار تھی اور عرب کی شاعری میں جس کا بہت چرچا چلا آ رہا تھا۔

لیکن عمرو بن معدی کرب کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں مسلمانوں کو پہاڑوں میں پناہ یعنی چڑی - اور خالید بن سعید واپس مدینہ چلے گئے۔ حجاز کے لشکر نے ایک دفعہ مکہ کے لوح تک یلغار کی لیکن حاکم مکہ عتبا نے انہیں شکست دے کر بہتر تر کر دیا۔ تھامہ میں عکد اور عشا رقبیلوں کے بددی وارد ہاڑ کر رہے تھے اس علاقہ میں امن قائم رکھنے کے لئے طاہر مامور تھے۔ انہوں نے رہنروں کو سخت پکڑا اور انہیں اس طرح مارا کہ راستے ان کے مقتولوں سے ٹپٹ گئے۔

## یمن کی تسخیر

تھامہ اور نجران کے جنوب میں یمن کا علاقہ بھی باغی ہو چکا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسود نامی ایک شخص نے جو نقاب پوش خذہ بن غبیری کا دعویٰ کر کے بمانی پھیلائے کی کوششیں شروع کر دی تھیں پیغمبری کے اس نقاب پوش مدعی کو اس کے تین ساتھیوں قیس بن عبد الغیوث غزب اور فیروز اور داودید نامی دو ایرانیوں نے اس کی بیوی کے ساتھ سازش کر کے قتل کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۵ یمن کی سرزمین نوشیروان عادل کے وقت یعنی ۵۲۱ء کے قریب اہل ان کے زیر اثر آگئی تھی اور کچھ ایرانیوں نے حکمران ہونے کے حیثیت میں بستیاں بسالی تھیں۔ مولا -

نے فیروز کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا اور قیس اور دادو یہ اس کے معاون مقرر ہوئے لیکن قیس نے جو عربی النسل تھا ایرانی کے ماتحت رہنا گوارا نہ کیا اور فیروز کے خلاف بغاوت کر دی قیس نے عمرو بن معدی کرب کو اپنا حلیف بنالیا۔ عمرو نے دادو یہ کو ضیافت پر بلا کر دھوکے سے قتل کر دیا۔ فیروز بھاگ کر جولان کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا۔ قیس نے ایرانیوں کو تاخت و تاراج کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی بہت سے ایرانی عدن کی طرف بھاگ گئے اور وہاں سے جہازوں پر سوار ہو کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ فیروز نے بعض عرب قبیلوں کی مدد سے جو اس کے حلیف بن گئے تھے قیس کو شکست دی اور پھر اس علاقہ کا حکمران بن بیٹھا فیروز نے خلیفہ اسلام سے بھی امداد کی درخواست کی تھی لیکن مہاجر کا لشکر بروقت نہ پہنچ سکا۔

مہاجر کی فوجیں پیغمبر اسلام کی وفات کے آٹھ یا دس ماہ بعد جا کر۔ یمن کے انق پر نمودار ہوئیں۔ راستے میں وفادار قبائل کے جنگجو ان کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔ ادھر مشرق سے عمان اور ماجرہ مہموں کو سر کر کے عکرمہ لشکر لے کر آ رہے تھے۔ عکرمہ نے حضرموت کے ضلع کو اپنے دائیں ہاتھ چھوڑ کر سیدہ عادن کا رخ کیا۔ ان لشکروں کی بلغار کی اطلاع پا کر قیس ابن عبدالغوث اور عمرو بن معدی کرب نے متحد ہو کر مقابلہ کرنے کی ٹھانی لیکن کسی بات پر ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کی ہجو میں شعر کہتے ہوئے الگ

ہو گئے۔ عمرو بن معدی کرب نے موقع پا کر قیس کے کیمپ پر شیخوں مارا۔ اور قیس کو گرفتار کر کے مہاجر کے پاس لے گیا۔ مہاجر نے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور قیدی بنا کر خلیفہ کے پاس مدینے بھیج دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دونوں کو لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرنے پر لعنت ملا کی اور دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی (یہ مرتد نہ تھے مشرک تھے) دونوں نے اسلام کا سلسلہ بگوش ہونا منظور کر لیا۔ اور اُس دن سے اسلام کے بہادر سپاہی بن گئے۔ ان دونوں نے عراق عرب اور ایران کی مہموں میں جو بعد میں پیش آئیں بہادری کے متعدد کارنامے انجام دیئے۔

## حضرت موت کی تسخیر

یہی کہ ہم کو مر کرنے کے بعد مہاجر کا کالم صنعا سے حضرت موت کی طرف بڑھا۔ ادھر عدن سے عکرمہ بھی مہاجر کی کمک کے لئے چل پڑے۔ حضرت موت میں زیادہ مقامی مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ باغیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ باغی بنو کنندہ کے لوگ تھے۔ زیاد نے ایک معرکہ میں انہیں شکست دی اور ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا لیکن بنو کنندہ کے ایک سردار اشعث نامی نے لشکر جمع کر کے زیاد کو شکست دی اور اپنے قبیلہ کی عورتوں اور بچوں کو چھپڑا لیا۔ اشعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ جا کر دین اسلام قبول کر چکا تھا اور اس کی

نسبت حضرت ابو بکر صدیق کی بہن کے ساتھ قسار پانچکی تھی۔ لیکن پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد باہمی ہو گیا۔ زیاد اس کی سرگرمیوں کے ہاتھوں بہت تنگ آ چکے تھے۔ اور مہاجر کو جلد سے جلد کمک لے کر پہنچنے کے لئے لکھ رہے تھے۔ مہاجر اور عکرمہ کے لشکر صناعا اور عدن سے چل کر تار ب کے مقام پر آپس میں مل گئے تھے مہاجر نے لشکر کی کمان عکرمہ کے سپرد کی اور خود مختصر سی جمیعت لے کر زیاد کی مدد کے لئے چل پڑے۔ زیاد اور مہاجر نے مل کر اشعث کے لشکر پر حملہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ بنو کنذہ نے غیر کے قلعے میں پناہ لی۔ مہاجر نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اتنے میں عکرمہ بھی لشکر لے کر آ گئے۔ بنو کنذہ نے قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ صحت لڑائی لڑی لیکن شکست کھائی۔ اور پھر قلعہ نشین ہو گئے۔ محاصرہ سے تنگ آ کر اشعث نے عکرمہ سے ساز باز کی اور قسار پایا کہ مسلمان قبیلہ کے نو افراد کی جن کے نام اشعث پیش کرے گا۔ جان بخشی کر دیں گے۔ اس پر اشعث نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان ٹوٹ پڑے اور محصورین سے جنگ کر کے انہیں مغلوب کر لیا۔ اشعث نے حسب قرار ان شخصوں کی فہرست پیش کی لیکن وہ اس میں اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ مہاجر نے کہا کہ اس فہرست میں تمہارا نام نظر نہیں آتا۔ گویا خدا نے تمہیں اپنے ہاتھ سے واجب ٹھہرا دیا ہے۔ عکرمہ نے سفارش کی کہ اشعث کو دربار خلافت میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اشعث کو مدینہ

بھیج دیا گیا۔ حضرت صدیق نے کہا کہ تم مرتد اور غدار ہو اس کے علاوہ تم میں اپنے آدمیوں کی قیادت اور حفاظت کرنے کی صلاحیت بھی نہیں اس لئے تمہاری سزا موت ہے۔ لیکن عکرمہ نے اشعث کی جان بخشی کی سفارش کی تھی اس لئے صدیق نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اشعث نے عہدہ کیا کہ آئندہ وہ دین اسلام کی خاطر جان لڑانے میں دلچسپی سے کام لے گا۔ اشعث نے طے شدہ نسبت کے مطابق حضرت صدیق کی بہن سے شادی بھی کر لی۔ لیکن صدیق کہا کرتے تھے جن تین باتوں کے ارتکاب پر مجھے افسوس ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں نے اشعث کا قصور معاف کر دیا۔

اس مہم کے بعد یمن اور حضرموت میں بھی اسلام کا امن قائم ہو گیا۔ مہاجر دربار خلافت کے نمائندہ کے طور پر یمن میں رہے جہاں کا حاکم فیروز ایرانی تھا۔ اور حضرموت میں پہلے ہی سے زیادہ حکمران تھے۔ وہی بعد میں رہے۔

حضرموت کی تسخیر کے ساتھ عرب کی ساری زمین ایک دفعہ پھر محمد کا کلمہ پڑھنے لگی۔ ارتداد۔ بغاوت۔ رہزنی اور شورش کے تمام فتنے تلوار کے بل پر موت کی نیند سلا دیئے گئے۔ یہ سب واقعات حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت کے پہلے ہی سال میں رونما ہوئے ۱۲ھ ہجری کے ابتدائی ایام تک یمن اور حضرموت کی ہمیں بھی سُر ہو چکی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے عظیم النظیم عزم و استقلال

کی بڑلت مسلمان ارتداد اور لغاوت کے اس فتنہ عظیم کا سر کچلنے میں کامیاب ہو گئے جس کا ایک ایک شہزادہ کامیاب ہونے کی صورت میں اسلام کے خرمین کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا۔ اس کامیابی کا تمام تر سہرا اُن مسلمانوں کے ایمان کی پختگی کے سر پر ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اور اس فتنہ عظیم کو مٹانے کی خالص نیت لے کر اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ پیشوا ایمان مذاہب کی تاریخ ایسے راسخ الایمان خدایوں کی اتنی بڑی تعداد کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت نے پیدا کی۔ اس عجمت کے سامنے زندگی کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اور سب لوگ اس مذہب کے پیروکار بن جائیں جو نوری انسانی کی دنیوی اور اخروی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس فتنہ کے فرو کرنے میں حضرت ابوبکر صدیق کی ہمت و ہر میت کے بعد جس چیز کو سب سے زیادہ نمایاں دخل حاصل ہے وہ خالد بن ولیدؓ کی شجاعت اگر اس ابتدائی دور کے مسلمانوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سا امیر اور حضرت خالدؓ کا سا جرنیل موجود نہ ہوتا تو اُن کے لئے اس فتنہ عظیم سے عہدہ برا ہوتا بہت ہی مشکل امر بن جاتا۔



# عراق اور شام میں اسلام کی یلغائیں

## قیصر و کسریٰ سے مقابلہ

عرب میں ارتداد و بغاوت کے فتنہ کو فرو کرنے کے فوراً بعد اسلام کے لشکر عراق اور شام کی سر زمینوں میں خسرو ایران اور قیصر روم کی جنگی طاقتوں کے ساتھ قوت آزمائی کرتے نظر آنے لگے۔ اسلام اس دور کے عالم کی ان دو عظیم الشان اور قابض سلطنتوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں تصادم ہو چکا تھا۔ بصری (سرحد شام) کے عرب رئیس جو قیصر روم کے زیر اثر تھے سب سے پہلی ہی سے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور قیصر روم کے نام قبول اسلام کا دعویٰ ارسال کیا تھا مسلمانوں کے دشمن بن گئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلی ہی میں دربار رسالت کے ایک قاصد کو جو قیصر روم کے لئے دوسرا مکتوب لے جا رہا تھا قتل کر دیا۔ اس حادثہ کی بنا پر سب سے پہلی ہی میں رسول خداؐ کو ان کے خلاف مہم بھیجی گئی اور جنگ موثر پیش آئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور متعدد افسروں اور مجاہدوں کے شہید ہو جانے کے بعد خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کو مشکل تباہی سے بچا کر واپس لے آئے۔ سب سے پہلی ہی کے اواخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی قیادت میں ایک

تغزیری مہم ان قبائل کی سرکوبی کے لئے لیکر گئے اور غزوہ تبوک پیش آیا۔ جس میں ان قبائل کو شکست ہوئی۔ اور وہ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ انہیں بعد رسول خدا خود عرب کے معاملات میں اتنے مصروف ہو گئے کہ مرض الموت تک شام کے قضیہ کی طرف توجہ مبذول نہ کر سکے۔ مرض الموت میں آپ نے اسلام کو شام کی سرحدات کی طرف مہم لے جانے کا حکم دیا۔ یہ مہم رسول اکرم کی وفات کے بعد خلیفہ آدل نے بھیجی جو کامیابی کے ساتھ چھا پہ مار کر واپس آگئی لیکن شام کے سرحدی قبائل نے ابھی تک اطاعت قبول نہ کی تھی۔ اور رسول اللہ کے جانشین حضرت صدیق مہاجر عرب قبائل کے ارتداد کے فتنہ عظیم سے دوچار ہو گئے شام کی سرحد کے کارِ عالم کو نہیں بھولے تھے۔ چنانچہ فتنہ ارتداد کے انتیصال کے بعد انہوں نے شام پر لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سلسلہ ہجری مطابق ۳۲ھ کے آغاز ہی سے شام کی سرحد کی طرف لشکر روانہ کر دیا۔ اور حسب ضرورت اس کی امداد کے لئے ملک پر ملک بھیجنے لگے۔

ادھر عراق کی سرحد پر کسرتے ایران کے ساتھ اسلام کا اعلان جنگ اسی دن سے ہو چکا تھا جب خسرو پرویز نے سلسلہ ہجری مطابق ۳۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جو دعوت اسلام کا حامل تھا جو شین غضب میں آکر پھاڑ ڈالا تھا۔ ایران کے شہنشاہ سزین عرب کو اپنے زیر اثر خیال کرتے تھے۔ خسرو نے اپنے حاکم یمن کو لکھا کہ محمد

کو جس نے میری شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ پکڑ کر دربار میں حاضر کیا جائے۔ حاکم مین کے دو آدمی یہ پیغام لے کر مدینے گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اسلام کی طاقت ایران کی سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کر دے گی جس طرح خسرو نے میرے خط کو پیرزے پیرزے کیا ہے۔ اسی اشارہ میں پرویز کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور تخت تاج کے وارث ہونے کے کئی مدعی پیدا ہو گئے۔ ایران کا دربار طرح طرح کی سازشوں اور خانہ جنگیوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا۔ اس لئے اسے عرب کی اس تحریک کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہ مل۔ جب اسلام کا اثر عراق کے ان سرحدی قبائل تک پہنچنے لگا جو سلطنت ایران کے زیر اثر تھے تو دربار ایران نے اپنے زیر حمایت قبائل کی امداد کی۔ قیعتہ کچھ دیر تک جاری رہا۔ آخر سال ۱۱ ہجری میں جب علامہ کے لشکر نے بحرین اور حصر کے علاقوں میں ارتداد کے فتنے کا استیصال کیا تو بنی بکر بن وائل کے ایک قبیلہ کے سردار مثنی نامی نے بچے کچھے باغیوں کی سرکوبی کے لئے خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف یلعار کی مثنی کامیاب کامکا ہوتے ہوئے دریائے فرات کے دہانہ کی سرزمین تک پہنچ گئے جو براہ راست ایران گورنر کے زیر اقتدار تھی مثنی کے کارناموں کی اطلاع دربار خلافت میں پہنچے۔ پہنچے لگیں تو حضرت ابو بکر صدیق نے پوچھا کہ یہ مثنی کون ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ مثنی بنو بکر بن وائل

کے قبیلہ کا ایک سردار ہے جو ارتداد کی آندھیروں کے دوران میں اسلام پر ثابت قدم رہا اور اب اسلام کے دائرہ اقتدار کو وسیع تر کرنے کے لئے از خود کوشاں ہے۔ حضرت صدیق نے شمش کی عراق کی مہجوں کے لئے افسر مقرر کرنے کا باقاعدہ فیصلہ فرمایا اور اس کی سرگرمیوں پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اس طرح سلسلہ ہجری مطابق ۶۳۳ء کے آغاز میں اسلام کی طاقت نے اپنے آپ کو اس وقت کی دو بہت بڑی طاہروں جابر سلطنتوں یعنی روم و ایران کے ساتھ بیک وقت بردارنا پایا۔ ان دو بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس اپنی قوت ایمانی کے سوا اور کوئی ساز و سامان نہ تھا۔ ظاہری اسباب پر تکیہ رکھنے والے دماغ اس کیفیت کا تصور نہیں کر سکتے جس سے متاثر ہو کر خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دین اسلام کو فروغ دینے کا شوق بے پایاں رکھنے والے عرب مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی طاقتوں سے بیک وقت مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ بادامی النظر میں کوئی شخص دربار خلافت کے اس فیصلہ کو قرین مصلحت قرار نہیں دے سکتا لیکن اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت نے مسلمانوں میں اعتمادِ نفس اور توکلِ بخسدا کی ایسی محکم کیفیت پیدا کر دی تھی کہ وہ نہ تو قیصر و کسریٰ کی طاقت و عظمت سے مرعوب ہو سکتے تھے اور نہ صحراؤں پہاڑوں - دریاؤں اور سمندروں کے قدرتی موانع کو خاطر میں لاتے تھے۔ آنے والے حالات نے ثابت کر دیا کہ عربوں کی جنگجو

قوم نے اسلام کی قوتِ ایمانی سے مالا مال ہو کر جس خود اعتمادی کے ساتھ  
تغیرِ عالم کا عزم کر لیا۔ اس میں وہ اندازے کی غلطی کے مرتکب نہیں  
ہوئے تھے۔

## رُوم و ایران کی سلطنتیں

اس موقع پر رُوم اور ایران کی سلطنتوں کے مختصر سے کوالیف کا  
بیان کر دینا ضروری ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو سکے کہ مسلمانانِ  
کے اجتماعی نظام کو جبکہ وہ اچھی طرح قدم بھی جمانے نہ پایا تھا۔ کتنی بڑی  
اور عظیم الشان طاقتوں سے مقابلہ آن پڑا۔ دوسروں کی سلطنت جس کا  
پایہ تخت قسطنطنیہ تھا، اس وقت جزیرہ نما کے بلقان۔ یونان ایشیائے  
کوچک۔ شام فلسطین۔ سرحد شام و عرب کے قبائلی خطوں۔ مصر۔ طرابلس  
الجزائر اور بحیرہ رُوم کے تمام چھوٹے بڑے جزیروں کو اپنے آغوش میں  
لے ہوئے تھی۔ اس کے حکمران جو قیصر کا لقب رکھتے تھے۔ بازنطینی  
خاندان سے تھے جو ان افواج پر تین صدیوں سے حکومت کرتے چلے  
آ رہے تھے۔ سلطنت کا نظام اس دور کے عام رواج کے مطابق جاگیردارانہ  
تھا۔ ملکوں اور قطعوں میں بادشاہیاں قائم تھیں جو قیصر کو خراج ادا  
کرتی تھیں جو علاقے براہِ راست قسطنطنیہ کے بازنطینی دربار کے زیرِ  
استقام تھے وہاں گورنر بلکہ فوجی گورنر مقرر کئے جاتے تھے۔ باعجزار  
علاقوں میں بھی قیصر کی فوجیں مقیم رہتی تھیں۔ رومی اور یونانی حکمران

فتوٰی حرب کے بہت ماہر تھے اور محض اپنی جنگی طاقت کے بل پر سلطنت کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ کوئی تین صدیوں سے رومی دین مسیحی قبول کر چکے تھے باز نسطوری قیصر دین مسیحی کے محافظ اور نگہبان اور مشرقی کلیسا کے علم بردار سمجھے جاتے تھے۔ اس حیثیت کی بنا پر ان کے اثر کا دائرہ اپنی سلطنت سے باہر بھی وسعت اختیار کر گیا تھا۔ روم کے جاگیردار اس مذہبی اثر کے باعث دربار قسطنطنیہ کو اپنا پیشوا سمجھتے تھے۔ حبشہ کے لوگ بھی عیسائی ہونے کے باعث اس دربار کی طرف نگاہیں لگائے رہتے تھے۔ اس ملک کے حکمران بھی عیسائی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے نجاشی نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ ایران کی سلطنت میں جو عیسائی آباد تھے وہ بھی دربار قسطنطنیہ سے دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ اس وجہ سے ایران کے شہنشاہوں کو لباس اور اپنے ہاں کے عیسائیوں کی کڑی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ جاہ و شہمت۔

تمول۔ تجارت اور خوش مالی کے لحاظ سے رومی سلطنت بہت ترقی یافتہ تھی۔ صدیوں حکمران رہنے کے باعث رومی اور یونانی عیش پرست ہو گئے تھے تعلیم۔ تہذیب اور تمدن کے اعتبار سے یہ لوگ بہت پس ماندہ تھے۔ مطلب کہ ان صیغوں میں رومی حکمرانوں نے اپنے سے پہلے کے یونانی تمدن پر کوئی قابل ذکر اضافہ نہ کیا۔ محض عسکری طاقت کے بل پر حکومت کرنا۔ خراج لینا اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا ان کا معمول تھا۔

قریب قریب یہی حال ایرانیوں کا تھا۔ اُس وقت ایران کی سلطنت عراق عرب سے لے کر خراسان تک پھیلی ہوئی تھی۔ یمن اور عرب کو بھی ایران کے شہنشاہ اپنی سلطنت کا جزو تصور کرتے تھے۔ اگر ایرانی سلسلہ ہجری کے فوراً بعد خانہ جنگیوں اور درباری سازشوں میں مبتلا نہ ہو گئے ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو جو اس سال کے بعد جنگ کی آگ کی طرح پھیلنے لگا تھا روکنے کے لئے کوئی عمل ضرور کرتے۔ اسی دوران میں ایران کے تخت پر کوئی نو یا دس مدعی یکے بعد دیگرے بٹھائے اور آمارے گئے۔ اس دور میں ایران کا دربار داخلی جھگڑوں اور شمشکوں میں مبتلا رہا۔ اُدھرین اسلام قبائل عرب کو ایک ہی اجتماعی نظام کی مسلک میں منسلک کرنے میں کامیاب ہو گیا ایرانیوں کو اس خطرہ کا احساس اس وقت پیدا ہوا جب شمشکی کے لشکر دریائے فرات کے دہانہ کے علاقے کو تاخت و تاراج کرنے لگے۔

ایران کے خسرو اکسری اقیامہ روم کی طرح شاہنشاہی نظام رکھنے والی وسیع سلطنت کے مالک تھے۔ اُن کے ہاں بھی جاگیر داری کا نظام قائم تھا۔ تاہم ایرانی شہنشاہ مختلف لائیتوں پر اپنے گورنر مقرر کرتے رہتے تھے۔ ایرانی زرتشتی دین کے پیرو تھے۔ آتش پرستی اُن کے دین کا مرکزی نقطہ تھی۔ ایران کے شہنشاہ ساسانی خاندان کے تھے۔ یہ خاندان کوئی چار سو سال سے ایران پر حکومت کر رہا تھا۔ اور اُن

اقطاع میں اسکندرومی کے جرنیل کی قائم کی ہوئی سیلوس سلطنت کا باشند  
 تھا۔ ایرانی حکمران بھی تعلیم تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے رومیوں کی  
 طرح کور سے تھے۔ اور محض عسکری طاقت کے بل پر عوام پر حکومت  
 کرتے تھے اور ان سے باج اور خراج لے کر خود جاہ و شہرت و شان و شوکت  
 اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دونوں سلطنتوں میں عوام اتنا  
 حکمرانوں کے جور و ستم اور جبر و تشدد کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔  
 جنہیں اپنے حکمرانوں کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی نہ تھی۔

مذہبی عقائد کے لحاظ سے رومی سلطنت کے عیسائی تثلیث کے  
 قائل تھے۔ باپ۔ بیٹا اور روح القدس کو الگ الگ بھی سمجھتے تھے  
 اور انہیں ایک بھی قرار دیتے تھے۔ مسیح کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا  
 کہ وہ خدا کا بیٹا بھی ہے اور خدا بھی ہے جو اپنے بندوں کو نجات  
 دلانے کے لئے مسیح کی شکل میں ظاہر ہوا اور مصلوب ہوا اور امان لانے  
 والوں کے گناہوں کا کفارہ بن گیا۔ ایوان کے زرتشتی یہ عقیدہ رکھتے تھے  
 کہ کائنات میں دو متعلق طاقتیں نور اور ظلمت ایک دوسرے سے برسرِ پیکار  
 ہیں۔ نور کی طاقت نیکی کی علم بردار اور ظلمت کی طاقت بدی کی  
 نقیب ہے۔ دونوں طاقتیں اہورہ مزد کی مظہر ہیں۔ نور کی طاقت  
 کا مظہر اتم آگ ہے اس لئے انسان جو نیکی کا طلبگار ہے آگ کی پرستش  
 لازم ہے۔ دین اسلام نے جہاں بت پرستی، شرک اور دہریت وغیرہ کو  
 باطل قرار دیا وہاں اس نے عیسائیوں کے مروجہ عقائد اور مجوسیوں



(پارسیوں) کے عقاید کو بھی چیلنج کیا۔ اور کہا کہ کائنات کا خالق۔ مالک اور پروردگار صرف ایک خدائے واحد ہے۔ اس کی قدرت میں کسی باپ۔ بیٹے۔ روح القدس۔ نور۔ ظلمت۔ دیوتا۔ انسان فرشتے یا روح کو دخل حاصل نہیں۔ وہ نوع انسانی کو ہدایت اور نجات کی سیدھی راہ دکھانے اور زندگی گزارنے کا صحیح طریق (دین) سکھانے کے لئے بندہ ہی میں سے پیغمبر مقرر کرتا ہے۔ مگر اس نے محمدؐ کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا ہے۔ جو ان لوں کو خدا کے دین اور قانون کی تعلیم دیتا ہے۔

عرب کے مسلمان دین اسلام کے اس پیغام سے سرشار تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ خدا نے انہیں سچے دین کی نعمت عطا کر دی ہے۔ وہ اس نعمت کو دور دراز کے ملکوں اور ان نوجوان ملک پہنچانے کے لئے جیاب ہو رہے تھے۔ تاکہ دوسری قومیں بھی ان کی طسبح عرفان الہی کی روشنی سے منور ہو جائیں اور خدا کے کلام قرآن کو اپنی زندگیوں کا دستور العمل بنالیں۔ اس مقصد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض تبلیغ کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہا۔ لیکن مخالفوں نے تبلیغ کی راہیں ان پر یکسر بند کر دیں۔ ان راہوں کو کھولنے کے لئے مسلمان زور بیاڑا اور تلوار کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہ سلسلہ کچھ ایسا شروع ہوا کہ اس کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ہر مخالفت تو تنہا اسلام پر تبلیغ کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی۔ اسلام کے پیرو تلوار کی نوک سے ان دروازوں کو کھولنے پر مجبور ہوتے چلے گئے۔ قیصر و کسریٰ کے ساتھ مسلمانان عرب کے

جداں وپکار کا اصلی سبب یہی تھا کہ مسلمان ان ملکوں میں دین اسلام کی تبلیغ کے خواہاں تھے جس کی اجازت انہیں صلح و معاملت سے نہیں مل سکی تھی مسلمانوں نے تلوار کو ہاتھ میں لیا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ تلوار کے بل پر دوسروں کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کریں۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس دین کی حفاظت جسے دنیا بھر کی طاقتیں مٹانے کے درپے ہو گئی تھیں تلوار سے کی جاتے اور اس دین کی تبلیغ کی راہ میں جو ممانع شمشیر پرست نظر آتے انہیں شمشیر ہی سے دُور کر دیا جائے۔

## رُوم اور ایران کی جنگیں

رُوم اور ایران کی یہ عظیم سلطنتیں بااوقات آپس میں ٹکراتی جاتی تھیں۔ ان کے باہمی تصادم کی مختصر سی کیفیت کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے جو اسلام کی طاقت کے ظہور سے کچھ عرصہ پہلے وقوع پذیر ہوا۔ رُوم اور ایران کے درمیان شام اور عراق کی سرزمین پر قبضہ جمانے کے لئے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں سوری (عراق عرب) کے عرب بادشاہوں نے چھٹی صدی عیسوی میں عیسائیت کا دین قبول کر لیا تھا اور وہ دربار ایران کے خلاف قیصر رُوم سے ساز باز کرتے رہتے تھے۔ یہ کیفیت ۳۸۵ء میں رُوم اور ایران کے درمیان جنگ پر منتج ہوئی۔ اس لڑائی میں ہرسل قیصر رُوم نے ایرانیوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ اور اسے عراق اور

شام کے بہت سے قطعات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس اڑا لے وقت پیغمبر اسلام ابھی مکہ ہی میں تھے۔ مسلمان روم کے عیسائیوں سے ہمدردی رکھتے تھے۔ لیکن مکہ کے مشرکین کی ہمدردیاں دربار ایران کے شامل حال تھیں۔ مسلمان جنگ میں قیصر کی شکست کا حال سن کر بہت غمگین ہوئے۔ اس پر اللہ کے رسول محمد پر خدا کا کلام نازل ہوا جس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ روم نے ایران سے شکست کھائی ہے لیکن چند ہی سال میں روم ایران پر غالب آجائے گا۔ قرآن کی یہ پیش گوئی ۶۲۷ء میں یعنی اس شکست کے نو سال بعد پوری ہوئی اور قیصر ہرقل نے ایشیائے کوچک سے چل کر بحیرہ خزر و کسپین کے جنوب میں ایرانی مملکت کو کامیابی کے ساتھ تاراج کر ڈالا۔ اور نینوا کے مقام پر ایرانی لشکر کو شکست فاش دی۔ رومی جرنیل سیوٹیس ایران کے پایہ تخت مدین تک پہنچ گیا۔ سیروئیس نے خسرو ایران کو اس کے اٹھارہ لاکھ سمیت قتل کرادیا۔ اس جنگ کے بعد روم اور ایران کے درمیان صلح ہو گئی اور ایران نے وہ تمام علاقے قیصر کو دے دیئے جو نو سال پہلے اس سے چھنے تھے۔ اس

۱۰ قرآن مجید کا سورہ روم کی پہلی آیت اس پیش گوئی کی حامل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں  
 غَلَبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ يَفْعَلُونَ غَلِبَتْهُمْ يَتَغَلَّبُونَ فِي بَعْضِ  
 السِّنِينَ ۝ (روم کی سلطنت قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئی لیکن وہ اس شکست  
 کے بعد چند ہی سال گزر لے کر پھر غالب آئے گی) ۱۰

جنگ کے بعد تخت ایران کے نو مدعی پیدا ہوئے جو درباری سازشوں کے باعث خنجر بازہر سے ہلاک ہوتے رہے۔ ۶۲۶ء سے ۶۳۲ء تک یعنی مسلمانوں کی یلغار کے وقت تک ایران کا مہار اور اس کے شاہی خاندان کے افراد اسی نوعیت کی سازشوں میں مبتلا رہے۔ اور ایرانیوں کو اس انقلاب کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہ مل سکی جو ان سالوں میں عرب کی سرزمین میں پھیل چھول رہا تھا۔

رُوم و ایران کی علمی بے مانگی کی حقیقت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ رُوم و ایران کے اس دور کے حالات صرف عرب اور مسلمان تہذیب کے آثارِ قلم ہی سے معلوم ہو سکے ہیں۔ ان کا اپنا تاریخی ریکارڈ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رُومی اور ایرانی محض جبر و طاقت کے مل پر حکومت کرنا جانتے تھے علمی سرگرمیوں سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ صدیوں سے یہ ملک جہالت کی ظلمتوں میں مبتلا چلے آ رہے تھے۔ رُوم و ایران کے حکمرانوں نے صدیوں برسرِ اقتدار رہنے کے باوجود علمی لور فنی تحصیل و ترقی کا کوئی ایسا سرمایہ فراہم نہ کیا جو مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی بربادی پر فوجِ خواں نظر آسکتا تھا۔

عرب مسلمانوں کے حملے کے وقت رُوم اور ایران کی کیفیت یہ تھی۔  
۱۔ ابدان ملکوں میں مسلمانوں کی یلغاروں کا حال سنئے۔

# عراق کی مہمیں <sup>۱۲</sup> سالہ ہجری مطابق ۶۲۳ء

## خالد اور عیاض کا تقرر

بحرین میں ارتداد کا فتنہ فرو کرنے کے سلسلے میں وہاں کے ایک قبیلہ بنو بکر بن وائل کے ایک رئیس مثنیٰ نے بہت نام پیدا کیا تھا۔ یہ مثنیٰ اپنے قبائلی لشکر کو لے کر باطنیوں کی سرکوبی کرتا ہوا دریائے فرات کے دہانہ کی سرزمین تک پہنچ گیا۔ جو سلطنت ایران کی مملکت تھی۔ مثنیٰ نے اس سرزمین کے عرب قبائل کو نہایت آسانی سے اپنے حلقہ اثر میں داخل کر لیا۔ دوبار خلافت میں مثنیٰ کی کامیابیوں کی اطلاعیں پہنچنے لگیں تو حضرت ابو بکر صدیق نے نہ صرف مثنیٰ کو اسلامی لشکر کی سالاری کی بجائے سند عطا کر دی بلکہ اس بات کے پیش نظر کہ مثنیٰ کی مہم ایران کی عظیم سلطنت کے ساتھ باقاعدہ اور مسلسل جنگ کی شکل اختیار کر لے گی عراق کی مہم کے لئے دو مزید لشکر تیار کئے۔ ایک لشکر کی قیادت حضرت خالد بن ولید کو سونپی گئی اور انہیں حکم ہوا کہ وہ دریائے فرات کے دہانہ پر اوبہ کے مقام پر جا کر مثنیٰ سے جا ملیں اور اپنے اور مثنیٰ کے لشکر کی علیٰ کمان لینے لائحہ عمل لے کر دریائے فرات کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بھاڑ کرتے ہوئے عراق کے صدر مقام حرہ تک پہنچ

جائیں۔ دوسرا لشکر عیاز کی قیادت میں دومتہ الجندل کی رام سے عراق کے شمال خطہ کی طرف بھجوا گیا۔ اس کی ہدایات یہ تھیں کہ وہ دریائے فرات کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف کوچ کرتے ہوئے حرّی تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان ہدایات کے ساتھ ہی اس لشکر کا اعلان بھی کر دیا کہ خالد اور عیاض میں سے جو جنرل پہلے حرّی پہنچے گا وہی عراق کا والی یعنی گورنر بننے کا مستحق سمجھا جائے گا۔

عیاض کے لشکر کو دومتہ الجندل کے علاقے میں جوت کے مقام پر پیکر کش قبائل کی سرکوبی کرتے ہوئے بہت دن تک گئے۔ لیکن خالدؓ اپنے لشکر کو لے کر کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر اوبہ پہنچ گئے۔ جہاں مشن ان کا انتظار کر رہا تھا۔ مشن کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار تھی اور خالدؓ کا لشکر اوبہ پہنچتے پہنچتے دس ہزار کی تعداد تک پہنچ گیا تھا۔ وسطی عرب کی قبائلی ایلوئیں میں فتنہ ارتداد کی جنگوں کے باعث مردوں کی تعداد گھٹ گئی تھی تاہم راستے میں بدوی قبائل کے افراد خالدؓ کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔ خالدؓ مرز سے بہت تھوڑی فوج لے کر چلے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ نے ارتداد کے فرو کرنے کی مہموں میں شامل ہونے والے مجاہدین کو اپنے گھروں کو جانے کی عام اجازت عطا کر دی تھی اور اسلامی سپاہ کے بہت سے افراد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔

## جنگ سلاسل ۱۲

خلافتِ نفاذِ بلکہ پہنچ کر دریائے فرات کے دہانہ کی سرزمین کے  
ایرانی گورنر ہرمز کو فرل کے الفاظ میں جنگ کا الٹی میٹم بھیجا :-  
” دین اسلام قبول کر لو تمہارے جان مال کو امان دی جائے گی۔  
یا تم اور تمہاری رعایا خراج دینا مان لو۔ اگر تم نے انکار کیا تو اس کے  
نتیجہ کی ملامت کے سزاوارتم ہو گے۔ میں ایسی قوم کا لشکر لے کر آیا  
ہوں جو موت سے اتنا ہی پیار کرتی ہے جتنا تم زندگی کو چاہتے ہو۔  
ہرمز کو یہ عجیب غریب پیغام ملا تو اس نے ایک قاصدِ مدائن  
کی طرف خسرو کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کر دیا اور خود ایک لشکر لے کر  
خالد کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ ہرمز کا لشکر بڑی شان و شوکت سے چلا۔  
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی جنگ کے لئے نہیں بلکہ جشن منانے کے لئے  
آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک مقام پر پہنچ کر جہاں پانی کے چشمے تھے۔  
ہرمز نے پٹا ڈٹالا۔ فوج کی صفیں آراستہ کیں۔ بعض صفیں اس طرح بنائی  
گئیں کہ ایران کے حسن کی مرعہ نے اپنے آپ کو زنجیروں سے منسلک  
کر لیا تا کہ کوئی سپاہی پیچھے ہٹنے کا قصد تک نہ کرنے پائے۔ یہ بھی  
ممکن ہے کہ ہرمز ایسے لوگوں کو اپنے ہمراہ لایا ہو جن کے بھاگ جانے کا  
اُسے خطرہ ہو۔ اس لئے اس نے انہیں ایک زنجیر میں منسلک کرنا  
مناسب سمجھا ہو۔ ادھر خالد کو ہرمز کے اقدام کی اطلاع ملی تو

وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا۔ اسلامی فوج نے ایرانی لشکر کے سامنے پہنچ کر اوستوں پر سے سامان اُتار دیا۔ سوار پاسبان ہو گئے۔ خالد نے کہا کہ پانی کے چشمے اسی کے ہیں گے جو دونوں میں زیادہ شجاع ہو گا۔ اور ایرانی لشکر پہلے بول دیا۔

اسلامی فوج کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر ہرمز خالد سے مبارزت کا طالب ہوا۔ دونوں سردا سامنے سامنے آئے۔ ہرمز اپنے ساتھ اپنے کچھ آدمیوں کو بھی لگا لایا تھا۔ لیکن خالد نے اس کی تعدادی کرنے کی مہلت نہ دی اور پہلے ہی فار میں ہرمز کا کام تمام کر دیا۔ ہرمز کے آدمی جو اُدھر اُدھر بھاڑیوں میں پھپھے ہوئے تھے خالد پر پل پڑے۔ اسلامی لشکر نے یہ حال دیکھا تو وہ بھی جست کر کے آگے بڑھا۔ رانزوں کے پاؤں پہلے ہی ہلے میں اکٹڑ گئے۔ وہ اپنا سارا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے ویسے فرات کے کنارے تک تعاقب کیا۔ مثنیٰ کا رسالہ تعاقب کرتا ہوا دریا کو عبور کر گیا۔ سامنے ایک ایرانی شہزادی کا قلعہ تھا۔ مثنیٰ نے اپنے بھائی مثنیٰ کو اس قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لئے جھوٹا اور خود آگے بڑھ کر ایک دوسرے قلعے پر بل بول دیا جو اس شہزادی کے شوہر کا تھا۔ مثنیٰ نے قلعہ سر کر لیا۔ مثنیٰ کی نیند قلعہ اذ مقتول ہوئی یاں ماندہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ جب شہزادی نے اپنے شوہر کے اس انجام کی خبر سنی تو اس نے اطاعت قبول کر لی اور مثنیٰ کے حرم میں داخل ہو گئی۔



## جنگ سلاسل ۱۲

خالد بن ولید پہنچ کر دریائے فرات کے دہانہ کی سرزمین کے  
ایرانی گورنر ہرمز کو فریل کے الفاظ میں جنگ کا الٹی میٹم بھیجا :-  
” دین اسلام قبول کر لو تمہارے جان مال کو امان دی جائے گی۔  
یا تم اور تمہاری رعایا خراج دینا مان لو۔ اگر تم نے انکار کیا تو اس کے  
نتیجہ کی ملامت کے سزاوارتم ہو گے۔ میں ایسی قوم کا لشکر لے کر آیا  
ہوں جو موت سے اتنا ہی پیار کرتی ہے جتنا تم زندگی کو چاہتے ہو۔  
ہرمز کو یہ عجیب غریب پیغام ملا تو اس نے ایک قاصد مدائن  
کی طرف خسرو کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کر دیا اور خود ایک لشکر لے کر  
خالد کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ ہرمز کا لشکر بڑی شان و شوکت سے چلا۔  
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی جنگ کے لئے نہیں بلکہ جشن منانے کے لئے  
آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک مقام پر پہنچ کر جہاں پانی کے چشمے تھے۔  
ہرمز نے پٹا ڈٹالا۔ فوج کی صفیں آراستہ کیں۔ بعض صفیں اس طرح بنائی  
گئیں کہ ایران کے حسن کی مرعوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے منسلک  
کر لیا تاکہ کوئی سپاہی پیچھے ہٹنے کا قصد تک نہ کرنے پائے۔ یہ بھی  
ممکن ہے کہ ہرمز ایسے لوگوں کو اپنے ہمراہ لایا ہو جن کے بھاگ جانے کا  
بے خطرہ ہو۔ اس لئے اس نے انہیں ایک زنجیر میں منسلک کرنا  
مناسب سمجھا ہو۔ ادھر خالد کو ہرمز کے اقدام کی اطلاع ملی تو

وہ بیتا لشکر لے کر آگے بڑھا۔ اسلامی فوج نے ایرانی لشکر کے سامنے پہنچ کر اوستوں پر سے سامان اُتارا۔ سوار پا پیادہ ہو گئے۔ خالدؓ نے کہا کہ پانی کے چشمے اسی کے ہوں گے جو دونوں میں زیادہ شجاع ہوگا؟ اور ایرانی لشکر پر ہلہ بول دیا۔

اسلامی فوج کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر ہرمز خالدؓ سے مبارزت کا طالب ہوا۔ دونوں سردار آمنے سامنے آئے۔ ہرمز اپنے ساتھ اپنے کچھ آدمیوں کو بھی لگا لایا تھا۔ لیکن خالدؓ کی تلوار نے اُسے غداری کرنے کی ہمت نہ دی اور پہلے ہی وار میں ہرمز کا کام تمام کر دیا۔ ہرمز کے آدمی جو ادھر ادھر جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے خالد پر پل پڑے۔ اسلامی لشکر نے یہ حال دیکھا تو وہ بھی جیت کر کے آگے بڑھا۔ ایرانیوں کے پاؤں پہلے ہی ہلے میں اکٹھر گئے۔ وہ اپنا سارا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے دریائے فرات کے کنارے تک تعاقب کیا۔ مثنیٰ کا رسالہ تعاقب کرتا ہوا دریا کو عبور کر گیا۔ سامنے ایک ایرانی شہزادی کا قلعہ تھا۔ مثنیٰ نے اپنے بھائی معنیٰ کو اس قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لئے چھوڑا اور خود آگے بڑھ کر ایک دوسرے قلعے پر ہلہ بول دیا جو اس شہزادی کے شوہر کا تھا۔ مثنیٰ نے قلعہ سر کر لیا۔ محصورین کی نیاؤں قلعہ اور مقتول ہوئی باقی ماندہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب شہزادی نے اپنے شوہر کے اس انجام پر کی خبر سنی تو اُس نے اطاعت قبول کر لی اور مثنیٰ کے حرم میں داخل ہو گئی۔

اس جنگ میں بہت سلاخ غنیمت مسلمانوں کے ساتھ لگا۔ اگرچہ  
 کہ جتنے میں ایک ایک ہزار ہم آئے اور بہت سا اسلحہ ہاتھ لگا۔ خمس یعنی پانچواں  
 حصہ مدینہ بھیج دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہرمز کی کلاہ کا وہ مرقع طرہ بھی  
 تھا جس کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ درہم کیا گیا۔ خالد بن ولید نے ہرمز کا  
 ایک ہاتھی بھی مدینہ بھیجا جسے دیکھ دیکھ کر مدینہ کے لوگ بہت حیران  
 ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی ہاتھی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ چند  
 دن کی فاشس کے بعد ہاتھی واپس بھیج دیا گیا۔

## جنگِ مزار

ہرمز کا قہر خسرو کے دربار میں اس وقت باریاب ہو سکا جب  
 ہرمز اور اس کے لشکر کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مثنیٰ کا رسالہ بعیتہ السیف  
 ایرانیوں کا تعاقب کرتا تھا بہت دور تک آگے بڑھ آیا تھا۔ خسرو نے  
 اطلاع پا کر اپنے دربار کے ایک سردار قارین کو لشکر دے کر ہرمز  
 کی امداد کے لئے بھیجا۔ قارین مدین سے چل کر مزار تک پہنچا تھا کہ  
 اُسے ہرمز کی بھاگتی ہوئی فوج ملی۔ قارین نے اُسے روکا اور مثنیٰ کا  
 مقابلہ کرنے کے لئے وہیں ٹھہرا ڈال دیا۔ مثنیٰ نے اس کیفیت کی  
 اطلاع خالد بن ولید کو بھیجی۔ خالد بن ولید کی طرح ملک لے کر آئے اور ایسے وقت  
 پہنچے جب مثنیٰ اور قارین کے لشکر معروف پیکار ہو چکے تھے۔  
 بڑے ٹھکان کا سرکہ پٹا قارین اور دو شہنشاہ مارے گئے۔ ایرانی

فوج کے ہاؤں اکھڑ گئے۔ بہت سے ایرانی میدان جنگ میں کھیت رہے۔ کچھ دجلہ کی اس شاخ میں ڈوب گئے جو دجلہ سے نکل کر فرات کی طرف آتی تھی۔ میلک مسلمانوں کے ساتھ رہا۔ لیکن انہوں نے دریا کی شاخ کو عبور کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ خالدؓ نے ہزار کو اپنا مرکز قرار دے کر اس علاقہ کو ایرانیوں سے پاک کرنے کی مہم شروع کر دی اسلامی لشکر کو حکم تھا کہ وہ فلاحین یعنی کھیتی باڑی کرنے والے کازوں کی حفاظت کریں اور صرف ایرانیوں کا صفایا کریں جو اسلحہ بردار ہوں۔ اس جنگ میں بھی مالی غنیمت کی فراوان مقدار مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ بے سوسلمان عرب مجاہد ایرانیوں کے متول و تعیش کا حال دیکھ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

## جنگ ولجہ

عرب کے مسلمانوں کی ان فتوحات سے خلیفہ ہوا کر خسرو ایران نے نیک شہور ایرانی سردار بہمن کو سالہ لشکر معزز کیا۔ بہمن تازہ دم فوج لے کر بڑھا۔ اور اس نے بنو بکر کے وفادار عرب قبائل کو بھی لالچ دے کر اپنی امداد پر آمادہ کر لیا۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ عربوں کا مقابلہ عرب ہی خوب کریں گے۔ بہمن کے لشکر نے ولجہ کے مقام پر جٹا ڈالا۔ خالدؓ نے مفتوحہ سرزمین کے انتظام کے لئے کچھ فوج متعین کی اور خود لشکر لے کر بہمن کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔

ولجہ کی جنگ بڑی شدید تھی لیکن ایرانیوں کو یہاں بھی شکست فاش کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں غنیمت کے طور پر ایرانیوں کا اتنا ساز و سامان ملا کہ خالد بن ولید نے مجاہدین سے مخاطب ہو کر یوں تقریر کی۔  
 ”تم دیکھتے ہو کہ ایران کی سرزمین کتنی خوشحال ہے۔ یہاں کے راستوں پر زر و مال اسی فراوانی کے ساتھ بکھرا پڑا ہے جس فراوانی کے ساتھ عرب میں پتھر بکھرا ہوا ہے۔ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں لیکن اگر ہمارا جنگی مقصد اتنا بلند نہ بھی ہوتا تو اس صورت میں بھی اس سرزمین کی خاطر جانیں لڑانا کچھ مہنگا سودا نہ تھا۔“

## جنگ الیس

ولجہ کی شکست کے بعد ایرانی لشکر الیس کے مقام پر جمع ہونے لگا جو اوبلہ اور حسری کے درمیان دونوں شہروں سے یکساں فاصلے پر واقع ہے۔ الیس میں ایرانیوں نے عسائی مذہب رکھنے والے عرب بدوی قبائل کا ایک لشکر تیار بھی فراہم کر لیا۔ بنو بکر بن ایل کے بہت سے قبیلے مثنیٰ سے سخت بیزار تھے وہ سب جوق جوق اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ خالد بن ولید نے حنفیہ کے مقام پر اپنی ایک جمعیت عقب کی حفاظت کے لئے متعین کی اور خود متحدہ ایرانی اور قبائلی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ پہلے بدوی قبائل نے خالد بن ولید کے لشکر پر حملہ کیا۔ خالد بن ولید نے ان کے سردار کو قتل کر دیا۔ پھر ایرانی لشکر آگے بڑھا۔ بڑی دیر تک

گھسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ دونوں پہلے برابر نظر آ رہے تھے۔ خالدؓ نے اپنی فوج کے دو دستوں کو الگ کر کے حکم دیا وہ دائیں اور بائیں سے چکر کاٹ کر ایرانی لشکر کے عقب پر حملہ کر دیں۔ یہ چال کار گر ثابت ہوئی۔ ایرانی لشکر میں افراطفری پھیل گئی۔ وہ سرسبز ہو کر بھاگے۔ اور کھانوں سے بھرے ہوئے دسترخوان چھوڑتے گئے۔ جو عقب میں لشکر کے لئے بچھائے جا رہے تھے۔ عربوں نے ان دسترخوانوں پر بیٹھ کر ایران کے لذیذ کھانوں پر ماتھ صاف کئے۔ حسب معمول مسیح کی خوشخبری ساتھ مال غنیمت کا خمس دربار خلافت میں بھیجا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ غنمۃ اللہ کی اسلامی فوج کے کارناموں کا حال سنکر بہت خوش ہوئے۔

## حزای کی تسخیر

ائیس کی جنگ نے ایران کے لشکر اور بدوی قبائل کی طاقت مزاحمت کی کمر توڑ دی۔ خالدؓ لشکر لے کر شریعت رفتار سے حزای کی طرف بڑھنے لگے۔ خالدؓ نے امینیہ کے شہر کو چانک آن لیا۔ جو حزای کی طرح بادشاہ کی ندی پر واقع تھا اور ویسا ہی اہم شہر تھا۔ امینیہ کے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مال غنیمت میں ایک ایک سوار کے حصے میں پندرہ پندرہ سو درہم آئے۔ امینیہ کی تسخیر کی اطلاع دربار خلافت میں پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔  
”یا معشر القریش! تمہارے شیر شیر اسلام نے ایرانی پیتے کو جنگ میں

بچھا ڈیا ہے اور اس کا شکار بھی لیا ہے۔ خالد بن ولید کی پیدائش کے بعد  
 عورتوں کے جسم پر ہونے لگے کوئی ماں دوسرا خالد نہیں جنے گی۔  
 انیسویں میں خالد بن ولید نے فوج کو کشتیوں پر سوار کرایا مکہ مدی کی  
 راہ سے حری کی طرف اہرام کریں حری کے ایرانی مرزبان دگر نہا آؤ  
 نے اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ وہ نہروں کے بند توڑ دے۔ مدی کا پانی پایاب  
 ہو گیا کشتیاں چلنے سے رک گئیں۔ خالد بن ولید نے کشتی بانوں سے پانی کے  
 پایاب ہو جانے کی وجہ دریافت کی اور موقع پر پہنچ کر آواز دے کے  
 بیٹے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ بند از سر نو باندھے گئے۔  
 اور مدی کا پانی کشتی رانی کے لئے پھر آیا۔ خالد بن ولید کی فوج نے آگے  
 بڑھ کر خوارق اور نجف کے قلعوں پر قبضہ جما لیا اور حری کے سامنے صفیں  
 تہہ تہہ کیں۔ ایرانی گورنر دریا پار بھاگ گیا۔ حری کے لوگوں نے پہلے  
 قلعہ بند ہو کر مقابلے کی ٹھانی لیکن عیسائی راہبوں نے جن کی خانقاہ شہرِ نبیہ  
 سے باہر تھی لوگوں کو ہمتیار ڈالنے اور اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔  
 شہر والوں کے نمایندے تحالف لے کر خالد بن ولید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
 معاہدہ لکھا گیا۔ خالد بن ولید نے معاہدہ اور تحالف دربار خلافت میں بھیج  
 دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے معاہدہ کی شرطیں منظور فرمائیں۔ اور  
 تحالف اس شرط پر قبول کر کے بیت المال میں داخل کر دیئے کہ ان  
 کی قیمت حری والوں کے خراج سے وضع کر دی جائے۔ یہ پہلا معاہدہ  
 تھا جو مسلمانوں نے عرب سے باہر غیر مسلموں کے ایک شہر سے کیا۔

اس معاہدہ کے الفاظ کا ترجمہ بصورت ذیل ہے۔

”یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے ابن عسدی - عمرو  
ابن عبدالمسیح اور ایسا بن قبیہ سے جن کو اہل حرہ  
نے اس مقصد کے لئے اختیار کیا ہے طے کیا کہ اہل حرہ  
سلاسل ایک لاکھ نوے ہزار درہم خراج دیا کریں گے۔  
یہ خراج حرہ کے پادریوں اور غلام لڑکوں پر یکساں طور  
پر عاید کیا جائے گا صرف وہ فقرائے مستثنیٰ ہوں گے  
جو تارک الدنیا بن چکے ہیں۔ اس خراج کے سلسلہ میں  
مسلمان شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر وہ  
حفاظت سے قاصر رہیں گے تو اخراج معطل سمجھا جائے گا  
اگر اہل شہر نے قول یا فعل سے اس معاہدہ کی شرط کی  
خلاف ورزی کی تو معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا۔“

خالد بن ولید نے اہل حرہ سے معاہدہ طے کرنے کے بعد اپنے لشکر سمیت  
عراق کی فتح پر آٹھ لاکھ نفل نماز شکرانہ باجماعت ادا کی۔ اور اس دن سے  
حرہ کے درو دیوار پانچ وقت کی نمازوں کے لئے اذان کی آواز سے  
گوجننے لگے حرہ کی تسخیر کی اطلاع پا کر گرد و نواح کے علاقوں کے ہمسایان  
(دربار ایران کے کارندے جو غلامین یعنی کافروں سے مالیہ اور لگان  
وصول کیا کرتے تھے) خالد کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت کا دم  
بھرنے لگے۔ خالد نے سب کو ذاتی تہہ و تدبیر سے کراہن دی۔ خراج



ادا کرنے کے لئے پچاس دن کی مہلت دی جاتی تھی اور اتنے دن اُن کے کچھ آدمی بطور یرغمال رکھ لئے جاتے تھے۔ خراج کی وصولی پر باقاعدہ رسید دی جاتی تھی۔ جس کی تصدیق نو مسلمان لفر کیا کرتے تھے۔ ذمی بن جانے کے بعد کسی کے جان و مال سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کی حفاظت کرنا سب سے مقدم فرض سمجھا جاتا تھا۔ اطاعت کے قبول کرنے والے شہروں، قصبوں اور محالوں کے ساتھ باقاعدہ معاہدے طے کئے جاتے تھے۔ خراج کی قسم کا تعین باہمی گفت و شنید سے ہوتا تھا۔ خالد بن اس بارہ میں اپنی فوج سے رائے لینا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ اور عام رضامندی کے بغیر کوئی معاہدہ طے نہیں کرتے تھے۔

خالد بن اس وقت تک عراق کی اس ساری زمین پر جو دریائے فرات کے مغرب میں واقع ہے قابض ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ دریائے فرات کے زیریں مشرقی خطہ بدر بھی جو حزی کے جنوب میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے سے لے کر وادی کے مغربی کنارے تک واقع ہے اپنا تسلط جما چکے تھے۔ خالد بن نے تسلط قائم رکھنے اور زمینوں کی حفاظت کرنے کے لئے جا بجا چھاؤنیاں ڈالیں اور چوکیاں قائم کیں۔ اس کے علاوہ اپنے لشکر کے پانچ متحرک کالم بنائے جو ہر وقت کوچ پڑا ہوا رہتے تھے۔ خراج لینے اور حفاظت کرنے کے سوا اسلامی فوج مقامی انتظامات میں کسی قسم کا دخل نہیں دیتی تھی۔ ہر جگہ کا حکومتی اور عدالتی انتظام وہیں کے لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔

خالد بن ولید سے حجاز تک کوئی ہمارا میل طول کا مسلاہ نہ کرنے میں صوف تین ماہ صرف ہوئے دربار خلافت سے ایران کے دار السلطنت مدین کی طرف پیش قدمی کرنے کے احکام صادر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے خالد بن ولید مشن کو انتظار کرنا پڑا۔ خالد بن ولید کہتے تھے کہ میرا وقت حوزہ کی طرح کھیلنے میں فضول گزر رہا ہے۔

### جزیرہ میں یلغاریں

حاکم کو بیکار بیٹھے رہنا گوارا نہ تھا اس لئے انہوں نے جزیرہ کی سرزمین میں جو فرات اور دجلہ کے درمیان واقع ہے۔ سرگرمیاں شروع کر دیں۔ جزیرہ کے علاقے میں حرمی کے قریب انبار اور عین تمر کی ایرانی چھاؤنی واقع تھیں۔ خالد بن ولید نے پہلے انبار کی چھاؤنی پر چڑھائی کی۔ جو حرمی کے شمال میں دریا سے فرات کے مشرقی کنارے پر واقع تھی۔ حاکم نے بڑے اور بیکار آدمیوں کو ذبح کر کے ان کی نعشیں خستہ میں ڈال دیں اور اس طرح فوج کے گزرنے کے لئے پل بنالیا۔ اور شہر پر حملہ کر دیا۔ انبار کے ایرانی گورنر مہران نے مسلح کی درخواست پیش کی۔ اسے شہر سے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اور انبار پر خالد بن ولید قبضہ جمایا۔ مہران نے انبار سے نکل کر عین تمر میں جو انبار سے مغرب میں تین منزل کے فاصلے پر واقع تھا ایرانی اور قبائلی فوجیں اکٹھی کیں۔ خالد بن ولید نے عین تمر پر حملہ کر دیا۔ مہران کے قبائلی لشکر میں بھلاہ قبیلہ

کے قبیلہ کے لوگ بنی تغلب بھی شامل تھے۔ بنی تغلب نے خالدؓ کے لشکر پر حملہ کیا اور شکست کھائی۔ خالدؓ نے اُن کے ایک سردار کو اپنے ہاتھ سے گرفتار کیا۔ مہران جو قلعہ کے رُج پر سے جنگ کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ قبائل کی شکست کا حال دیکھ کر بھاگ گیا۔ شہر والوں نے مقابلہ جاری رکھا اور خالدؓ کی فوج فاتحانہ حیثیت سے طُوقی بھرتی شہر میں داخل ہوئی۔ ایک مکان سے چالیس نوجوان لڑکے برآمد کئے گئے یہ نسطوری کیسا کے طالبِ علم تھے۔ خالدؓ نے انہیں امان دی۔ وہ سب کے مسلمان ہو گئے۔ عینِ قر کے اکثر جوان اس جنگ میں مارے گئے۔

## دومۃ الجندل

خالدؓ ابھی اس معرکہ سے فارغ ہوئے تھے کہ انہیں عیاضؓ کا پیغام ملا کہ میں ابھی دومۃ الجندل کے قبیلوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ خالدؓ حرّی میں عیاضؓ کے لشکر کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ پیغام پا کر انہوں نے عیاضؓ کی مدد کے لئے جانے کی ٹھان لی۔ قاصد کو ذیل کے مضمون کا منظوم پیغام دے کر دوڑایا: ”مٹھو دوست ذرا انتظار کرو تمہاری مدد کے لئے لشکر پہنچ رہا ہے۔ فوج کے پیچھے فوج چڑھی چلی آتی ہے جس کے نیزے اور تلواریں چمک رہی ہیں۔“

خالدؓ غنقرہ سی جمعیت لے کر دومۃ الجندل جا پہنچے۔ جہاں دوسرے رئیس الیہداد جو دی بنی کلب اور بنی بجسہ کی امداد پا کر

عیاض سے پڑ رہے تھے۔ اُدھر شمال کی طرف بنی غسان کا رئیس جبالہ ایک لشکر لے کر ان لشکر قبائل کی امداد کے لئے آ رہا تھا۔ اکیدر کو خالدؓ کی آمد کا حال معلوم ہوا تو اس کے احوال خطا ہو گئے کیونکہ وہ ایک سابق جنگ میں خالدؓ کے ہاتھ دیکھ چکا تھا۔ اکیدر خالدؓ کے سامنے تسلیم ہونے کے لئے جا رہا تھا کہ خالدؓ کے لشکر کی ایک جمیعت نے اُسے راستے ہی پر ماریا۔ اور اُسے قتل کر دیا۔ خالدؓ نے عیاض کو بنی غسان کے مقابلے پر بھیجا اور خود دومتہ الجندل پر حملہ کر دیا۔ دومتہ الجندل کے قبائل خالدؓ کے حملوں کی تاب نہ لا کر قلعہ نشین ہو گئے۔ اُدھر عیاض نے بنی غسان کو شکست دی۔ لیکن ان کا سردار جبالہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ عیاض اپنا لشکر لے کر لوٹ آئے۔ ایک طرف سے خالدؓ نے دوسری طرف سے عیاض نے دومتہ الجندل کے قلعے پر حملہ کیا۔ بنی کلب کہلاتوں کے ایک حلیف بڑی رئیس عقرہ نامی نے امان دے دی۔ لیکن دوسرے قبائلی جوان قتل کر دیئے گئے۔ دومتہ الجندل کی فتح کے بعد خالدؓ نے عقرہ کی سرکردگی میں اپنے لشکر کا ایک حصہ واپس حجاز بھیج دیا۔ اہل حجاز نے اس لشکر کا بڑا تپاک خیر مقدم کیا اور یا بے بجاتے ہوئے استقبال کو نکلے۔ حجازی کے انتظام کے لئے خالدؓ قفقاع نامی ایک شخص کو اپنا جانشین بنا گئے تھے۔ وہ بھی اپنی جمیعت کے ساتھ فاتح فوج کے خیر مقدم کے لئے شہر سے باہر آئے۔

## شمالی عراق کی مہمیں

خالد بن ولیدؓ دومتہ الجندل کی طرف عیاض کی مدد کے لئے گئے تو جزیرہ کے ایرانی لشکر اور ایرانیوں کے حلیف عرب عیسائی قبائل نے موقع کو غنیمت جان کر پسر سرائیا یا قعقاع کے پاس کافی فوج نہختی اس لئے وہ خالدؓ کی غیر موجودگی میں صرف انبار اور عین تمر کی چھاؤنیوں کی حفاظت بمشکل کر سکے۔ خالدؓ دومتہ الجندل کی مہم سے واپس لوٹے تو انہیں ایرانیوں کی تازہ سرگرمیوں اور بنی تغلب کی تشددات کا حال معلوم ہوا۔ خالدؓ نے قسم کھائی کہ میں بنی تغلب کی آبادیوں پر حملہ کر کے سانپ کا سر اس کے بل کے اندر گھولوں گا۔ عین تمر کو مرکز بنا کر خالدؓ نے عیاض کو حرا کی فوجی حاکم مقرر کیا۔ قعقاع کو ایک جمعیت دے کر جزیرہ میں ایرانیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور خود بنی تغلب کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ قعقاع نے جزیرہ میں ایرانی سپاہ کو شکست دی اور خالدؓ نے بنی تغلب کا سر گھلا۔ خالدؓ نے ان کی بستیوں پر کئی شہنشاہ مارے اور اونے مالے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کو زچوں کو گرفتار کر لیا

## جنگ فراض

بنی تغلب کی سرکوبی سے فارغ ہو کر خالدؓ دریائے فرات کو عبور کر کے فراض کے مقام تک پہنچ گئے جو سلطنت روم کی سرحد

سے بہت نزدیک واقع تھا فراہن سے رومیوں کی فوجی چوکیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ خالد بن ولیدؓ نے رمضان ۱۰ گلسہ پجری کا مہینہ یہ ہیں بسر کیا۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ خالد بن ولیدؓ اس جگہ سے ٹلنے کا نام نہیں لیتے تو انہوں نے ایرانیوں کی سرحدی چوکیوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ کچھ بدوی قبائل بھی ساتھ ہو گئے۔ ایرانیوں۔ رومیوں اور عیسائیوں عربوں کا یہ متحدہ لشکر دریائے فرات کو عبور کر کے خالد بن ولیدؓ کے لشکر سے نبرد آزما ہوا۔ مسلمانوں نے اس متحدہ لشکر کو شکست فاش دی۔ اتحادیوں کے لشکر کا کثیر حصہ میدان جنگ میں کھیت رہا۔

خالد بن ولیدؓ اب شمالی عراق میں دریائے فرات کے دونوں طرف کے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ دشمن کا سر کچلا جا چکا تھا۔ بدوی قبائل بھی مطیع ہو گئے تھے۔ ابھی انہیں دربار خلافت سے سلطنت ایران کے پائے تخت ملانے پر بڑھائی کرنے کے احکام موصول نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے خالد بن ولیدؓ نے فرصت کو غنیمت جان کر فریضہ حج ادا کرنے کی ٹھان لی۔ لشکر کو حکم دیا کہ وہ منزل بمنزل حرہ کی طرف جائے خود وہ خفیہ طور پر تنہا مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سال خود حضرت ابوبکرؓ امیر حج تھے۔ انہیں بھی خالد بن ولیدؓ کے مکہ آنے کی خبر نہ مل سکی۔ خالد بن ولیدؓ کا لشکر جو حرہ کی طرف جدا تھا یہ سمجھا رہا کہ خالد بن ولیدؓ ابھی مختصر جمعیت کے ساتھ فراہن ہی میں مقیم ہیں۔ خالد بن ولیدؓ خفیہ طور پر

فریضہ حج ادا کر کے واپس حجازی چلے گئے اور اس وقت وہاں پہنچے جب اُن کے لشکر کے عقبی دستے شہر میں داخل ہو رہے تھے خلیفہ کو بڑی دیر کے بعد خالد بن ولید کے اس اقدام کی اطلاع ملی۔

خالد بن ولید بھی حجازی میں تھے کہ ماہ صفر ۳۳ھ ہجری مطابق اپریل ۶۵۴ء میں انہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان ملا کہ وہ اپنی آدمی فوج کو مثنیٰ کی قیادت میں عراق چھوڑ کر اپنے نصف لشکر کے ساتھ اُن مسلمان سالاروں کی کمک کے لئے روانہ ہو جائیں جو شام کے ملک بن قیسہؓ کی فوج کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ اس فرمان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو مثنیٰ یہ بھی لکھ دیا کہ ”پھر ایسی حرکت کا ارتکاب نہ کرنا کہ اپنے لشکر کو چھوڑ کر خود حج کے لئے روانہ ہو جاؤ۔“

### جنگِ بابل ۳۳ھ

خالد بن ولید آدھا لشکر لے کر شام کے محاذ پر چلے گئے۔ مثنیٰ کے پاس نکل آئے تو ہزار فوج رہ گئی جس کے بل پر انہیں عراق کے تمام مفتوحہ علاقوں میں امن قائم رکھنا اور سرحدات کی حفاظت کرنا تھا۔ خالد بن ولید نے اپنی روانگی کے ساتھ ہی عورتوں، بچوں اور مریضوں کو عربستان میں جانے کا حکم دے دیا تھا کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ ان کی غیر حاضری میں ایرانی کچھ گڑ بڑ مچائیں گے۔ خالد بن ولید کا یہ اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ ایران میں انہی دنوں ایک نیا شہزادہ شہر ذاذ پور اور دیشیر تخت شاہنشہی پر

متمکن ہوا تھا۔ اُسے خالد بن کے شام کی طرف جانے کی اطلاع ملی  
تو اس نے اپنے سپہ سالار ہرمز عافد و دیگر کو دس ہزار کی جمعیت کے  
ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور مشی کو تہک میز  
خط بھیجا جس میں لکھا گیا تھا کہ میں تمہارے مقابلے کے لئے تجوں  
لغنگوں اور خنزیر چرانے والوں کا لشکر بھیج رہا ہوں جو تمہیں  
عراق کی سرزمین سے باہر نکال کر رہیں گے، مشی نے جواب بھیجا  
تو یا تو جھوٹا ہے یا لپاٹا۔ اگر تو سچا ہے تو خدا کی شان کے قربان  
جائیے جس نے تجھے اس حال تک پہنچا دیا کہ تو لچتوں لغنگوں اور  
خنزیر چرانے والوں کی پناہ لینے پر مجبور ہو رہا ہے۔

مشی کے پاس بہت مختصر سی جمعیت تھی تاہم اس بہادر  
جرنیل نے ہرمز کا انتظار کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر اُسے روکنے کا  
قصد کر لیا۔ مشی کی جمعیت برس فرد کے کھنڈروں میں سے گزرتی  
ہوتی دریائے فرات کو عبور کر کے بابل کے کھنڈروں تک جا پہنچی  
وہیں مشی نے ڈیرا جمایا اور اپنے دو بھائیوں کو مینہ اور مسرہ کی کمان  
دی۔ ہرمز نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ ایرانی اپنے ساتھ ایک جنگی ہاتھی  
لائے تھے۔ جو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا۔ مشی نے  
اپنے چند ساتھیوں کو لے کر اس جانور کو گھیر لیا اور خود مشی نے ایسی  
جگہ یزہ مارا کہ ہاتھی چنگھاڑ کر گر پڑا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ایرانیوں  
پر ہلہ بول دیا۔ ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ مدین کی طرف



ایسے بھاگے کہ پیچھے کی طرف دیکھنے تک کی جرات نہ کی مسلمان تعاقب کرتے ہوئے دامن کے دروازوں تک پہنچ گئے۔

مثنیٰ نے ایرانیوں کے مزید حملوں کے خیال سے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں ملک کے لئے درخواست بھیجی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ اگر آپ ان مرتدین کو جواب تائب ہو چکے ہیں جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دے دیں تو عرب کے بہت سے لوگ جوش و خروش سے میدان جنگ کی طرف ٹوٹ پڑیں گے۔ مدینہ سے اس درخواست کا جواب آنے میں دیر ہو گئی تو مثنیٰ خود مدینہ پہنچے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ مرض الموت میں مبتلا تھے اور ایک دن پہلے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے مثنیٰ نے حاضر ہو کر عراق اور ایران کی صورت حال پیش کی اور کہا کہ مزید شکر کے بغیر دماں کی پوزیشن کا سنبھالنا بہت کٹھن کام ثابت ہو گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مثنیٰ کا بیان سن کر حضرت عمرؓ کو بلایا اور انہیں حسبِ قیل و صیت کی۔

”ایک لشکر فی الفور مثنیٰ کی کمان میں دے دینا۔ اس میں ذرہ بھر تاخیر سے کام نہ لینا۔ اگر میں جیسا کہ میرا خیال ہے آج ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو شام سے پہلے ایک لشکر ان کی تحویل میں دے دینا۔ اگر میں رات تک جیتا رہوں تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ میری موت کا غم تمہیں دین کی خدمت اور

فریضۃ الہی کی طرف سے غافل کر دے۔ تم نے دیکھا کہ  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کس ہمت  
 سے کام لیا تھا۔ حالانکہ رسولؐ کی وفات سے بڑھ کر عالم  
 کے لئے اور کوئی صدمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر میں اس وقت  
 اللہ اور رسولؐ کی طرف سے عاید ہونے والے فرس کی  
 بجائے آوری میں کوتاہی کرتا اور اسی وقت کمر ہمت نہ  
 باندھ لیتا تو دین پر آفت آجاتی۔ شہر میں بغاوت پھوٹ  
 پڑتی۔ اور عمر بن خطابؓ کو جب ملک خلا ملک شام میں مسلمانوں  
 کو فتح عطا فرمائے تو عراق کی فوجیں واپس عراق بھیج دینے  
 کیونکہ وہی فوج اس جگہ کے لئے موزوں ہے اور  
 وہی اس کا بہتر انتظام کر سکتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس آخری وصیت کے مطابق ان کے  
 جانشین حضرت عمر فاروقؓ نے فوج کو عراق کی مہتموں کے لئے بھیجا اس کا  
 حال ہم اگلے باب میں جا کر بیان کریں گے۔ اب سرزمین شام کے ان  
 معرکوں کا حال سنئے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں اسلام  
 کے لشکروں نے اس ملک میں سر کرکئے۔

# شام پر لشکر کشی ۱۲ھ ہجری مطابق ۶۳۳ء

## خالد بن سعید

۱۲ھ ہجری کے آغاز میں جب خلیفۃ الرسول ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ سے عہدہ عراق کی مہم کے لئے متین کیا تو ایک اور مقتدر صحابی خالد بن سعید کو ایک عسکری جمعیت کا کماندار بنا کر شام کی سرحد کی طرف بھیجا۔ خالد بن سعید کو ہدایات نہ تھیں کہ وہ سرحدات کی حفاظت کریں اور رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں پیش قدمی سے کام لیں اگر رومی سپاہ اور رومی دربار کے زیر اثر رہنے والے قبائل اُن سے لڑیں تو وہ بھی مقابلہ کریں۔ لیکن دشمن کے تعاقب میں اس ملک کے اندر بہت دور تک آگے نہ نکل جائیں۔ ان ہدایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کسری اور قیصر کے خلاف بے یک وقت جنگی معرکہ جاری کرنے کے خواہاں نہ تھے۔ اور چاہتے تھے کہ عراق کی مہم کے دوران میں شام کی سرحد پر محض احتیاطی دفاعی تدابیر اختیار کی جائیں۔

خالد بن سعید نے بارگاہِ خلافت کے حسب فرمان شام کی سرحد پر پہنچ کر دادی تہما میں چھاؤنی ڈال لی اور وہاں بیٹھ کر گرد و پیش کے

حالات کی رفتار کا جائزہ لینے لگے۔ شام کے رومی سرحد داروں نے جب فادویٰ تیا میں اسلامی فوج کے اجتماع اور قیام کی خبریں سنیں تو انہوں نے بھی اپنی جانب بنی عثمان کے عسائی عربوں اور دیگر قبیلوں کا لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ رومیوں کی ان جنگی تیاریوں کو دیکھ کر خالد بن سعید نے بارگاہ خلافت سے رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت حاصل کر لی اور لڑائی چھیڑ دی۔ رومی پیچھے ہٹنے لگے۔ خالد آگے بڑھتے گئے۔ تا آنکہ خالد نے بحیرہ مردار کے مشرق میں رومیوں کے ایک کالم کو جالیا اور اسے مار کر تتر بتر کر دیا۔ خالد بن سعید کی فوج ملک شام میں بہت دُور تک آگے بڑھ گئی تھی اور شامی قبائل ہر طرف آمادہ پیکار نظر آتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مدینہ سے ملک طلب کی۔ کچھ فوج یمن کی مہم کو ستر کرنے کے بعد ابھی ابھی واپس آئی تھی۔ عمرو بن ابو جہل اور یمن کے ایک حمیاری سردار ذوالکلاع اس فوج کے کمان دار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں کو شام کی مہم پر روانہ کر دیا تا کہ خالد بن سعید کی مدد کریں اس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق نے بنی قضاء کے سرداروں عمرو اور ولید کے نام فرمان بھیجا کہ ”اگر وہ چاہیں تو ایسے کاؤں میں شریک و شامل ہو جائیں۔ جس میں دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیوں کی بھلائی ہے۔“ عمرو نے جواب بھیجا کہ ”آپ کے خادم تو اسلام کی کمان میں استعمال ہونے والے تیر ہیں اور آپ تیر انداز ہیں۔ یہ آپ کی رضا ہے کہ جس تیر کو

چاہیں کہاں کے چلے پر چڑھا کر جس طرف چاہیں چلا دیں۔ یہ جواب پا کر خلیفہ نے ولیہ کو خالد بن سعید کے ساتھ جانے کا حکم بھیجا اور عمرو کو فرمان دیا گیا کہ وہ ایلہ کے راستے مقدس سرزمین کے جنوب کی طرف بڑھے۔

## مرج السفار کی جنگ

خالد بن سعید کو جب یہ اطلاع ملی کہ ان کی مدد کے لئے کمک سر کمک آ رہی ہے تو وہ دربار خلافت کی بیایات سے بے پروا ہو کر اور آگے بڑھ گئے۔ رومی جرنیل ہامان نے خالد بن سعید کے لشکر کو دمشق کی جانب حکیل کر اس کے عقب کی راہیں بند کر دیں۔ بحیرہ طبریہ کے مشرق میں مرج السفار کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ خالد بن سعید نے شکست کھائی۔ ان کا بیٹا جنگ میں مارا گیا۔ اور خالد سر اسلمی کے عالم میں پسا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ تا آنکہ انہوں نے وادی القری میں آ کر دم لیا۔ رومی فوج تعاقب کر رہی تھی۔ اسے عکرمہ نے سرحد پر روکا۔ اور خالد کی فوج کے منتشر افراد کو جمع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خالد بن سعید کی شکست اور ان کے فرار کی اطلاع ملی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ انہوں نے خالد کو حکم بھیجا کہ تمہیں ادھر آنے کی اجازت نہیں تم اس کی حالت میں تو بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہو لیکن جنگ میں نامرد بن جاتے ہو۔ میں تمہاری شکل تک دیکھنے سے

ہزار ہوں! حضرت صدیقؓ نے اپنے اہل دربار سے یہ بھی کہا کہ  
 البتہ عمرؓ اور علیؓ اس شخص کو مجھ سے بہتر جانتے تھے۔ مگر میں اُن کا  
 کہنا مان لیتا اور اُسے اس مہم پر نہ بھیجتا تو اسلامی لشکر کو اس قلت  
 کا سامنا نہ ہوتا۔

## شام کے لئے لشکر کا اجتماع

مرج السفار کی شکست نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شام کی  
 سرزمین پر عام لشکر کشی کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ دربار خلافت  
 سے مسلمانوں کے نام فرمان صادر کیا گیا کہ وہ شام کی مہم میں شامل  
 ہونے کے لئے مدینہ پہنچ جائیں۔ فرمان کے الفاظ یہ تھے۔  
 ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ عبداللہ بن ابوقحافہ کی طرف  
 سے تمام مسلمانوں کے نام سلام اور دعائے حفاظت  
 کے بعد واضح ہو کہ میں مسلمانوں کو شام کی مہم پر بھیجنے  
 کا ارادہ کر رہا ہوں۔ تاکہ اس ملک کو کافروں سے  
 نجات دلائیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دین کے  
 لئے لڑنا اللہ کی بہترین عبادت ہے۔

خلیفہ اسلام کے اس بغیر عالم کے جواب میں مدینہ مکہ۔ طایف  
 نجد۔ یمن۔ یلمہ اور دوسرے اقطاع عرب کے مسلمان مدینہ کی طرف  
 چل پڑے اور مدینہ کے قریب جوزف کے میدان میں لشکر جمع ہونے

لگا۔ ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام نے جن میں ایک سو صحابہ بدر بھی شامل تھے۔ اس مہم کے لئے اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کر دیں۔ مکہ سے اوسفیانؓ اور سہیلؓ ایسے رُسا اور شیوخ تک بھی حاضر ہو گئے۔ یمن اور نجد کے شریف و نجیب رئیسوں نے عام سپاہیوں کی طرح اپنی جنگی خدمات پیش کیں۔ صحابہ بدر سے لے کر قبائلی رئیسوں تک مقتدر اور ممتاز حیثیتیں رکھنے والے افراد ہر اس کماندار کے جھنڈے تلے اپنے پر آمادہ ہو گئے جسے خلیفۃ الرسولؐ نے مقرر کرنا مناسب خیال کیا۔

یثرب جو زلف کے میدان میں جہاد ہو رہا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اس لشکر کے کالم یکے بعد دیگرے تیار کر کے مناسب ہدایات کے ساتھ شام کی سرحد کی طرف روانہ کرتے جاتے تھے۔ عساکر کی روانگی کی کیفیت وہی تھی جو خلیفۃ الرسولؐ نے سامراء کے لشکر کو روانہ کرتے وقت دو سال پہلے اختیار کی تھی۔ آپ کماندار کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ پابیاہہ دُور تک جاتے تھے اور اُسے مناسب ہدایات اور آخر میں دُعا سے نصرت دے کر واپس آجاتے تھے۔ حضرت صدیقؓ ہر کماندار کو اس جہم کی نصحتیں کرتے تھے کہ ”علم و ہنر ایمانی کے بغیر کسی مصرف میں آنے کی چسپند نہیں ہر کام کی خوبی نیت کی درستی پر موقوف ہے۔“

قرآن مجید میں جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب عظیم بتایا گیا ہے۔ ان باتوں کو خود بھی ذہن نشین کر لو اور اپنے سپاہیوں کو بھی یاد کرو کہ حسبِ تم انہیں قتال کے لئے ابھارو تو محقر سے الفاظ استعمال کیا کرو

کیونکہ لمبی تقریروں میں حرف مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ جس کا رخیہ برقم  
جا رہے ہو یہ تمہارے لئے دنیا میں عزت و کامرانی۔ فتح و نصرت  
اور مال و دولت کے انعام لائے گا اور آخرت میں تم اس کی بدولت  
نجات پاؤ گے۔

غرض سالہ ہجری کے آغاز میں خلیفہ اسلام حضرت ابو بکر صدیقؓ  
نے پہلے ثمر جیل کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا اور ہدایات دی  
گئیں کہ وہ ولید کی جگہ لے جو خالد بن سعید کے ساتھ شکست کی ذلت  
کا شریک تھا اس کے بعد یزید ابن ابوسفیانؓ کی قیادت میں دوسرا کالم  
روانہ کیا جس میں قریش مکہ کے بہت سے سردار شامل تھے۔ یزید  
کے پیچھے معاویہؓ بن ابوسفیانؓ ایک اور لشکر لے کر روانہ ہوئے۔  
ایک اور لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کی قیادت میں چلا۔ عکرمہؓ اور عمروؓ شام  
کی سرحد پر اپنے مورچوں پر پہلے سے ڈٹے ہوئے تھے ثمر جیل  
کا کالم حسب ہدایت عکرمہؓ کی چھاؤنی سے آگے بڑھ کر خیمہ زن ہوا۔  
یزید اور معاویہؓ کا لشکر آگ محاذ پر بڑھنے لگا۔ ابو عبیدہؓ کا کالم  
عمروؓ کے کیمپ کے قریب فروکش ہوا جو وادی عرابہ میں چھاؤنی  
ڈالے پڑے تھے۔ اس طرح اسلامی لشکر نے شام پر پڑھائی کرنے کے  
لئے چار جنگی محاذ قائم کر لئے۔ عکرمہؓ کی کمان میں چھ ہزار فوج تھی۔  
جسے ریزہ قرار دیا اور باقی چار کالموں کے لشکر کی کمان تھیں۔  
سے اوپر تک پہنچ گئی۔ عرب کے بدوی قبیلے اپنے بال بچوں کو



بھی ہمراہ لے آئے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ہمس فوج حاصل کر کے شام و فلسطین کی زرخیز و شاداب سرزمین میں آباد ہو کر رہیں گے۔

## ملک شام میں اقدام

ملک شام پر چڑھائی کا جنگی نقشہ خود حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تیار کیا تھا۔ اور اسی کے مطابق ہر کالم کے سالار کو ہدایات دی گئی تھیں۔ ابو عبیدہؓ کو حمص کی ولایت میں۔ یزید کو دمشق کی ولایت میں شرجیلؓ کو دادئی یردون میں اور عمروؓ کو فلسطین میں یلغاریں کرنے کے احکام دیے گئے تھے۔ محرم سنہ ہجری مطابق مارچ سنہ ۶۳۲ء میں اسلامی لشکر کے ان چاروں کالموں نے اپنی اپنی منزلیں مقصود کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ابو عبیدہؓ بلقار سے ہوتے ہوئے جابیہ کی طرف بڑھے۔ راستے میں آب کے عرب قبائل نے قدرے مزاحمت کی لیکن وہ جلد رام ہو گئے۔ یزید بن ابوسفیان کا لشکر دمشق کی ولایت میں گھس گیا بحیرہ مرمار کے جنوب میں دادئی غرابہ میں ایک رومی لشکر نے مقابلہ کیا۔ اور شکست کھائی۔ یزید کا کالم دائن کے مقام تک بڑھ گیا۔ ابو عبیدہؓ کا کالم سب سے مشرق میں تھا۔ شرجیل کا لشکر دریائے یردون اور دریائے طبریہ کی وادی میں غور کے نشیبوں تک پہنچ گیا۔ اب شام و فلسطین کی مستقل رومی چھاؤنیاں ان اسلامی لشکروں کے سامنے تھیں۔ یزید کا کالم بصری کو اور عمروؓ کا کالم جبرو

کو تہدید کر رہا تھا۔

## رومی فوجوں کا اجتماع

شام و فلسطین میں اسلامی لشکر کے اقدام کی اطلاعیں پا کر ہر قتل قیصر روم خواب غفلت سے بیدار ہوا اُسے سان گمان بھی نہ تھا کہ عرب کے مسلمان اہل طسج کے جنگی اقدام کی باقاعدہ مہم شروع کر دیں گے۔ اس کا خیال تھا کہ عرب سرحدات شام پر چھاپے مارنے کے سوا اور کوئی جنگی اقدام نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ برقیل قسطنطنیہ سے چل کر حمص پہنچا۔ جہاں اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے فوجیں جمع کیں اور مسلمانوں کے چاروں کالموں کی پیش قدمی روکنے کے لئے چار ہزار لشکر طیار کر کے۔ رومی فوجوں کا سپہ سالار ہر قتل کا بھائی ھیتوڈرک تھا جس کی رکاب میں تو سے ہزار فوج تھی۔ عرب تو رخیں کے ریکارڈ میں ایک رومی افسر کا نام جبر جہ بھی آیا ہے۔ جو غالباً حبارج کی تعریب ہے۔

رومی فوجوں کے اس اجتماع عظیم کی اطلاع پا کر اسلامی لشکر کے سالاروں نے باہم مشورہ کیا کہ اس کے مقابلے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے۔ عموماً کی تجویز تھی کہ اسلامی لشکر کے چاروں کالموں

کو ایک مقام پر جمع کر لیا جائے اور اس طرح متحد اور یکشت ہو کر دشمن کی بھاری جمیئت کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ قاصد بھیج کر حضرت ابوبکر صدیق سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی اس تجویز پر صاف کر دیا اور لکھا :-

”جملہ کماندار اپنی اپنی فوجیں لے کر دریائے یرموک کے کنارے مناسب مقام پر اکٹھے ہو جائیں۔ تم خدا کا شکر ہو اس لئے تم یقیناً دشمن کو مار بھگاؤ گے۔ تمہیں اپنی تعداد کی قلت پر ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ لاکھوں کی تعداد میدان جنگ میں اپنے گناہوں کے باعث شکست کھا جاتی ہے۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ گناہ سے بچے رہو۔ ہر مجاہد اپنے رفیق کے دشمن بدوش ہو کر لڑے سوائے تمہارا حامی و ناصر ہے۔ فوج و نصرت تمہارے قدم چومے گی۔“

خلیفۃ الرسول کا یہ حکم آنے پر چاروں کماندار دریائے یرموک کے جنوب میں ایسے نقطہ پر جمع ہو گئے جہاں سے دمشق کو جانے والی شاہراہ دریا پر سے گذرتی تھی۔ اُدھر رومی لشکر کے بکھرے ہوئے کالم بھی دریائے یرموک کے شمال میں اکٹھے ہونے لگے۔ رومیوں نے اپنے کیمپ کے لئے قورسہ کا وسیع میدان تجویز کیا جو ندی کے کنارے واقع تھا اور دریائے بل کا کر تین اطراف سے اس میدان کا احاطہ کر رکھا تھا۔ تھیں جانب ایک عینت کھڑ تھا جس پر صرف ایک جگہ ایسی تھی جہاں سے گزر کر میدان میں داخل ہونا آسان تھا۔ رومی فوجوں نے

میدانِ وقوسہ میں اپنے قدم جمالے تو اسلامی لشکر بھی دریا کو عبور کر کے شمالِ کنائے پر جا پہنچا۔ اور وقوسہ کے قریب اور کھلے میدان میں ایسے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ جو میدانِ وقوسہ تک پہنچنے کی واحد گزرگاہ کو تہہ یہ کر رہا تھا۔ عمرو بن العاص نے دونوں کیمپوں کے محل وقوع کا جائزہ لینے کے بعد اپنے ساتھی جزیریلوں سے کہا ”مرحبا دوستو! رومی خود ہی نرسے میں آگئے ہیں۔ اب ان میں سے بہت کم بچ کر نکل سکیں گے۔“

دریائے یرموک کے کنائے اسلامی اور رومی فوجوں کے اس اجتماع کی تاریخیں ماہِ سفر المظفر ۱۳۱ھ ہجری مطابق اپریل ۶۲۷ء میں پڑیں۔ جس کے بعد دونوں فوجوں کے درمیان جھڑپوں اور چیلنجوں کی جھڑ جھاڑ شروع ہو گئی۔

## خالد بن ولید کا ورود

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو میدانِ جنگ کے کوا یف کی اطلاع پر برابر پہنچ رہی تھیں۔ رومی فوجوں کے اجتماعِ عظیم کے پیشِ نظر اسلامی فوج کے سالارِ مدینہ سے مکاب بھیجنے کے لئے لکھ رہے تھے۔ خلیفۃ الرسولؐ جانتے تھے کہ ابو عبیدہؓ بہت نرم دل شخص ہیں۔ عمرو بن العاصؓ ہشیار شیریں لیکن وقت پر درانداز اقدام کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ معرکہ بہت سخت اور مہم ہے۔ اس لئے حضرت

ابوبکر صدیقؓ کی نظر خالدؓ پر پڑی اور آپؓ پکار اٹھے "اس مہتم کو  
 سر کرنے کے لئے خالدؓ ہی موزوں جرنیل ہے۔ وہی اللہ کی مسد  
 کے طفیل شیطان لعین اور رومیوں کی ساز باز کو شکست دے گا۔ اس  
 خیال کا آنا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ کے نام حسب ذیل  
 فرمان لکھ بھیجا۔

"مسلمانوں کے عساکر کی امداد کے لئے جو دریائے  
 یرموک کے کنارے جمع ہو رہے ہیں فوراً روانہ ہو جاؤ  
 کیونکہ وہ بد دل سے ہو رہے ہیں۔ اپنی آدمی فوج مشن  
 کی قیادت میں عراق میں چھوڑ دو اور آدمی اپنے ساتھ  
 لے جاؤ۔ انشاء اللہ عراق سے تمہاری غیر حاضری  
 بقیہ فوج کو بد دل نہیں کرے گی۔ پس اے ابوسلیمان!  
 اٹھو اور روانہ ہو جاؤ۔ فتح و نصرت تمہارا ساتھ  
 دے خلق خدا کو اللہ کے انعامات سے معمور کر دو اللہ  
 تمہیں اپنے انعامات سے سرفراز کرے گا۔ اس بات کا  
 خیال رکھنا کہ دنیا اور اس کی لذتیں کہیں تم پر  
 قاب نہ پالیں اور تم ٹھوکر کھا جاؤ اور تمہارے اعمال  
 ضائع ہو جائیں۔ اور اس بات کا بھی خیال رہے کہ  
 تم کسی وجہ سے لوٹ نہ آنا جیسا کہ تم پہلے  
 کر چکے ہو!"

اس آخری فقرے میں خالدؓ کے اس تفسیر جج کی طرف اشارہ تھا جس کا ذکر ہسم مہاتب عراق کے سلسلے میں کر آئے ہیں خالدؓ نے یہ سمران پڑھا تو فی الفور مثنیٰ کے ساتھ فرج کی تقسیم کا کام شروع کر دیا۔ خالدؓ اپنے لشکر میں صحابہ کرامؓ کی زیادہ تعداد اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے تھے لیکن مثنیٰ نے اصرار کیا کہ تقسیم کیفیت اور کمیت دونوں کے اعتبار سے مساوی ہونی چاہیے۔ مثنیٰ کی بات مان لی گئی۔

خالدؓ آدھا لشکر لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ مثنیٰ نے صحابہ شام کے کنارے تک مشایعت کی اور پھر واپس حرای چلے گئے۔ خالدؓ کے سامنے شام کا لٹا و دو ق صحرا تھا جسے لشکر کے ساتھ عبور کرنا امر محال تھا۔ شمالی راستے میں رومیوں کی جھاڑیاں پڑتی تھیں۔ جنوبی راستے سے خالدؓ ایک شہر کے سمندر کو جو نفوذ کھلاتا ہے۔ عبور کر کے دو ق الجندل تک پہنچے۔ آگے راستہ وادی سر جان میں سے گزر کر شام کو جاتا تھا۔ لیکن اس راستے پر بصری کی رومی جھاڑی تھی جس پر حملہ کرنے کے معنی یہ تھے کہ خالدؓ کو ملک لے کر یرموک پہنچنے میں دیر لگ جاتی۔ اس لئے عزم بلند رکھنے والے اس جنگی سردار نے صحرا کو عبور کر کے منزل مقصود تک پہنچنے کی ٹھان لی۔ بدرقہ نے بتایا کہ اس صحرا میں سے صرف ایک پگڈنڈی گزرتی ہے۔ ابتدائی پانچ دن کی مسافت میں پانی کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔ خالدؓ بولے ”ہم اسی راہ سے جائیں گے“ بدرقہ

حیران ہوا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ خالدؓ کا عزم راسخ ہے تو اُس نے صلاح دی کہ بہت سے اڈوں کو خوب پانی پلائیں اور پھر اُن کے ہونٹ باندھ دیں تاکہ وہ جگالی کر کے پانی کو مضیم نہ کر سکیں۔ پانی کا ذخیرہ ساتھ لے جانے کے لئے اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ ہر منزل پر سواروں کے لئے دس دس ایسے اڈے ذبح کئے جاتے تھے اور اُن کے معدوں سے پانی نکالا جاتا تھا۔ گھوڑوں کو یہ پانی دودھ ملا کر پلایا جاتا تھا اور جنگی مرد صرف ایک ایک گھنٹہ سے پیاس بجھاتے۔ پانچویں دن پانی کا یہ ذخیرہ (یعنی اڈے) ختم ہو گیا اور لشکر دو پہاڑوں کے درمیان ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں سے پانی پلنے کی توقع تھی۔ ادھر ادھر تلاش کرنے سے بھی پانی نہ ملا۔ بدرقہ نے کہا اب مارے گئے پانی کا نام و نشان کہیں نظر نہیں آتا۔ بدرقہ نے کہا کہ اہل لشکر اس ریگستان میں جھاڑی کی تلاش کریں۔ جھاڑی کی موجودگی پانی کا سراغ ثابت ہوگی۔ ایک مقام پر ریت میں دبلی ہوئی جھاڑی کی جڑیں نظر پڑ گئیں۔ لشکریوں نے اشد اکبر کا نعرہ لگایا وہاں سے زمین گھودی گئی تو پانی کا چشمہ برآمد ہوا جس سے انسانوں اور جانوروں سب نے سیر ہو کر پیاس بجھائی۔

اگلے دن خالدؓ کا لشکر صحرا عبور کر کے شام کی سرزمین میں داخل ہو گیا تب اہل اس نئے اسلامی لشکر کے درود پر بہت حیران

ہوئے۔ جن قبیلوں نے مزاحمت کی انہیں سزا ملی اور خالدؓ مارچ کرتے ہوئے اسلامی عساکر کے قریب پہنچ گئے۔ ربیع الاول یا ربیع الثانی ۳۱ھ ہجری مطابق جون یا جولائی ۶۳۲ء میں خالدؓ کی فوج دریائے یرموک کے کنارے اسلامی کیمپ میں پہنچ گئی اور بارگاہِ خلافت میں اطلاع دینے کے لئے قاصد روانہ کر دیا۔

### یرموک کی جنگ ۱۱-ربیع الثانی ۳۱ھ ۱۱-ستمبر ۶۳۲ء

ادھر خالدؓ اسلامی کیمپ میں ملک لے کر وارد ہوئے اور ایک ارمینی جرنیل با مان تازہ دم فوج لے کر رومی کیمپ میں آگیا۔ خالدؓ کے آنے پر لشکر اسلام کی کل تعداد چالیس ہزار نفوس تک پہنچ گئی۔ اور رومی فوج دو لاکھ چالیس ہزار کے اوپر تھی یعنی مورخوں نے رومیوں کی تعداد کا اندازہ تین لاکھ کے لگ بھگ لکھا ہے۔ خالدؓ کی آمد کے بعد ایک ماہ تک معمول جھڑپوں اور چپقلشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ رومیوں نے کئی دفعہ اپنے کیمپ سے نکل نکل کر مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی لیکن خالدؓ کی سرگرمیوں نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام کر دیا۔ فریقین فیصلہ کن جنگ کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ اگست کے اخیر یا ستمبر کے شروع میں یہ دن بھی آگیا۔ رومی کیمپ میں جنگ کی تیاریوں کی اطلاع پا کر لشکر اسلام کے سالاروں نے مشورہ کیا۔ اور باہمی رضامندی سے۔



خالدؓ کو تمام عساکر کی اعلیٰ کمان سونپی گئی۔ ابنِ خالدؓ دن لکھتا ہے کہ خالدؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے عساکرِ شام کا اعلیٰ کماندار مقرر کر دیا تھا۔ اور میدانِ جنگ کی مجلسِ مشورت محض فیصلہ کن رہائی کے لئے عساکر کی ترتیب دینے کے خیال سے منعقد ہوئی تھی۔ خالدؓ نے چالیس ہزار کو ایک ایک ہزار کے چالیس ڈویژنوں میں تقسیم کیا۔ اور ہر ڈویژن پر ایک معتبر کماندار مقرر کر دیا۔ بیس ایسے دستے ابوعبیدہؓ کی کمان میں دیتے گئے اور وہ قلب کی فوج مقرر ہوئی۔ دس دستے عمروؓ ابن العاص کی کمان میں میمنہ پر اور دس دستے شرجیلؓ کی کمان میں میسرہ پر متعین کر دیئے گئے۔ عساکر کی ترتیب اوصافِ آرائی کے بعد خالدؓ نے ابوسفیانؓ سے کہا کہ وہ ہر دستے کے سامنے جا کر مجاہدوں کا حوصلہ بڑھائیں۔ ابوسفیانؓ سفید ریش شیش تھے۔ انہوں نے ہر دستے سے مخاطب ہو کر مختصر اور جربستہ تقریر کی اور ہر تقریر کو حسبِ ذیل دعائیہ کلمات پر ختم کرتے رہے:-

اے خدا! یہ عرب کے بہادریں جو تیرے دین کے لئے لڑنے کو آئے ہیں۔ وہ سامنے رومی ہیں جو شرک اور بت پرستی کی خاطر جنگ کر رہے ہیں۔ اے خدا! آج کا دن تیرے قابلِ یادگار ایام میں سے ہے۔ یہ یومِ عظیم ہے۔ اس لئے اے پروردگار! تو اپنے بندوں کی مدد کر اور انہیں فتح و نصرت عطا فرما۔

رومیوں کے کیمپ میں بھی آخری اور فیصلہ کن محاصرہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں ارمنی جنرل باہان اپنے ساتھ پادریوں اور راہبوں کی ایک بھاری جمعیت لایا تھا۔ یہ راہب اور پادری سونے کی صلیبیں وائیں ہاتھ سے بلند کر کے عیسائیوں کو مسیح کی خاطر جنگ کرنے پر آگاہ کر رہے تھے۔ دو لاکھ چالیس ہزار کے رومی لشکر میں اتنی ہزار مجسم قیدی تھے جن کو جیل خانوں سے نکال کر میدان جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ یہ قیدی دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ تاکہ بھاگ نہ جائیں۔ چالیس ہزار ایسے موٹی بہادر تھے جنہوں نے آپس میں پامردی کی قسمیں کھائی تھیں۔ اور ان قسموں کو پختہ کرنے کے لئے زنجیروں میں نہتی ہونا پسند کر لیا تھا۔ چالیس ہزار کے ایک لشکر میں سپاہیوں کی ٹولیوں نے اپنی گولیوں کے پتلے ایک دوسرے سے بانڈھ رکھے تھے تاکہ جنگ کی گماٹھمیں میں ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکیں۔ مزید اتنی ہزار آزاد تھے۔ جو غالباً رومیوں کی باقاعدہ فوج کے تجربہ کار جوانمرد ہوں گے۔ رومیوں کے اس لشکر میں چالیس ہزار کے قریب شام کے عیسائی عرب قبائل کے لوگ بھی شامل تھے۔

رومی لشکر نہ صرف تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں سے بڑھ گنا تھا۔ بلکہ سائنہ سامان کے اعتبار سے بھی عرب کے مسلمان فاتحہ کشوں پر بہت فوقیت رکھتا تھا۔ ان کے لشکر میں نیرو پیشہ سپاہیوں

کی بھاری تعداد موجود تھی۔ اسلحہ کے لحاظ سے دونوں لشکر مساوی حیثیت رکھتے تھے۔ یعنی جس قسم کے ہتھیار رومیوں کے پاس تھے وہی مسلمانوں کے پاس بھی تھے۔ رومی لشکر میں قیدیوں کی جمعیت زبردستی لائی گئی تھی اس لئے ان پر جانیں لڑانے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ شام کے عرب بدوی قبائل بھی رومیوں کی فسطح سے پوری دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ ہر فاتح فریق کے ساتھ اپنے معاملات استوار کر سکتے تھے۔ اُدھر مسلمانوں کا ہر جوان نذاکاری جوش جہاد اور عسکری کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ عراق کی فسطح کے باعث مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے اور ان کے لئے جنگ میں شہید ہو جانے کی سعادت حاصل کرنا بھی فسطح حاصل کرنے کے برابر تھا۔ فاتح ہونے کی حیثیت سے غازیوں کو اللہ کی رضا کے علاوہ غنیمت کا بے شمار مال ملنے کی توقع تھی اور شہید ہو جانے کی حالت میں انہیں ابدی زندگی کے ساتھ جنت کی ہر گونہ نعمتیں ملنے کا پورا یقین تھا۔ ان کا ایمان یہ تھا کہ آخرت کی زندگی میں شہیدوں کا رتبہ غازیوں کے رتبے سے بلند تر ہوگا۔ اس رُوحانی کیفیت نے ان میں شجاعت کے وہ جوہر پیدا کر دیئے تھے جو کسی دوسرے جذبے سے حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بدوی عرب رومیوں کی بہ نسبت بہتر شہسوار تھے۔ ان کا سالہ ایسی تیزی سے حملہ کرتا تھا کہ دشمن کے سنبھلنے سنبھلتے وہ کشتوں کے پستے لگا کر نکل جاتا تھا۔

رُومی کیمپ میں طبل جنگ پرچوٹ پڑی اور ڈھائی لاکھ نفوس کا بھر متواج حرکت میں آگیا۔ رُومی مسلمانوں کی صفوں کی طرف بڑھنے لگے۔ خالد بن ولید نے عکرمہ بن ابی وقطاف کو حکم دیا کہ اپنے دستے لے کر آگے بڑھیں اور دشمن کے اقدام کو روکیں کیسی نے پاس ہی سے آواز دی مسلمان کتنے کم اور رُومی کتنے زیادہ ہیں؟ خالد بن ولید نے کہا تم غلط کہتے ہو یوں کہو کہ مسلمان زیادہ اور رُومی کم ہیں کیونکہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اگر میرے اسب تازی کے شرم گھسے جوتے نہ ہوتے تو رُومی خواہ اس سے دگنا لشکر لے آتے میں انہیں شکست دیتا۔“

انتہی میں رُومی لشکر سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا خالد بن ولید کے پاس پہنچا۔ جو دونوں لشکروں کے درمیان آگے بڑھ آئے تھے۔“  
 لشکروں نے خیال کیا کہ مبارز ہے۔ لیکن اس سوار نے خالد بن ولید کے قریب آکر کچھ بات چیت کی۔ اس کا نام جعرجہ یا جارج تھا۔ گفت و شنید کے بعد جارج نے مسلمان جوتے کی خواہش ظاہر کی۔ خالد بن ولید نے اسے کلمہ پڑھایا اور اسے مقتدی بنا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ رُومی لشکر کی ایک جمعیت یہ حال دیکھ کر گھوڑے دوڑاتی ہوئی مسلمانوں کی طرف آگئی۔ یہ اس جارج کے ساتھی تھے۔ جو رومیوں سے کٹ کر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے آ رہے تھے۔ عام رُومی لشکر نے یہ خیال کیا کہ وہ حملے کے لئے سبقت کر رہے ہیں۔ چنانچہ رُومی

لشکر کی ایک بھاری جمعیّت مسلمانوں پر پل پڑی اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اس عام تلے میں عکرمہ کے دستے میں افراد تفری کے آثار نمودار ہونے لگے لیکن عکرمہ اپنی جگہ سے نہ ہلے عکرمہ نے کہا۔ ”وہ جس نے دور جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیا ہے۔ اسلام لانے کے بعد اُن کا فزون کے سامنے کس طرح بھاگ سکتا ہے“ عکرمہ نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا: کون ہے جو سیسے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتا ہے؟ چار سو جوان مرد عکرمہ کے گرد جمع ہو گئے ان میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور عکرمہ کا ایک بیٹا بھی شامل تھے۔ عکرمہ نے آگے بڑھے ہوئے رومیوں پر حملہ کیا۔ اُن کے پاؤں اکٹھا کر گئے اور وہ پیچھے ہٹ کر اپنے کیمپ میں چلے گئے۔ اب خالدؓ نے اپنی فوج کو ترتیب کے ساتھ آگے بڑھایا۔ رومی بھی سارے کے سارے آگے بڑھے شمشیر و سناں کی جنگ ہونے لگی۔ عکرمہ اور اُن کے چار سو ساتھی اپنی جگہ پر چٹان کی طرح جمے رہے تاکہ اُن میں سے اکثر یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرتے ہوئے جنت کی محروم کے انوش میں چلے گئے مسلمان خواتین بھی اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ ہو کر وادہ شجاعت دینے لگیں اور ہویہ نسبت اہل سفیان شدید طور پر زخمی ہوئیں۔ دن بھر گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ سرشام رومیوں کے قدم اکٹھا کرنے لگے۔ خالدؓ نے دیکھا کہ رومیوں کا رسالہ اُن کی پیادہ فوج سے دور ہو چلا ہے تو

اُنہوں نے قلب کی فوج دونوں کے درمیان ڈال دی۔ رومی رسالہ نے دیکھا کہ اُن کے سامنے مسلمان ہیں اور اُن کے پیچھے کھڑے ہیں۔ رسالہ نے گہری ہوئی ہلی کی طرح مسلمانوں پر ہلہ بول دیا تاکہ ٹڑتے پھڑتے اس بھندے سے باہر نکل جائے مسلمانوں نے خالدؓ کے حکم سے رسالہ کو گزرنے کی راہ دے دی۔ اور رومی شہسوار اس راستے سے ایسے گزے کہ پھر اُن کی رسید تک نہ ملی مسلمانوں نے رومی کیمپ پر ہلہ بول دیا اور دائیں بائیں مار کرتے ہوئے رومیوں کو دریا اور کھڈ تک دھکیل لے گئے۔ رومی سپاہی جو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ کھڑی دیواروں کی طرح دریا اور کھڈ میں گرنے لگے۔ تو زخموں کا بیان ہے کہ ایک لاکھ رومی اس طرح دریا کی نظر ہو گئے۔ اتنے ہی رومی جنگ میں مارے گئے۔ اگلی صبح کو اسلامی لشکر نے اُجڑے ہوئے رومی کیمپ کا جائزہ لیا اور مال غنیمت پیمپٹا۔ خالدؓ رومی جرنیل عتیو ڈورک کے خیمہ میں فرکیش ہوئے۔ خمس نکالنے کے بعد ایک ایک سوار کے حقے میں پندرہ پندرہ سو دہم آئے۔

مسلمانوں کا جانی نقصان بھی کافی ہوا۔ تین ہزار شہداء کی نعشیں میدانِ جنگ میں دفن کی گئیں۔ ہزاروں مسلمان زخمی ہوئے جن میں عکرمہؓ۔ اُن کا بیٹا ضرار بھی شامل تھے۔ صبح کے وقت خالدؓ نے زخمیوں کا معائنہ کیا۔ عکرمہؓ کا سر اپنے سینے پر اور اُن کے بیٹے کا

سراپنے زانو پر دکھا۔ زخموں کی مرہم پٹی کی۔ پانی پلایا۔ لیکن دونوں  
باپ بیٹا جاں بردہ ہو سکے۔ اس جنگ میں اوسفیان بھی زخمی ہوئے  
جن کی آنکھ میں تیر بہست ہو گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور کئی ممتاز صحابی  
شہید اور زخمی ہوئے۔

اس جنگ نے ملک شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ رومی قیصر  
کے دربار کے حوصلے بہت لپٹ ہو گئے۔ اس کے بعد کے معرکوں میں  
رومیوں کی طرف سے مزاحمت کی کوششیں کافی سرد پڑ گئیں۔  
گھسان کارن ابھی شریخ ہوا تھا۔ اور خالد رضا، عکرمہ رضا  
اور قحقلع کو رومی فوج کو روکنے کا حکم دے رہے تھے کہ مدینہ  
سے ایک قاصد آیا۔ کچھ لوگ دریافتِ احوال کے لئے آگے  
اڑھے۔ قاصد نے ہم بخیر کہتے ہوئے جواب دیا کہ مدینہ سے  
مزید کمک آرہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خالد رضا کے کان  
میں چپکے سے کچھ بات کہی۔ خالد رضا نے مکتوب کھولا۔ اور  
اور جیب میں رکھ لیا۔ قاصد کو حکم دیا کہ وہ دن بھر ان کے  
ساتھ رہے۔

اگلے دن خالد رضا لشکر کو بتایا کہ بیسٹس دن ہوئے خلیفۃ الرسول  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات پا چکے ہیں اور اب انکی جگہ حضرت عمر  
ابن الخطاب امیر المومنین مقرر ہوئے ہیں۔

## خلیفۃ الرسولؐ کی وفات

خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ جمادی الثانی ۳ھ ہجری کے آغاز میں تنپ کا شکار ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ چند ہی دن میں نقاہت اتنی بڑھ گئی کہ آپؐ نے مسجد نبویؐ میں نماز کی اقامت کے لئے حضرت عمرؓ کو امام مقرر کر دیا۔ دو ہفتہ بیمار رہنے کے بعد جب لوگوں نے دیکھا کہ مرض شدت اختیار کر رہا ہے تو آپؐ سے طیب کو بلانے کے لئے استفسار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا ”طیب! طیب! تو ابھی میسے پاس سے ہو کر گیا ہے اور کہہ گیا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہی کچھ کرنے والا ہوں جو کرنے والا ہوں۔“ لوگ مطلب سمجھ کر خاموش ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سمجھ چکے تھے کہ یہ مرض الموت ہے لہذا انہیں اپنا جانشین مقرر کرنے کی فکر ہوئی۔ وہ حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ تاہم حسب معمول انہوں نے معتددا کا برصحابہ کرامؓ سے مشورہ لینا ضروری خیال کیا۔ عبدالرحمنؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف کی اور کہا بلاشبہ وہ اس منصب کے لئے اہل ترین شخص ہیں لیکن ان کی طبیعت ذرا سخت واقع ہوئی ہے حضرت صدیقؓ نے جواب دیا کہ وہ اس لئے سخت تھے کہ میں نرم طبیعت رکھتا تھا۔ جب خلافت کا بارگراں ان کے اپنے کندھوں پر آن



پڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے۔ میں نے عمرؓ کو اچھی طرح جانچ لیا ہے۔ اگر میں کسی کے ساتھ معمول سے زیادہ سختی کے ساتھ پیش آتا تھا تو وہ اس کی ہفکاش کرتے تھے لیکن جہاں میں نرمی برتتا تھا وہ سخت گیر ہو جاتے تھے۔ عثمانؓ نے بھی حضرت عمرؓ کے متعلق خلیفۃ الرسولؐ کی نگاہ انتخاب کی داد دی اور کہا کہ عمرؓ کا باطن اُن کے ظاہر سے بھی اچھا ہے ان جیسا کوئی شخص ہمارے درمیان موجود نہیں۔ طلحہؓ نے کہا "عمرؓ تو آپؐ کی موجودگی میں ہمارے ساتھ ضرورت سے زیادہ سخت گیری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ آپؐ خدا کے ہاں جا کر اس سوال کا کیا جواب دیں گے کہ آپؐ نے اُس کے بندوں کو ایسے سخت مزاج شخص کی تحویل میں دے دیا؟"

یہ جواب سن کر حضرت صدیقؓ کو حوش آگیا بولے "مجھے اٹھا کر بٹھا دو طلحہ! تو مجھے ڈرانا چاہتا ہے۔ اُس پروردگار کی قسم جب میں اُس سے طلاق ہوں گا تو کہوں گا کہ میں نے تیرے بند پر ایسے شخص کو امیر مقرر کیا جو ان سب میں اس منصب کے لئے اہل تر تھا۔"

اس مشورت کے بعد خلیفۃ الرسولؐ نے حضرت عثمانؓ کو وصیت لکھنے کے لئے بلایا اور عمرؓ کا پناہ نشین مقرر کرنے کے متعلق فرمان لکھوا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غش آگیا۔ چند لمحات کے بعد ہوش میں آئے تو عثمانؓ سے کہا کہ وہ فرمان پڑھ کر

مناہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ اگر میں  
عشی کے عالم میں مرجاتا تو معاملہ شہدہ رہ جاتا۔ وصیت کے الفاظ  
یہ تھے :-

”میں عمر ابن الخطاب کو ان کی صلاحیتوں کی بنا پر اپنا  
جانشین مقرر کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ عدل سے  
کام لیں گے۔ اگر عدل نہ کریں گے تو خدا کے ہاں سے  
اس کی سزا پائیں گے میں نے اپنی دانستیں بہترین  
شخص کو چنا ہے لیکن میں دوسرے کے مافی الضمیر کو  
نہیں جان سکتا۔ آخری بات یہ ہے کہ برا کرنے والے  
کو اس کی سزا مل کر رہے گی۔ راستبازی سے کام لو۔  
خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہے۔“

اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ مسلمان وصیت شکنے کے  
لئے مسجد میں جمع ہوں۔ آپ کی بیوی اسما نے آپ کو سہارا دے کر  
کھڑکی میں بٹھایا جس کے بٹ مسجد کے صحن کی طرف کھلتے تھے۔  
آپ نے جانشین کے تقرر کے متعلق فرمان پڑھا۔ اور پوچھا اے  
لوگو! کیا تم اپنے امیر کے اس تقرر پر مطمئن ہو۔ وہ میرا کوئی  
عزیز یا رشتہ دار نہیں۔ بلکہ وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ میں نے  
اپنی دانست میں بہترین شخص کو مقرر کر دیا ہے۔ تم پر اس  
کی اطاعت لازم ہے۔“ لوگوں نے پکار کر کہا۔ ”ہم اطاعت

کریں گے ۴

وفات سے ایک دن پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منشی کو شرف باریابی بخشا اور حضرت عمرؓ کو تاکید کی کہ انہیں عسراق کے لئے مکمل فوج دینے کا کام سب سے پہلے کریں۔ آخری دن حضرت صدیقؓ زندگی کے بے ثباتی کے متعلق اشعار پڑھتے رہے کسی نے زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کا شعر جو حسب موقع تھا پڑھا۔ آپ نے منع کیا اور کہا کہ اس کے بجائے قرآن پاک کی آیات پڑھو جن میں موت اور نزع کا ذکر ہے۔

نزع کے وقت آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنے پاس بلایا اور انہیں وصیت کی کہ اپنے مزاج کی درستی کی اصلاح کریں۔ تکفین و تدفین کے متعلق وصیت فرمانے کے بعد سلامتی ایمان کی دعا کرتے ہوئے اور اللہُمَّ بِسَدِّيقِیْ الْاَعْلٰی ۵ کہتے ہوئے جان بحق تسلیم ہو گئے۔

تاریخ وفات ۲۱ جمادی الثانی ۳۵ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء ہجری دن دشنہ کا تھا۔ حضرت صدیقؓ عام الفیل کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ اور آٹھ مومنین حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے پہلو میں قبر کھود کر دفن کئے گئے۔ کفن حسب وصیت انہی کپڑوں کا بنایا گیا جو آپ نے مرض الموت میں پہن رکھے تھے۔ حضرت صدیقؓ نے کہا تھا کہ نئے کپڑے زندوں کے کام

آئے چاہئیں۔

## خلیفۃ الرسول کا انداز حکومت، کردار اور طرز عمل

دین اسلام کی خوش بختی تھی کہ اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسی عظیم اور جامع الادبیت شخصیت نگہبان کے طور پر مل گئی۔ جس کے پیش نظر محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے دین کی خدمت کرنے کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ دین اسلام کی خدمت اور اس کی نگہبانی اور اشاعت کا یہ جذبہ خلق خدا کی دنیوی اصلاح اور اخروی نجات کی خواہش کے مترادف تھا۔ اور حضرت صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس نیک اور پاک جذبہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ حضرت صدیقؓ کی نسبت اس نکتہ کو اور کون شخص جانتا اور جو جانتا تھا کہ خلافت رسول کا منصب بہت بڑی ذمہ داریوں کا منصب ہے۔ یہ حکمرانی اور فرماں فرمائی نہیں بلکہ خلق خدا کی بے غرض اور بے شہ خدمت ہے جس کے لئے وہ دنیا میں مسلمانوں کے سامنے اور آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ دربار خلافت کی جو ٹہر آپ نے بنوائی اس پر "خلیفۃ الرسول ابو بکر صدیق کے الفاظ کئے بجائے "نعم القادر اللہ" کے الفاظ کندہ کرائے جن کا اردو ترجمہ یہ ہے ۔

"اللہ ہی سب سے بہتر با اختیار حاکم ہے"

خلافت کے مہمات امور میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اور مشورہ کے بعد جس بات کا عزم فرما لیتے تھے اس کے بروئے کار لانے سے انہیں دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی یہ عدیم النظیر اور العزمی ہی تھی کہ آپ نے منسوب خلافت پر متمکن ہوتے ہی عام رائے کے علی الرغم اساتذہ کی سرکردگی میں شام کی مہم بھی اور جنگ طاعت کے اس طرح مرکز سے دور چلے جانے کے باوجود مرتدین کے ساتھ مسامحت کا برتاؤ کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ حالانکہ ان کے اکثر مشیران و وزیروں مہمات کے متعلق متامل اور متذبذب نظر آتے تھے۔ یہ حضرت صدیقؓ کا کام تھا اور اس دورِ اول کے مسلمانوں کی قوتِ ایمانی ہی کے معجزات ہیں کہ پہلے سال میں علمِ مسلمان فتنہ ارتداد کو زورِ شمشیر فرو کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کی آگِ عرب کے اکثر قبائل میں پورے زور سے بھڑک اٹھی تھی۔ نہوت و رسالت کے جھوٹے دعوے داروں کے فتنے کا استیصال کیا جن میں سے کسی ایک کی معمولی سی کامیابی دینِ اسلام کی صداقت و حقیقت کو معرضِ شک میں ڈال دیتی۔

یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کی بلند عزیمت تھی کہ فتنہ ارتداد کو فرو کرنے کے ساتھ دنیا سے حاضر کی دو عظیم ترین سلطنتوں یعنی روم و ایران سے بیک وقت جنگ چھیڑ دی اور ایک سال تین ماہ کی مدت میں عراق کی سرزمین کسری سے چین لی اور شام کی مہموں کو کامیابی کے

اس درجے تک پہنچا دیا۔ کہ حضرت صدیقؓ کی وفات کے تھوڑی مدت بعد قیصر بھی شام کی سرزمین سے اپنے اقتدار کا بوریا بستر لپیٹ کر رستہ ہونے پر مجبور ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کا اجتماعی نظام وہی رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بن چکا تھا۔ حضرت صدیقؓ بھی رسول اکرمؐ کی طرح بیت المال کی آمدنی کو جمع رکھنا عیب سمجھتے تھے اور غنیمت خراج جزیہ اور زکوٰۃ جو مال وقتاً فوقتاً وصول ہوتا تھا اُسے فی الفور ان مذاات پر خرچ کر دیتے تھے جو ان کے لئے شرع اسلام اور اسوۂ رسولؐ نے مقرر کر دی تھیں۔ وفات کے بعد بیت المال کی ایک تھیلی سے صرف ایک طلائی دینار برآمد ہوا جو کسی گوشہ میں پڑا رہ گیا تھا۔

وفات کے وقت بیت المال کی ایک چادر۔ ایک اونٹنی اور ایک غلام ان کی تحویل میں تھے جو حسب وصیت حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیئے گئے۔ خلیفۃ الرسولؐ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور عہد خلافت میں اپنے تجارتی کاروبار کو دیکھنے کی فرصت نہ پانے کے باعث بیت المال سے صرف گزارا لینے لگے جس کی مقدار مختلف روایتوں میں مختلف آئی ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کی بیوی اسماءؓ نے روزانہ معاش کی رقم سے کچھ روز تھوڑا تھوڑا پس انداز کیا تا کہ کسی دن پُر تکلف کھانا تیار کریں حضرت صدیقؓ کو حال معلوم ہوا تو روزانہ معاش سے جو وہ بیت المال سے لیتے تھے

اتنی مقدار کم دی۔ جتنی اسما نے ہر روز پس انداز کی تھی۔  
 قانون شریعت نافذ کرنے کے معاملے میں آپ اتنے پابند  
 تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء  
 کے ناراض ہو جانے کی بھی پروا نہ کی۔ حضرت فاطمہ الزہراء  
 اپنے شوہر حضرت علیؓ کو لے کر دربار خلافت میں دعویٰ لے کر آئیں  
 اور کہنے لگیں کہ مجھے اپنے باپ کے ترکہ میں سے اسی طرح حق دلایا جائے  
 جس طرح آپ کی بیٹیاں آپ کے ترکہ میں سے حق پائیں گی۔ حضرت  
 صدیقؓ نے جواب دیا کہ بلاشبہ آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے اور آپ  
 میری بیٹیوں پر فیصلت رکھتی ہیں لیکن آپ کا مطالبہ کیا ہے۔ کیا آپ  
 رسول اللہ کے گھر کی اشیاء اور سامان میں سے اپنا حصہ چاہتی ہیں؟  
 حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے کہا: "نہیں میں باغِ فدک، نخلستانِ خیبر اور  
 مدینہ کی وقت ارہنی میں سے جو میرے باپ کی تحویل میں تھیں اپنا حق  
 چاہتی ہوں؟" حضرت صدیقؓ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد یہ تھا کہ میری جائیداد کا کوئی وارث نہ ہوگا اور وہ ساری کی ساری  
 تمام مسلمانوں پر صدقہ ہوگی۔ اس لئے میں اس ارشاد کے خلاف نہیں  
 کر سکتا۔ البتہ اگر آپ یہ کہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 آپ کو یہ جائیداد دے دی تھی تو میں آپ کے کہنے پر عمل کروں گا؟  
 حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے کہا کہ میرے باپ نے ایک دفعہ باغِ فدک  
 مجھے دینے کو کہا تھا۔ لیکن ائمہ اہل بیت کے سامنے کوئی گواہ پیش نہیں کر سکتی حضرت

صدیقؓ نے وعری خارج کر دیا۔ روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس بات کا بہت رنج ہوا۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد حضرت فاطمہؓ فوت ہو گئیں۔

حضرت صدیقؓ بہت نرم دل شخص تھے دین کے معاملات میں سخت گیری کے لئے وہ شرعاً مکلف تھے لیکن قصور و اڑنا سب ہرجاتا تو آپ فوراً معاف کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو رپورٹ ملی کہ حضرت مہاجر نے عین میں دو گانے دالیوں کو جن میں سے ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور دوسری مسلمانوں کے متعلق گستاخانہ اور جھوٹے اشعار گایا کرتی تھی ہاتھ کاٹنے اور سامنے کے دانت اکھڑا دینے کی سزا دی دی ہیں۔ آپ نے کہا کہ شاہ قہم رسولؐ کی سزا قتل ہے اگر مقدمہ میرے پاس آنا تو میں اسے جلاو کے حوالے کر دیتا لیکن دوسری کو اتنی سخت سزا نہیں دینی چاہیئے تھی۔

حضرت صدیقؓ نے فجامہ نامی ایک ڈاکو کو جس نے بد عہدی کی تھی جوش غضب میں زندہ جلائے کی سزا دی تھی لیکن بعد میں وہ اس فعل پر بہت پچھتائے اور اس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے تین کاموں پر بہت نادم ہوں ان میں سے ایک فجامہ کی سزا ہے۔ دوسرے دو کام روایات میں یہ بتائے گئے ہیں ایک یہ کہ "میں نے اشعث کا قصور کیوں معاف کر دیا۔" دوسرے یہ کہ میں نے جب خالدؓ کو شام کے اسلامی عساکر کا سپہ سالار مقرر کیا تھا تو



عمرؓ کو عراق کی مہموں کا سپہ سالار بنا کر کیوں نہ بھیجا اگر میں ایسا کرتا تو میرے دونوں بازو کفر کی طاقت کے خلاف حرکت میں آجاتے۔  
 حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت عمرؓ اُن کے خاص شیرادر سٹیٹ کے چیف جسٹس تھے۔ لیکن اس دور کے مسلمانوں میں مقہور بازی اس قدر کم تھی کہ سال بھر میں بمشکل دو دعوے دائر ہوتے۔  
 حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، میسر ہونے کے علاوہ خلیفہ کے کاتب یعنی سکریٹری بھی تھے۔ جو فرامین اور مکتوبات لکھا کرتے تھے۔  
 حضرت صدیقؓ نے اپنے سوا دو سالہ عہدِ خلافت میں صرف ۱۲ ہجری کا حج کیا۔ طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر آپ دارالندوہ (کونسل ہال) کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے اور کہا کہ جس کو کوئی شکایت ہو پیش کرے لیکن کسی نے کوئی شکایت پیش نہ کی حضرت صدیقؓ نے اس پر ہاں ملکہ اور حاکم مکہ عتابؓ کی تعریف کی۔

اسی موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بوڑھے اور نابینا والد ابو قحافہ نے سردارانِ قریش کی طرف جو باپ بیٹے کی ملاقات کے وقت موجود تھے اشارہ کر کے کہا کہ یہ مکہ کے شرفاء ہیں۔ بیٹا اُن کی عزت کرنا اور اُن سے اچھا سلوک روار کھنا، حضرت صدیقؓ نے جواب دیا "میں ان سے اچھا سلوک تو کرتا رہا لیکن عزت وہی ہے جو خدا کے ہاں سے حاصل ہو۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ دین اسلام اور خلق خدا کے بے نفس اور

بے غرض خادم تھے اور تمام مسلمانوں کو اسی پاک جذبے سے معمور دیکھنے کے مقصد سے رہتے تھے۔ بیت المال کی آمدنی مسلمانوں پر یکساں طور پر صرف کرتے تھے۔ ہر مرد و عورت بچے جوڑھے۔ آزاد اور غلام کو برابر برابری دیتے تھے۔ ایک نذیب آپ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا۔ کہ جن لوگوں کو اسلام لانے میں اولیت کا شرف حاصل ہے یا جن کی خدمات (مثلاً صحابہ بدر) دوسروں سے ممتاز اور افضل ہیں انہیں بیت المال سے زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔ اس سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا وہ دنیوی زندگی کے متعلق آپ کے سچے اسلامی زاویہ نگاہ کا ایک کھلا اعلان ہے۔ آپ نے فرمایا :-

”اولیت اسلام اور ممتاز خدمات کا صلہ دنیا افتد کا کام ہے۔ جو لوگ اسلام لانے اور خدمت اسلام بجالانے میں سابقین الاولون ہیں انہیں آخرت کی زندگی میں خدا کے ہاں سے جبرِ عظیم ملے گا۔ یہ دنیوی غنیمتیں اور اموال تو اس زندگی کے معمولی حادثات ہیں۔ جن سے دل نہیں لگانا چاہیے۔“

# امید المؤمنین حضرت عمر فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول کا جانشین

حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے نفع و نقصان کی ذمہ داری کا بارگراں حضرت عمر فاروقؓ بنے کندھوں پر بٹھالا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز صحابی اور خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشیر خاص تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تکفین و تدفین سے فالغ ہونے کے بعد مسجد نبوی میں مسلمانوں کے اجتماع کے سامنے خطبہ دیا جس میں یہ کہا:-

”عرب کے لرگ باغی اونٹ کی مانند ہیں جس کو ہانکنے کے لئے ساربان کی ضرورت ہے۔ یہ ساربان کا کام ہے کہ اونٹ کو جس راہ پر چاہے لے جائے۔ کعبہ شریف کے پروردگار کی قسم! میں تم کو اسی طرح سیدھی راہ پر چلاؤں گا جس طرح ساربان اونٹ کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔“

خطبہ کے بعد اجتماع کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ نئے قائد اور سردار کو کس لقب سے پکارا جائے۔ حضرت عمرؓ خلیفۃ الرسول

تھے۔ مثنیٰ جب مدینہ کو گئے تو سیا و خش نامی ایک ایرانی سردار  
 نے ایران کے کسریٰ شاپور اور اس کے ایک معاون قرخ زاد کو  
 قتل کر کے آذرمی وخت نامی شہزادی کو جو خسرو پر ویز کی بیٹی تھی ایران  
 کی ملکہ بنا دیا تھا۔ شاپور پسر شہر یسراز چاہتا تھا کہ آذرمی وخت شہزادی  
 کی شادی قرخ زاد سے کر دے قرخ زاد شاہی خاندان سے نہ تھا  
 آذرمی وخت اس توہین کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی اس  
 لئے اس نے سیا و خش کی مدد سے شاپور اور فرستخ زاد دونوں کو قتل  
 کرادیا۔ آذرمی وخت ملکہ بن گئی تو خسرو پر ویز کی ایک دوسری بیٹی  
 بوران وخت نے خراسان سے ایک اور ایرانی سردار سکتم کو بلایا۔  
 جس نے فوج لاکر سیا و خش سے جنگ کی اور اسے قتل کر دیا۔ رستم  
 نے آذرمی وخت کی جگہ بوران وخت کو سلطنت کی مدارالمہام بنایا  
 اور خود وزیر اعظم بن گیا۔ رستم بہت طاقتور اور بارہ سوخ سردار تھا۔  
 اس لئے ایران کے دوسرے سردار اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔  
 بوران وخت کی مدارالمہام بھی زیادہ دیر تک قائم نہ  
 رہی کیونکہ شاہی خاندان کی خواتین نے بائیس سال کا ایک فوج  
 شہزادہ یزد جسرو تلاش کر لیا جس کے سر پر کسریٰ تاج رکھ دیا  
 گیا۔ مثنیٰ مدینہ سے واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یزد جرد کا  
 وزیر اعظم رستم مسلمانوں کو عراق سے نکالنے کے لئے لشکر تیار کر رہا  
 تھا۔ اور عراق کے ایرانی جاگیرداروں۔ زمینداروں۔ دیہانوں اور

قبائلی سرداروں کو پیغامات بھیج بھیج کر مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور شورشیں برپا کرنے کے لئے بھڑکاتا ہے۔

## جنگِ مارق ۱۳۴۴ھ

رستم کی ریشہ دوانیوں کے باعث عراقِ غرب میں جاہل مسلمانوں کے اقتدار کے خلاف شورشیں رونما ہونے لگیں۔ جزیرہ، سواد اور زیریں خطہ کے لوگ باغی ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر رستم نے ایرانی فوج کا ایک کالم جابان کی سرکردگی میں اسی کی طرف روانہ کیا اور دوسرا کالم زری نامی ایک سردار کے ماتحت دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ میں کسکر کی طرف بھیجا۔ مثنیٰ نے یہ حال دیکھ کر اپنی عسکری جمیعتوں کو غیر محفوظ مقامات سے نکالا اور حراری کا مرکز چھوڑ کر خفان میں ڈیرے بنائے جو حراری سے جنوب مغرب میں سحر کے کنارے واقع تھا۔ یہاں بیٹھ کر مثنیٰ ابو عبیدہ کا انتظار کرنے لگے ایرانی سردار جابان نے کچی تسم کی مزاحمت نہ پائی تو وہ حسری میں آگیا۔ جب ابو عبیدہ دیرینے سے ملک لے کر خفان پہنچے تو مسلمانوں کے لشکر نے ابو عبیدہ کی سرکردگی میں جابان کے لشکر پر حملہ کیا۔ باد کلہ ندی کے کنارے جنگ ہوئی۔ ایرانی لشکر نے شکست کھائی۔ ایرانی افواج فری کے عالم میں بھاگ رہے تھے کہ جابان نے ایک مسلمان مجاہد سے جان کی امان کا وعدہ لے کر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا مجاہد کو

علم نہ تھا کہ جس کو وہ امان دے رہا ہے وہ ایرانی فوج کا سردار  
 جابان ہے۔ مجاہد جابان کو اپنے سپہ سالار ابو عبیدہ کے پاس لے گیا  
 اور کہا کہ میں اُسے امان دے چکا ہوں۔ عین اس حال میں بعض  
 لوگوں نے جابان کو پہچان لیا۔ اور اس کے قتل کا مشورہ دینے لگے۔  
 ابو عبیدہ نے کہا کہ ہمارا ایک مسلم بھائی جب اُسے امان دے چکا ہے  
 تو ہم سب پر اس کے وعدے کا ایسا لازم ہے۔ ابو عبیدہ نے اس  
 دلیل کی بنا پر جابان کو رہا کر دیا۔ وہ ایران کی طرف چلا گیا۔  
 اس جنگ میں بہت سے ایرانی قاتلین مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں  
 کے ہاتھ آئے اس لئے اُسے جنگِ نمارق کا نام دیا گیا۔

اس کے بعد ابو عبیدہ کا لشکر دریائے فرات کو عبور کر کے  
 لشکر کی طرف بڑھا جہاں ایرانی سردار ساری ڈیرے جما کر بیٹھا  
 تھا۔ لشکر کے مقام پر ایک اور شدید جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے  
 شکست کھائی۔ اس لڑائی کے مالِ غنیمت میں غنیمت کی نفیس  
 کھجوروں کا ایک ذخیرہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ یہ کھجوریں ایران کے  
 شاہی خاندان کے لئے مختص ہوا کرتی تھیں جو عام مسلمان سپاہیوں  
 نے کھائیں۔ ابو عبیدہ نے مالِ غنیمت کے خمس کے ساتھ ان کھجوروں کا  
 نمونہ بھی بارگاہِ خلافت میں ارسال کیا اور لکھا کہ "امیر المؤمنین!  
 خدائے تعالیٰ نے فتح و نصرت کے ساتھ ہمیں ایسی عمدہ کھجوریں بھی  
 عطا کی ہیں جنہیں ایران کے شہزادے اور شہزادیاں کھاتے تھے۔ آپ بھی انہیں

ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اور ایرانی سردار جالینوس جو مدائن میں زساکی امداد کے لئے لشکر لے کر چلا تھا۔ کسکر کی طرف بڑھا۔ ابو عبیدہ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا اور اُسے شکست دی۔ جالینوس مدائن کی طرف بھاگ گیا۔ ان فتوحات کے باعث جزیرہ اور زمین غلطہ پر مسلمانوں کا تسلط پھر قائم ہو گیا۔ قبائل کے شیوخ تحایف اور خراج لے کر ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ایک جگہ کے شیوخ نے ابو عبیدہ کو ضیافت کی دعوت دی۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے سارے لشکر کو دعوت دو تو میں اسے قبول کر سکتا ہوں۔ ورنہ نہیں۔ شیوخ نے سارے لشکر کو ایران کے ہر تکلف کھانوں کی ضیافت کھلائی۔ ابو عبیدہ اس ضیافت کے باعث اپنے لشکر میں پہلے سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

### جنگ پل ۱۳

غالبان۔ نرسہ اور جالینوس کی ان شکستوں کے بعد ستم نے ایک اور ایرانی سردار بہمن کو لشکر بزار دے کر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ابو عبیدہ نے اپنی بکھری ہوئی فوج جمع کی اور پیچھے ہٹ کر دریائے فرات کو عبور کر گئے۔ بہمن دریائے فرات کے مشرقی کنارے تک پہنچ گیا کانس ناطق کے مقام پر ڈیرا جمایا اسلامی فوج کے دریا دوسری جانب جا چکی تھی۔ بہمن نے ابو عبیدہ کو پیغام بھیجا کہ دو دو ہاتھ کرنے کے لئے تم ادھر آؤ گے یا دریا کو عبور کر کے

پار پہنچ جائیں۔ ابو عبید نے جوشِ دراکی سے جواب دیا کہ ہم دریا کو عبور کر کے تمہاری طرف آئیں گے۔ اسلامی فوج کشتیوں کے پل پر سے گزر کر مشرقی کنارے پر جمع ہونے لگی بہمن کے کیمپ اور دریا کے درمیان بہت تنگ جگہ پر ڈیرے ڈالے جنہیں دست لکیں۔ اور جنگ شروع کر دی ایرانی لشکر کے ساتھ فیل سواروں کا ایک دستہ بھی تھا۔ ہاتھیوں کے جسم پر گھنٹے لٹک رہے تھے۔ ہاتھی چلتے تھے تو ان سے شور اٹھتا تھا۔ عربوں کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر اور گھنٹوں کی آوازیں سنکر بدکنے لگے۔ عرب سواروں نے گھوڑے چھوڑ دیئے اور پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگے۔ ہاتھیوں سے اعبد بڑا ہونے کے لئے انہیں کوئی تدبیر سمجھائی نہ دیتی تھی۔ عرب بہادر ہاتھیوں پر تیروں۔ تلواروں۔ نیزوں اور بھالوں سے حملے کرتے تھے لیکن ان کے جسم پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ابو عبید نے ایک سفید ہاتھی پر جو سب سے بڑا تھا حملہ کیا۔ کسی نے انہیں بتایا تھا کہ اگر ہاتھی کے منہ پر نیزہ مارا جائے تو ہاتھی زخمی ہو کر جان دے دیتا ہے۔ یہ بات درست نہ تھی۔ لیکن ابو عبید نے آگے بڑھ کر ہاتھی کے منہ پر نیزہ مارا ہاتھی نے انہیں سونڈ سے پکڑ کر اپنے پاؤں تلے کچل ڈالا۔ یہ حال دیکھ کر اسلامی لشکر کے ارکھن جوان ہاتھی پر پل پڑے لیکن سب جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ سالاد کے شہید ہو جانے کے باعث اسلامی لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ بعض لوگ دریا



۴۱۵  
 کی طرف پیچھے ہٹے۔ کسی دریا میں گود گئے۔ بنو ثقیف کے ایک جوان  
 نے پل کی پہلی کشتی کھول دی اور اسلامی لشکر پر سپاہ ہونے کی  
 راہ بند کر دی۔ اس نے کہا کہ جس طرح ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی  
 لڑ کر شہید ہوئے ہیں۔ اسی طرح سب لشکریوں کو جان لڑانی چاہیے۔  
 ابو عبیدہ کی شہادت کے بعد مثنیٰ فوج کے سالار تھے۔ انہوں نے مسلمانوں  
 کو بدھو اسی کے عالم میں دریا میں کودتے دیکھا تو اپنے دستے کو لے کر  
 پل کے سامنے ایرانیوں کے مقابل ان ڈٹے اور پل کی مرمت کرائی۔  
 پل پر گیا تو مثنیٰ نے اپنی باقی فوج کو حکم دیا کہ وہ سکون اور ترتیب  
 کے ساتھ پل پر سے گزر جائیں۔ جب تک ساری فوج نہ گزر لی مثنیٰ  
 اپنے دستے کے ساتھ ایرانیوں کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہے۔  
 اس کے باوجود بہت سے مسلمان بہت محاسن ہو کر دریا کی نظر ہو گئے  
 مثنیٰ خود زخمی ہو گئے۔ دریا کے دوسری طرف آکر بچے کچھے لشکر  
 نے ڈیرا جمایا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمان کام آچکے تھے۔ کچھ  
 اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے تھے۔ بھاگنے والوں میں معاذ بن جبل  
 مشہور صحابی بھی تھے۔ وہ مدینہ پہنچے اور شرم کے مارے منہ پھیپھائے  
 پھرتے تھے۔ ایک دن نماز باجماعت میں حضرت عمرؓ نے بلند قرأت  
 سے سورہ انفال کی آیات پڑھیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا زُخْفًا فَلَا  
 تَنفَعُهُمْ أَلَادٌ بَارٍ وَمَنْ يَكْفُرْ يَوْمَئِذٍ ذُبُرًا إِلَّا مُتَحَرِّفًا

لَقَاتِلْ أُوْمُحِبِّيْكَ اِلَى نَفْسِكَ فَقَدْ بَاءَ بِعَضِيْبٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا وَاوَدَهُ  
جَمَعْتُمْ ۚ وَ يَسْئَلُ الْمَصِيْرُ ۝

”اے ایمان والو! جب تم لڑائی میں کافروں سے ملاؤ تو انہیں  
پیٹھ دکھا کر پیچھے نہ مڑو۔ جو کوئی اس دن پیٹھ دکھا کر پیچھے مڑے گا اس  
کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے البتہ وہ شخص اس سزا  
سے مستثنیٰ ہے جو جنگ کے لئے چال کرنے یا اپنے کسی دستہ فوج  
میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹے۔“

معاذِ مقتدیوں میں تھے وہ یہ آیات سن کر اتنے روئے کو غش  
پر غش آنے لگے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ نے انہیں تسلی دی کہ  
وہ بھگڑوں میں نہیں بلکہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو خدا نے گرفت  
سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔

ایرانی سردار بہمن چاہتا تو مسلمانوں کا تعاقب کر کے انہیں دیرا  
کے پار بھی پریشان کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے اسی منہج کو کافی خیال  
کیا اتنے میں اسے اطلاع ملی کہ مہدین میں فیروزان نامی سردار نے  
رستم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا ہے۔ اس لئے وہ لشکر سمیت  
واپس جانے پر مجبور ہو گیا۔ رستم خراسان کا رہنے والا تھا اسے غیر ایرانی  
سرداروں کی حمایت حاصل تھی۔ فیروزان پارسی نسل کے خالص ایرانیوں  
کا لیڈر تھا جو رستم کے اقتدار کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ کشمکش چند دن  
تک جاری رہی۔ اور آخر دلدل پارٹیاں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے

کے خیال سے آپس میں متحد ہو گئیں۔

## الیس کی جنگ

مثنیٰ بچے کچھ لشکر کو لے کر الیس پہنچے۔ ایرانی سردار جابان نے دریا کو عبور کر کے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ جنگ ہوئی۔ جابان نے شکست کھائی۔ اور گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ اس ضمنی فتح کے باعث مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت پھر بحال ہو گئی علاقہ کے عام لوگ ایرانی فوج کے بھگوڑوں کو پکڑ پکڑ کر مثنیٰ کے پاس لائے گئے۔

## جنگِ بویب <sup>رمضان ۳۱ھ</sup> <sup>نومبر ۶۴۲ء</sup>

مثنیٰ الیس میں بیٹھ کر اپنے لشکر کو نئے سرے سے منظم کرنے لگے۔ انہوں نے عراق کے عرب قبائل سے جو مسلمان ہو چکے تھے ملک طلب کی۔ بنی حنظلہ بنی خاتم۔ بنی عبد القیس۔ بنی ذلجہ۔ بنی ازد اور بنی نجسل کے جوان جوق در جوق ان کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ عیسائی قبیلہ بنی نمر کے ایک سترہ نے بھی اپنے رئیس انیس ابن ہلال کی سرکردگی میں اسلامی لشکر کا ساتھ دیا۔ ادھر مدینہ میں جنگِ پل کی شکست کی خبر سن کر حضرت عمرؓ نیا لشکر تیار کرنے لگے۔ بنی بھیلہ عربوں کا ایک طاقتور قبیلہ تھا جو فتنہ ارتداد میں اپنی زمین سے محروم ہو گیا تھا۔ اس کے سرداروں نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ حضرت عمرؓ نے

تالیفِ قلوب کے لئے انہیں یہ رعایت دی کہ مالِ غنیمت کے علاوہ جو ان کے حقتے میں آئے گا انہیں سرکاری خمس کا جو تھا حصہ انعام کے طور پر دیا جائے گا۔ اس حسن سلوک کے باعث بنی محیلہ تمام کے تمام بال بچوں سمیت عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسرے قبائل کے لوگ بھی جوق در جوق لشکر میں شامل ہوئے اور سب مشنٹے کے پاس پہنچتے گئے۔

مشنٹی نے لشکر کا کیمپ لگانے کے لئے بویب کے مقام کو پسند کیا جو دریائے فرات کی ایک مغربی شاخ پر کا ایک قصبہ تھا اور اہل ایرانوں کا لشکر فرات کے دوسرے کنارے مہران ہمدانی کے زیرِ علم جمع ہو رہا تھا۔ مہران نے حسبِ معمول پیغام بھیجا کہ لڑنے کے لئے تم دریا کو عبور کرو گے یا ہم عبور کر کے تمہاری جانب آئیں۔ مشنٹی نے جواب بھیجا کہ ایرانی اور مسر آجائیں۔ مہران رضا مند ہو گیا۔ مسلمانوں نے ایرانیوں کو دریا عبور کرنے کا کھلا موقع دیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو مشنٹی نے اپنے ایک سرکش عربی گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کے سامنے خطبہ دیا اور کہا :-

آج کے دن تمہاری شجاعت آئندہ نسلوں کے لئے  
ضرب الثل بن جانی چاہیے۔ جنگ کے دوران میں  
موت کی طرح خاموش رہنا اور اگر ستمی سے کوئی بات  
کہنی ہو تو سرگوشی سے کام لینا۔ آج تم میں سے کسی کا  
قدم پیچھے نہ بیٹھنے پائے۔ میں صرف اپنے لئے نہیں

بلکہ تم سب کے لئے نفع کا اعزاز چاہتا ہوں۔  
 حکم یہ تھا کہ ایسی شہر گھوڑے گھوڑے وقفے کے بعد یکے بعد  
 دیگرے چار تکبیریں کہے گا اور چوتھی تکبیر پر مسلمان دشمن پر حملہ کریں گے۔  
 مشنٹی نے ابھی پہلی تکبیر کہی تھی کہ ایرانیوں نے ہلہ بول دیا۔ بنی عجل سامنے  
 تھے ان میں ہلچل مچ گئی۔ مشنٹی نے بنی عجل کی طرف اپنا قاصد دوڑایا اور  
 قاصد نے پیغام دیا کہ "امیر تمہیں سلام کہتا ہے اور پیغام دیتا ہے۔  
 کہ آج کے دن مسلمانوں کو شرمندہ کرنا۔ بنی عجل نے جواب دیا کہ  
 "ایسا نہ ہو گا۔" چوتھی تکبیر پر مسلمانوں نے ہلہ بول دیا اور خوزیر جنگ  
 شروع ہو گئی۔ عیسائی قبیلہ بنی نمر کے حوالوں نے بھی خوب دوشنبہ  
 دی۔ ایرانیوں کے باؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے پل کی طرف جانے  
 کا راستہ روک لیا۔ ایرانی پل تک پہنچنے کے لئے بے جگری کے  
 ساتھ لڑے۔ اور پسرشدید خوزیری شروع ہو گئی۔ بنی ازد کے  
 سردار رنجہ سے کسی نے کہا کہ ایرانیوں کا زور بڑھ رہا ہے ذرا پیچھے  
 ہٹ آئیں۔ رنجہ نے جواب دیا کہ مجھے اپنا عہد آگے کی طرف بڑھانے  
 کا حکم ہے۔ پیچھے ہٹانے کا نہیں۔ اگر مسلمان مزاحم نہ ہوتے تو ایرانی  
 جان بچا کر پل پر سے بھاگ جاتے لیکن راستہ رک جانے کے باعث وہ  
 لڑنے مرنے پر مجبور ہو گئے اس وجہ سے طرفین کو بہت جانی  
 نقصان برداشت کرنا پڑا۔ لڑائی جاری تھی کہ عیسائی قبیلہ بنی تغلب  
 کے کچھ سوداگر گھوڑے لے کر ادھر آنکے اور وہ بھی مسلمانوں

کی طرف سے جنگ میں شامل ہو گئے۔ بنی تغلب کے ایک نوجوان نے ایرانی لشکر کے سردار مہران کو قتل کر دیا اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر میں اعلان کرنے لگا کہ "میں بنی تغلب کا جوان ہوں میں نے مہران کو قتل کر دیا ہے"۔ اس جنگ میں ایک لاکھ کے قریب ایرانی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا مثنیٰ کا بھائی مسعود بھی اس جنگ میں شہید ہو گیا۔ اور عمر نامی ایک نامور عیسائی سربراہ بھی مارا گیا مثنیٰ نے بعد میں پل کی راہ روکنے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ غلط چال تھی۔ بھاگنے والوں کو روکنا بے سود تھا۔ مالِ غنیمت میں غلہ کی بھاری مقدار مسلمانوں کے ہاتھ آئی مثنیٰ نے مسلمان خواتین کو بویب سے کچھ دوسرا کے کنارے خیمہ زن کر رکھا تھا۔ فتح کے بعد عمرو بن معدی کرب کو بہت سا غلہ دے کر عورتوں کے کیمپ کی طرف بھیجا۔ مسلمان عورتوں نے معدی کرب کی ٹولی کو ڈاکوؤں کی جمعیت سمجھا وہ لٹھ لے کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور پتھر مارنے لگیں۔ عمرو بن معدی کرب نے بتایا کہ میں تمہارے لئے راشن لے کر آیا ہوں۔ عمرو نے عورتوں کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ اور غلہ اُن کے حوالے کر دیا۔

جنگ بویب میں فتح حاصل کرنے کے باعث مسلمانوں نے ایک نفع پسند جزیرہ اور خطہ زیریں کی زمین پر قبضہ جمالیہ مشرق میں سباط تک جو مدین کی بیرونی چوکی تھی شمال میں دریائے فرات

کے کنارے انبار اور خنفس تک اور دریائے دجلہ کے کنارے بغداد  
اور تکریت تک دوڑیں بھیجیں۔

## عراق پر پھر ایرانی تسلط ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ جنوری ۱۷۲۵ء

ایران کا شاہنشی دربار اس بات کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا  
کہ عراق عرب کی سرزمین پر مسلمان عرب تسلط جمالیں۔ ایرانیوں کا  
پایہ تخت دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا جسے دین و بہت  
سے شہروں کا مجموعہ کہتے تھے۔ اس لئے ایرانی عراق پر قبضہ حملے  
رکنا نہایت ضروری خیال کرتے تھے۔ اور اس قرب کے باعث  
اندرونِ سلطنت سے لشکر فراہم کر کے جلد اس سرزمین کی طرف بھیج  
سکتے تھے۔ جنگِ بڑب کے بعد جب عرب مسلمان ایک دفعہ پھر جزیرہ  
اور زیریں خطہ پر تسلط ہو گئے تو ایرانیوں کو اپنی دفاعی سرگرمیاں تیز کر  
کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔ اہل ایران کے دلوں میں نئی روح پھونکنے کے  
لئے شاہی محل کی بیگمات نے بیس بائیس سال کی عمر کا ایک شہزادہ  
یزدجرد تملک شس کیا۔ ایران کے املا یزدجرد کو اپنا خنشاہ بنانے کے  
لئے رضا مند ہو گئے۔ اس کے سر پر کسری کا تاج پہنایا گیا۔ دورانِ خست  
کی ملامت ختم ہوئی۔ سارے ایران میں بادشاہ مل جانے پر مسترت  
کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خراسان اور مکران تک کے لوگ خراجِ اعلیٰ

ادا کرنے کے لئے مدین آنے لگے لشکر کی جمعیت المضاہفت ہونے لگی۔ یزید جرد کو بادشاہ بننے کے بعد سب سے پہلے جس مہم کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہئے تھی وہ یہی عراق سے عربوں کا آخر سراج تھا۔ چنانچہ عراق پر تازہ فوج کشی کی گئی۔ ایرانی فوجیں جزیرہ اور زبرین خطہ میں ہر طرف بڑھنے لگیں۔ یہ حال دیکھ کر مشقی نے اسلامی فوجیں پیچھے ہٹالیں۔ اور دریائے فرات کو عبور کر کے ایک دفعہ پھر صحرائے عرب کے مشرقی کنارے پر پہنچ کر ڈیرے جاملے۔ مشقی بہت قابل جرنیل تھے وہ جانتے تھے کہ قوی دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے کونسا محل وقوع ان کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اہم جنگوں کے لئے وہ ایرانیوں کو مجبور کر دیتے تھے کہ وہ دریائے فرات کو عبور کر کے لب صحرا پہنچ کر ان سے لڑیں۔ تاکہ اگر مسلمانوں کو شکست ہو تو صحرائے عرب کا وسیع دامن انہیں پناہ دینے کے لئے اپنا آغوش کھول دے۔ مشقی نے اس کیفیت حال کی اطلاع دربار خلافت میں بھیج دی۔ اور حضرت عمرؓ نے عراق کی زمین کے ایک دفعہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا حال سن کر قسم کھائی کہ ”مجھے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ایران کے بادشاہوں کو عسب ملوک کی تلواروں سے شکست دلا کر دم لوں گا۔“



## مدینہ میں نئے لشکر کا اجتماع

محرم ۱۳ھ ہجری مارچ ۶۳۵ء

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے دور و نزدیک عرب کے تمام اقطاع میں قاصد و زادیتے اور احکام صادر کر دیئے کہ مجاہد لوگ عراق کی مہم پر روانہ ہونے کے لئے فوراً مدینہ چلے آئیں۔ شمالی عرب کے قبائل کو ہدایت بھیجی گئی کہ وہ سیدھے مثنیٰ کے پاس چلے جائیں۔ حسب معمول جو روف کی چھاؤنی میں لشکر جمع ہونے لگا۔ اور حضرت عمرؓ نے حج سے واپس آنے کے بعد اس لشکر کا معائنہ کیا۔ چونکہ ہر طرف تاکید ہی احکام بھیجے گئے تھے اس لئے عرب کے جہان جوق در جوق آنے لگے۔ اس لشکر میں ان لوگوں نے بھی حاضری دی جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں بنی اسد کا سردار طلحہ (مدعی نبوت) ادمین کا اشعث بھی شامل تھے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی فوج کا جرنیل (سالار) نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ البتہ انہیں اپنے اپنے قبیلوں کی قیادت کرنے کی اجازت سے دی گئی۔

یہ ایک قسم کا غیر عام تھا۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی اس آخری اور فیصلہ کن مہم کی اہمیت کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور ان اسلامی افواج کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ کو جو ملک شہم میں قیصر روم کی طاقت کا جائزہ لے رہی تھیں محکم بھیج دیا کہ عراق کی جو فوجیں خالدؓ کی سرکردگی میں

ملک شام کی طرف ملک لے کر گئی تھیں وہ عراق کی طرف واپس بھیج دی جاتیں۔ چار ہزار نفوس کا ایک قافلہ عورتوں اور بچوں سمیت پہلے روانہ کر دیا گیا۔ عام لشکر کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس مہم کی کمان وہ بنفس نفیس خود کریں انہوں نے صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ عام لشکر یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن مقتدر صحابہؓ مثلاً علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عثمانؓ اور عبدالرحمانؓ نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کو خود اس مہم پر نہ جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کی قیادت میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اسلام کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا لیکن اگر آپ مرکز میں بیٹھے رہے تو شکست کی صورت میں ملک پر ملک بھیج سکیں گے۔ حضرت عمرؓ اس استدلال کو مان گئے اور سوال پیدا ہوا کہ لشکر کا امیر اور سپہ سالار کسے مقرر کیا جائے۔ سعدؓ ابھی زیر غور تھا کہ بنی ہوازن کے سردار سعدؓ ابن ابی وقاص کا پیغام آیا کہ میں ایک ہزار نیزہ بردار جوانوں کی جمعیت لے کر آ رہا ہوں۔ یہ سعدؓ بن ابی وقاص کے بیٹے تھے انہوں نے اسلام کی راہ میں سب سے پہلا خون گرایا تھا۔ علاوہ بریں سعدؓ رسول اکرامؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی بھی تھے۔ عمرؓ اس وقت چالیس برس کے لگ بھگ تھے۔ سب نے اتفاق رائے سے فیصلہ کر لیا کہ اس مہم کا سردار اور اس لشکر کا امیر سعدؓ کو بنا لیا جائے۔ سعدؓ کی آمد پر حضرت عمرؓ نے قیادت کا علم انہیں تفویض کر دیا اور کہا:۔

اللہ کو اعمال صالحہ پسند ہیں وہ نسب کو نہیں دیکھتا۔  
اس کی نگاہ میں سب برابر ہیں لہذا نسب پر فخر نہ کرنا ۹

سعد بن ابی وقاص سینس ہزار کاشکرہ جہار لے کر مدینہ سے  
چل پڑے۔ چار ہزار کا قافلہ پہلے جا چکا تھا آٹھ ہزار فوج عراق میں  
پہلے سے مشن کے زیرِ کمان موجود تھی۔ اور چھ ہزار فوج کو حکم جا چکا تھا  
کہ وہ شام کے لشکر سے کٹ کر عراق کی فوجوں سے آن ملے۔ یہ کسرانے  
ایران کی جنگ طاقت کا قلع قمع کرنے کے لئے مسلمانوں کے امیر  
حضرت عمر فاروق کی تیاری تھی

## مشن کی وفات

صفر ۱۴ھ مارچ ۶۳۵ء

سعد بن ابی وقاص ابھی راہ میں تھے کہ مشن کے بھائی معنی استقبال  
کے لئے آگے گئے اور انہیں خبر دی کہ مشن فوت ہو گئے ہیں۔ اس کے  
ساتھ ہی معنی نے مشن ایسے قابلِ جرنیل کا پیغام دیا کہ "عربوں کو چاہیے  
کہ وہ صحرا کے قریب ڈیرا جما کر ایرانیوں سے نبو آڑا ہوں۔ اس  
صورت میں عربوں کو فتح حاصل ہوگی۔ لیکن بغرضِ محال اگر شکست بھی ہو جائے  
تو مادِ صحرا کی گود اپنے بچوں کو پناہ دے سکے گی۔ اور وہ پھر حملہ کرنے  
کے لئے جمعیت و طاقت حاصل کر سکیں گے ۹

سعدؓ نے مشقی مرحوم کے اس پیغام کو کان دھر کر سنا اور لہجہ صحرائے عذیب کے مقام پر عورتوں اور بچوں کا کیمپ جمایا۔ اُن کی حفاظت کے لئے رسالے کا ایک دستہ متعین کر دیا۔ عذیب کے مشرق کی جانب فرات العیتق کے کنارے غوثیہ سے ڈالے۔ سعدؓ کے کیمپ کا نقشہ یوں تھا کہ فرات العیتق کیمپ کے سامنے مشرق کی جانب تھا۔ کیمپ کے عقب میں مغرب کی طرف خندق شاہ پور تھی۔ اور خندق کے مغرب سے صحرائے عرب شروع ہو جاتی تھی۔ سعدؓ نے قادسیہ کے قلعے میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خلیفہ کو خط لکھ کر اطلاع دی تھی کہ کیمپ قادسیہ میں فرات العیتق اور خندق شاہ پور کے درمیان واقع ہے۔ فرات العیتق سامنے اور خندق عقب میں ہے۔ ندی سرسبز وادی میں سے گزرتی ہوئی حڑی کی طرف جاتی ہے۔ ایک نہر بھی اُسی سمت کو گئی ہے جس کے کنارے پر خوارق کا قلعہ آباد ہے۔ کیمپ کے دائیں ہاتھ ناقابل عبور دلدل ہے۔

## ۔ نزد جرد کے دربار میں سفارت

امیر المومنین حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ ایرانیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ شروع کرنے سے پہلے ان کے ہاں سفارت بھیجی جائے۔ اور ان کے سامنے اسلام لانے یا اطاعت کرنے کی پیشکش کر لی جائے۔ سعدؓ نے اپنے لشکر میں سے بیس وجیہہ

آدمیوں کو سفارت کے لئے چٹانوں میں مغیرہ بن شعبہ - مغیرہ بن زرارہ  
 عمرو بن معدی کرب - اشعث - نعمان بن مقرآن - عطار دا اور معشی  
 بھی تھے۔ اسلامی لشکر کے یہ عرب کہستان اپنے سادہ صحرائی جنگی لباس  
 میں گھوڑوں پر سوار ہو کر مدین گئے۔ یزد جبرو نے اس سفارت کو  
 باریابی دینے کے لئے دربار سجایا۔ قیمتی قالین فرش پر بچائے گئے۔  
 پرشکوہ شامیانے۔ ساتھان اور قنائیں کھڑی کر دی گئیں۔ تخت  
 خواہی وسط میں دھرا گیا۔ امرا۔ سردار اور مصاحب اپنی اپنی جگہ پر  
 ادب اور سلیمہ سے کھڑے ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ صحرائے عرب سے  
 آنے والے مسلم نمائندوں کو کسرا لے شان و شوکت سے مرعوب کیا جائے۔  
 عرب نمائندے اپنی سادہ اور لالہ بالی شان میں کمال رعبا کی کے  
 ساتھ شان و شوکت کی اس ساری نمائش پر حقارت کی نگاہ ڈالتے  
 ہوئے داخل ہوئے تو یزد جبڑ اور حاضرین دربار پر سناٹا چھا  
 گیا۔ وہ سب عرب کے جنگی مردوں کو دیکھ کر مرعوب سے ہو گئے۔  
 لیکن چند لمحہ کے بعد سنبھلے۔ مرعوبیت کے اثر کو دلوں سے زائل  
 کرنے کے لئے عربوں سے مذاق کرنے لگے۔ عرب کہتاؤں کی  
 کمائیں کندھوں پر لٹک رہی تھیں۔ ایرانیوں نے کہا کہ یہ کمائیں  
 ہیں یا عورتوں کی چوٹیاں جو بیچھے شکستہ ہیں۔ ایرانی ان کے تیروں  
 کو تکتے اور تلواروں کو چھڑیاں کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد رسمی  
 بات چیت شروع ہوئی۔ یزد جبڑ نے پوچھا: تم کس مقصد

کے لئے یہاں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ سفیروں نے یکے بعد دیگرے مختصر الفاظ میں جواب دیئے۔ محمدؐ کی رسالت کا حال بتایا۔ اس پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ دین اسلام کی خیریاں اور برکتیں بیان کیں اور کہا :-

”محمدؐ پر ایمان لے آؤ تم ہم میں سے ایک بن جاؤ گے۔  
خراج دے کر ہماری امان میں آ جاؤ۔ ہم اپنے زور پر  
باؤد سے تمہاری حفاظت کریں گے۔ اگر ان دو میں سے  
کوئی شرط بھی تمہیں منظور نہیں تو اے بادشاہ جان لے  
کہ تیری بادشاہت کے بہت تھوڑے دن باقی  
رہ گئے ہیں۔“

یزدجرد کو عرب سفیروں کے ان بیباکانہ بیانات سے غصہ تر آیا  
لیکن اس نے صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا :-  
”کیا تم بنجر زمین کے بھوکے لیٹے نہیں۔ کیا تم  
صحرائے عرب کے فاقہ مست نہیں۔ میں تمہاری حقیقت  
سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔ میرے پاس مصالحت کی راہ  
سے آؤ میں تمہیں روٹی دوں گا اور تمہاری بھولیاں بھر کے  
اور تمہیں مطمئن کر کے رخصت کر دوں گا۔“

سفارت میں سے ایک نے جواب دیا :- ”تو سچ کہتا ہے ہم  
بلاشبہ بنجر زمین کے بھوکے اور صحرا کے غریب لوگ ہیں لیکن

اللہ ہمیں غنی کر دے گا۔ تو نے تلوار پسند کی ہے۔ اب تلوار ہی ہمارے  
درمیان فیصلہ کر دے گی۔

یزدجرد غضبناک ہو کر بولا: رستم لوگ سفیر ہو ورنہ میں تم سب  
کو قتل کر دیتا۔

اس کے بعد یزدجرد نے اپنے ایک غلام کو مٹی کی بوری لانے کا  
حکم دیا اور کہا کہ میں اپنی طرف سے ان سفیروں کو تحفہ دوں گا۔  
مٹی کی ایک بوجھل بوری مانر کی گئی۔ عجم نے یہ بوری کندھے پر  
اٹھائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر تیر کی طرح نکل گئے۔ اتنے میں یزدجرد  
کا وزیر عظیم اور پیر سالار رستم بھی آگیا۔ بادشاہ نے رستم سے یہ تحفہ  
بیان کیا۔ رستم بولا: آپ نے غضب کر دیا اپنی زمین کی مٹی دشمنوں کو  
دے دی یہ بالبدہ ہے۔ رستم نے بوری واپس لینے کے لئے  
آدمی دوڑائے لیکن عرب سفیر گھوڑے دوڑاتے ہوئے دوڑ نکل گئے تھے۔  
عجم نے کیمپ میں پہنچ کر یزدجرد کا یہ تحفہ سعد کے سامنے رکھ  
دیا اور کہا: ”مبارک ہو شاہ ایران نے اپنی زمین خود ہی ہمارے  
سمالے کر دی۔“

## ایرانیوں کی جنگی تیاریاں

اب دربار ایران کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی جنگی طاقت فیصلہ کن  
جنگ کی طلب گار ہے۔ یزدجرد نے رستم کو لشکر کشی کا حکم دیا۔

رستم ایک بھاری لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس نے مدائن سے فرات تک جاتے جاتے چار ماہ لگا دیئے۔ اس کی طبیعت بہت خرمردہ اور متاثر تھی۔ روایت ہے کہ رستم جو لشکر لے کر اور حجاز کا مہر تھا اس نے حساب لگا کر معلوم کر لیا تھا کہ اس مہم کا انجام اس کے اور ایرانیوں کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اسے خالیں اور شکون سب مخالفت نظر آرہے تھے۔ عربوں کے رعب نے اس کے دماغ کو پریشان کر رکھا تھا اسے ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے تھے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح عرب لڑائی کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ ادھر یزدجرد کی طرف سے تاکید ہی فرمان آرہے تھے کہ دیر کیوں ہو رہی ہے۔ رستم نے بابل سے نیچے دریائے فرات کو عبور کیا۔ برس مزد کے کھنڈروں میں چند روز ڈیرہ جمایا۔ حزی کے شہر کا معائنہ کیا اور بخت سے گزر کر فرات العقیق کے دوسرے کنارے اسلامی لشکر کے عین سامنے ڈیرے جما دیئے۔ رستم نے اس جگہ سے لے کر مدائن تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تعقیب کھڑے کر دیئے جن کا کام یہ تھا کہ میدان جنگ کی اطلاعات لحظہ بہ لحظہ ایک دوسرے کو پہنچا کر سناتے جائیں۔ اس طرح خبریں یزدجرد کو پہنچتی رہیں۔

ایک دن رستم بابل پر سے اس پار آیا ادھر زبرنامہ ایک مسلمان پرادے رہا تھا۔ رستم نے اس سے بات چیت کی اور کہا کہ اپنے امیر سے کہو کہ اپنے سفیر میرے پاس بھیجے میں کچھ بات کرنا



چاہتا ہوں۔ تین سفیر رستم کے پاس گئے رستم نے اس جنگی کیسپ میں بھی پُر تکلف و بار کی شان پیدا کر رکھی تھی۔ رستم نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو اور کس شرط پر واپس جاسکتے ہو۔ سفیروں نے جواب دیا کہ مسلمان ہو جاؤ یا خراج دیکر امان پاؤ۔ اگر یہ نہیں مانتے تو تلوار فیصلہ کرے گی۔ رستم نے جواب سن کر بہت مایوس ہو گیا۔ اس نے سفیروں سے مہلت مانگی سفیروں نے کہا کہ صرف تین دن کی مہلت دی جاسکتی ہے۔ سوچ بچار کر فیصلہ کرو۔

چوتھے دن رستم نے پیغام بھیجا کہ مدیا کو کون عبور کرے گا۔ سعدؑ نے جواب دیا کہ تمہیں اس طرف آ جاؤ۔ رستم نے دریا پر بند لگایا اسے میلوں تک پاٹ دیا اس طرح ساری فوج کو پار لے گیا۔ اور قادیسیہ کے میدان میں اسلامی لشکر کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔

## متمحارب فوجوں کی ترتیب

رستم کا لشکر تین لاکھ نفوس پر مشتمل تھا۔ اس نے قلعہ قادیسیہ کے عین سامنے اپنے لشکر کا قلب جما یا جس کے جنگی مردوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ مقدمہ کی چالیس ہزار فوج جالینوس کی سرکردگی میں دی گئی میمنہ کی ساٹھ ہزار فوج کا کمان دار ہرمزان کو اور میسرہ کی ساٹھ ہزار فوج کا افسر مہران پور بہرام کو مقرر کیا۔ عقب میں بیس ہزار جنگی مردوں اور ساٹھ ہزار نوکروں چاکروں کے ڈیرے لگائے۔ رستم کے لشکر میں تیس جنگی ہاتھی بھی تھے۔ جن میں

سے اٹھارہ قلب کے ساتھ اور باقی میمنہ اور میسرہ کے ساتھ رکھے گئے۔ ایرانی لشکر کے دوسرے سرداروں اور کمانداروں کے نام بہمن جندویہ (رضا الحاجب) اور بید فان تھے جو ایران کے مانے ہوئے بہادر سالار سمجھے جاتے تھے۔ رستم نے دریا کے کنارے شامیاز لگایا اور اس کے اندر تخت بچھا اور جنگی لباس پہن کر متمکن ہو بیٹھا۔ آدمہ اسلامی لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ سعد رضی قلعہ قادیس کی فصیل پر تکیہ لگا کر لیٹے تھے اور کاغذ کے پورے لکھ لکھ کر نیچے پھینکتے جاتے تھے یہ ان کے فوجی احکام تھے۔ سعد رضی نے اس طریق سے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ میمنہ میسرہ قلب اور عقب کی ترتیب درست کی۔ مسلمانوں نے یہ کیفیت پہلے کسی نہ دیکھی تھی کہ جنگ کے روزانہ کا سپہ سالار کہیں گاہ میں بیٹھا رہے اس لئے لشکر میں چھ میگوئیاں ہونے لگیں۔ شاعروں نے سعد رضی کی کم ہمتی پر شعر کہے جو سب کی زبانوں پر چڑھ گئے۔ سعد کو اطلاع ملی تو انہوں نے فصیل سے نیچے اتر کر لوگوں کو اپنے جسم کا حال دکھایا جو پھوڑوں سے پٹا پڑا تھا۔ سعد رضی نے کہا میں تو ان پھوڑوں کے باعث سیدھا بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ گھوڑے پر سوار ہو سکوں۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں کو تسلی ہوئی اور چھ میگوئیاں بند ہو گئیں۔ سعد رضی نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر جنگی خطبہ دیا۔ اس کے بعد شاعر۔ حقاظ قرآن

اور خطیب سارے لشکر میں پھیل گئے اور اہل لشکر کے جوش کو گرائے گئے۔ حفاظِ قرآن نے سورۃ انفال اور سورۃ توبہ سے جہاد کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ شاعروں نے اپنے شعر سن کر حوصلے بڑھائے خطیبوں نے دلولہ انگیز الفاظ میں دلوں کو گرمایا۔ قرآنِ کریم کی آیاتِ جہاد سن کر مسلمانوں کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ دل اچھلنے لگے۔ طبیعت میں اطمینان اور تازگی آگئی۔ سعد کا حکم یہ تھا۔ کہ چوتھی تکبیر پر مسلمان دشمن پر تہ بول دیں۔ ابھی تین تکبیریں ہوئی تھیں کہ ایرانیوں نے پیش قدمی کی اور میدانِ قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ شروع ہو گئی۔

### جنگِ قادسیہ شوال ۱۴ھ

ایرانیوں نے حملہ کیا تو مسلمان بھی اپنے سالار کی چوتھی تکبیر پر نصرِ حق تعالیٰ دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ اور جنگ ہونے لگی۔ ایرانیوں نے ہاتھیوں کے دستہ کو آگے بڑھا کر بنی بھیلہ پر حملہ کر دیا بنی بھیلہ کی صفوں میں انتشار پیدا ہوا۔ بنی اسد نے آگے بڑھ کر ہاتھیوں کے حملہ کو روکنے کی کوشش کی ان کے چار سو جوان اس کوشش میں شہید ہو گئے۔ ہاتھیوں نے اسلامی لشکر کے بازوؤں پر حملہ کر دیا اور ایرانی آگے بڑھنے لگے۔ سعد نے بنی تمیم کے سردار عامر کو حکم دیا کہ ہاتھیوں کی خبر لو۔ بنی تمیم کے تیر اندازوں

مہاو توں کو ہدف بنا بنا کر گرا نا شروع کر دیا۔ آگے بڑھ کر ہودہوں کی ریاں کاٹ ڈالیں۔ ہاتھی مہاو ت کے بغیر سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ اسلامی فوج کے بہادروں عمرو بن معدی کرب۔ طلحہ۔ غالب اور عاصم نے خوب داؤد شجاعت دی۔ سعد بن فیصل پر بیٹھے ایک بہادر کے کا زلوں کا مایہ نہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ انداز جنگ تو ابو محجن تقفی کا سا ہے۔ گھوڑا میرا معلوم ہوتا ہے لیکن ابو محجن تو شراب نوشی اور سالار کی ہجو گوئی کے جرم میں مجسوس پڑا ہے یہ کون شخص ہو سکتا ہے۔ جو اس بہادری کے ساتھ لڑتا ہے۔ سعد کا خیال درست تھا۔ یہ ابو محجن شاعر تھے جن کو سعدؓ نے اپنی بیوی سلمیٰ کی نگرانی میں قید کر دیا تھا لیکن ابو محجن نے اس وعدہ پر رہائی حاصل کر لی تھی کہ شام تک زندہ رہا تو حوالات میں مٹری دینے کے لئے آجاؤں گا۔ سعدؓ کی بیوی نے انہیں لڑائی کے لئے سعدؓ کا گھوڑا بھی دے دیا تھا۔ ابو محجن شام کو واپس آگئے تو سعدؓ کو حقیقت حال معلوم ہوئی۔ سعدؓ نے ان کا قصور معاف کر دیا اور ابو محجن نے وعدہ کیا کہ کبھی شراب نہ پیوں گا۔

سعد بن ابی وقاص نے قادیسیہ پہنچ کر مثنیٰ کی بیوی سلمیٰ سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ سلمیٰ قلعہ کی فیصل پر سعدؓ کے پاس بیٹھی جنگ کا نظارہ کر رہی تھی۔ ایک فوج جوش میں آکر بولی "کاش اس وقت مثنیٰ ایک گھڑی کے لئے آجائیں۔ افسوس آج مثنیٰ نہیں۔"

سعدہ کو سلمیٰ کے اس ریمارک پر غصہ آ گیا اور انہوں نے سلمیٰ کے منہ پر طمانچہ مارا اور عامم - عمرو بن معدی کرب - طلحہ - قعقاع اور دوسرے بہادر سالاروں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا لوگ مشنٹی سے کم بہادر ہیں؟ سلمیٰ چپک کر بولی - تم حاسد بھی ہو اور بزدل بھی ہنسنٹی سے ان لوگوں کا کیا مقابلہ؟ یہ جواب سن کر سعدہ کے غصے کا پارہ اتر گیا - بولے - جب تم بھی جو میری معذوری سے آگاہ ہو یہ کہو گی تو مسلمان مجھے کبھی معاف نہ کریں گے۔

شام تک گھسان کی لڑائی ہوتی رہی - اندھیرا چھا جانے پر دونوں فوجیں اپنے اپنے ڈیروں کی طرف لوٹ گئیں - یہ لڑائی کا پہلا دن تھا عربوں نے اس کا نام یوم ارمات قرار دیا -

دوسرے دن صبح کے وقت طرفین نے اپنے اپنے مقتولوں کو دفن کیا اور زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھایا - دن کافی چڑھ آیا تو طویل جنگ پر چوٹ پڑی - ایرانی اور اسلامی فوجیں پھر تھم گئیں ہو گئیں اور جنگ ہونے لگی - دوپہر کے بعد ایرانیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی طرف دُور سے گرد اٹھتی ہوئی چلی آرہی ہے - انہوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو مزید کمک پہنچنے لگی - بات یہ تھی کہ قعقاع راتوں رات اپنی کچھ فوج میدان جنگ سے دُور لے گئے تھے - دن کو جنگ شروع ہوئی تو ایک ہزار کی جمیعت لے کر لشکر میں شامل ہو گئے - اس کے بعد سوسوں کی ٹولیاں گھوڑے دوڑاتی ہوئی آئے

لگیں۔ یہ حال دیکھ کر ایرانیوں کے دل بیٹھنے لگے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے۔ انہوں نے سمجھا کہ شام کی طرف سے آنے والی کمک بروقت پہنچ رہی ہے۔ اس دن بھی بہت خونریزی ہوئی۔ دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور دس ہزار ایرانی مارے گئے۔ یہ دوسرا دن۔ یوم افواٹ کہلایا۔

تیسرا دن چڑھا۔ مسلمان اپنے شہیدوں کی نعشیں دفنانے اور زخمیوں کو اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ایرانیوں نے اپنے مردے ویسے ہی چھوڑ دیئے مسلمان اپنے زخمیوں کو عذیب کے کیمپ میں پہنچا رہے تھے جہاں عورتیں ان کی تیمارداری کرتی تھیں سناستے میں صرف ایک کھجور کا درخت تھا جس کے سائے میں زخمیوں کو دھوپ سے پناہ مل سکتی تھی۔ اس خصوصیت کے باعث شاعروں نے اس درخت کی شان شعر لکھ کر اُسے زندہ جاوید کر دیا۔ دن چڑھے پھر جنگ شروع ہوئی۔ قہقار نے پھر وہی چال کی وہ کچھ جمعیت لے کر راتوں رات دُور نکل گئے تھے۔ صبح کو ان کی ٹولیاں گرد اُڑاتی ہوئی لشکروں میں دھنسل پونے لگیں۔ تا آنکہ شام کی طرف سے آنے والی لمکی فوج بھی ہاشم کی سرکردگی میں موقع پر پہنچ گئی۔ ہاشم نے آتے ہی ایرانی لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا اور اُن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دُور تک آگے نکل گئے۔ اس روز چھسرا تھیوں کا دستہ آگیا۔ عرب بہادروں نے نیزوں سے اُن کی آنکھوں کو چھیدنا اور تلواروں سے اُن کے

سونڈوں کو کانا شروع کر دیا۔ اب انہیں ہاتھی کی کمزوریاں معلوم ہو چکی تھیں۔ ہاتھی گڑوں زخمی ہو کر جنگھاڑتے ہوئے بھاگے اور اپنی ہی فوج کو لٹاڑتے ہوئے دریا کے پار چلے گئے۔

یہ جنگ تیسرا دن تھا اور یومِ عکاسؑ کہلایا۔

رات آئی تاریکی چھائی تو عرب قبیلوں کے بعض جوانوں کو ایرانیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی سوجھ بوجھ۔ انہوں نے رات کی تاریکی میں ایرانی فوج پر ہلہ بول دیا۔ ایرانی لشکر میں ہلچل مچ گئی اور شور مبلند ہوا اس شور کو سن کر مسلمانوں کے لشکر نے بھی تلواریں سنبھالیں اور اس طرح رات کے اندھیرے میں لڑائی ہونے لگی۔ سعدؓ فیصل پر میٹھے ڈوغائیں مانگ رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں فوج کی کمان نہیں کر سکتے تھے نہ حسبِ حالات ہدایات دے سکتے تھے۔ تلواروں اور ہتھیاروں کی جھنکار نے خوفناک شور کی شکل اختیار کر لی تھی جنگی مرد بھی چلا چلا کر اپنے ساتھیوں کو پکار رہے تھے۔ رات بھر جنگ جاری رہی۔ یہ رات "لیلۃ الہریرہ" کہلاتی۔ دن پڑھا تو تھکی ہوئی فوجیں ستانے کے لئے رک گئیں۔ قعقاعؓ نے برابر چومیں گھنٹے مصروفِ جنگ رہنے کے باوجود سوچا کہ لوہے کو گرما گرم کوٹنا چاہیئے۔ چنانچہ قعقاعؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے بلہ بول دیا۔ ایرانی رات بھر کے تھکے ہوئے تھے وہ اس حملے کی تاب نہ لاسکے۔ مسلمانوں نے پہلے ایرانی لشکر کے بازوؤں کو زیر کیا۔ پھر قلبِ لشکر

پر تہہ بول دیا۔ اب ان کے سامنے راستہ صاف تھا۔ ایرانی سر اسید ہو کر بھاگنے لگے تھے مسلمان رستم کے شامیانے تک جا پہنچے۔ رستم ایک خچر کے پیچھے جا چھپا لیکن ایک مجاہد کی تلوار چمکی تو دریا میں کود گیا۔ جوان نے آگے بڑھ کر رستم کو پانی سے نکالا لیکن اس کی ٹوپی اور اس کا جواہرات سے مرصع قیمتی طرہ دریا کی نظر ہو چکا تھا۔ باقی ماندہ لباس مجاہد کی نظر ہو گیا۔ اب ایرانیوں کا قتل عام شروع ہوا فیروزان اور ہرمزان کچھ فوج لے کر پل پر سے گزر گئے۔ اور بچ کر نیکل گئے جالینوس بروں مرو پر لڑتا ہوا مارا گیا۔ ایران کی شان و شوکت قادیسیہ کے میدان میں خاک میں مل گئی۔

اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی قتل ہوئے مسلمانوں کا جانی نقصان پہلے دو دن کی لڑائی میں ڈھائی ہزار اور آخری روز شب میں چھ ہزار ہوا جن میں شہید اور زخمی سب شامل تھے اسلامی لشکر کے سالار سعدؓ وقاصؓ نے خود جنگ میں حصہ نہ لے سکنے پر معقول عذر پیش کر دیا تھا تاہم شاعر دل نے جنگ کے بعد بھی طنز آمیز شعر لکھے جن کا مضمون یہ تھا کہ بہادری کے قبیلے اپنے اپنے شہیدوں کا ماتم کر رہے ہیں لیکن سعدؓ کا قبیلہ اس شرف سے محروم ہے۔

ایرانی بھاگ نکلے تو عذیب کے کیمپ سے مسلمان عورتیں میدان جنگ میں پہنچ گئیں بوزخمیوں کو پانی پلانے اور ان کے زخموں



کی مرہم پٹی کرنے کی خدمت سرانجام دینے لگیں۔ ایک عورت کی روایت ہے کہ "ہم اپنے زخمیوں کو پانی پلاتے تھے لیکن دشمن کے زخمیوں کو ڈنڈوں سے مارتے تھے" ۹

مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں بہت سی نقدی اور سامان ملا۔ ایک ایک مجاہد کے حصے میں بہ لحاظ تقسیم چھ چھ ہزار درہم آئے۔ رستم کے بن کا لباس ستر ہزار درہم میں بکا کیونکہ جواہرات سے پر تھا۔ زہرا نے جالینوس کے لباس سے کسی ہزار کے جواہرات پائے اور جب سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ زہرا کو بہت مال مل گیا ہے تو خلیفہ نے لکھا کہ اُسے بیت المال کے حصہ سے مزید پانچ سو درہم انعام کے طور پر دیتے جائیں۔

مالِ غنیمت کی سب سے ممتاز اور قیمتی چیز وہ دُرّ فاش کا دیان تھا جسے رستم خاص طور پر اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا۔ یہ غلم چیتے کی کھال

سے یورپ کے تمدن اس روایت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم نے عورتوں تک کو اس قدر سخت دل اور منتقم بنا دیا تھا کہ وہ زخمیوں پر بھی جسم نہ کھاتی تھیں۔ لیکن چند عرب عورتوں کا یہ فعل اسلام کی تعلیم کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ان کی پرانی قومی خصوصیت کا سب کو معلوم ہے کہ اُس وقت کی عورتیں کس قدر منتقم طبیعت رکھتی تھیں۔ چند سال پہلے ابراہیمیان کی جوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی نعش کا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالنے اور چبانے کی کوشش کی تھی۔

سے بنایا گیا تھا اور حراہرات سے اس طرح مرصع تھا کہ کھال کہیں نظر نہ آتی تھی۔ ایرانی اس جھنڈے کا بہت احترام کرتے تھے۔ چیتے کی کھال جس سے یہ جھنڈا بنایا گیا تھا ایران کے کسی بہت قدیمی ہیرو کے لباس کا جزو رہ چکی تھی۔

مسلمانوں کی اس فوج نے ایرانیوں کی فوجی طاقت کی کمر توڑ دی سارے عراق میں مسلمان عربوں کی دھاک میٹھ گئی۔ بدوی قبائل مطیع بنے لگے اور عیسائی قبیلے مسلمان ہو گئے۔

## فتح کی خبر

فتح پانے کے بعد سعدؓ نے اپنا ایک قاصد مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ قاصد منزل لیں مارتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک بوڑھا شخص اُسے بلا۔ بوڑھے نے قاصد سے جنگ کا حال پوچھا۔ قاصد نے جواب دیا: الحمد للہ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ قاصد اپنے اُونٹ کو دوڑاتا ہوا تیز قدمی کے ساتھ مدینے کی طرف جا رہا تھا کہ جلد سے جلد خلیفہ کو یہ خوشخبری سنائے۔ بوڑھا اس کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا اور اشتیاق سے جنگ کے کوائف کا حال سننا جا رہا تھا۔ جب یہ دونوں مدینے میں داخل ہوئے تو قاصد نے بلند آواز سے مسلمانوں کو فتح کا مژدہ سنایا۔ مسلمان قاصد کی طرف آکر اس بوڑھے کو تیاہیل المؤمنین کہہ کر مبارکباد دینے لگے۔ قاصد کو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ پیر مرد

جو اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے خود حضرت عمرؓ تھے۔ قاصد نے کہا امیر المومنین آپ نے مجھے وہیں کیوں نہ کہہ دیا کہ آپ خلیفہ اسلام ہیں۔ حضرت عمرؓ بولے "کوئی بات نہیں فتح کی فویدہ اس سے زیادہ اہم تھی اور میں اس کی تفصیلات سننے کے لئے بیتاب تھا۔ لوگ فتح کی خبر سننے کے لئے جوق در جوق جمع ہو رہے تھے حضرت عمرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:-

"لوگو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنانے کی خواہش کروں۔ میں خود اللہ کا غلام ہوں البتہ خلافت کا بارگراں میرے سر پر رکھا گیا ہے۔ اگر میں اس طرح کام کروں کہ تم سب گھروں میں چین کی سینہ سود تو میری سعادت ہے۔ اگر میں یہ خواہش کروں کہ تم میرے دروازے پر ماضی دو تو یہ میری بد بختی ہے۔ میں تم کو تعلیم دینا چاہتا ہوں لیکن قول سے نہیں بلکہ عمل سے ۛ

حضرت عمرؓ میدان جنگ سے آنے والے قاصدوں کے انتظار میں ہر روز صبح کے وقت مدینہ سے گذر نکل جایا کرتے تھے۔ انہوں نے فتح کی خبر سنی تو قاصد کے ساتھ دوڑ لگاتے ہوئے مدینہ کو آ گئے۔ کیا دنیا میں انسا و طبیعت کی کوئی مثال اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر کہیں مل سکتی ہے :-

اس جنگ کے نتیجے پر سارے عرب کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ فتح کی خبر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ شام سے لے کر یمن تک عرب کی ساری مملکت میں آتا فانا پھیل گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتوں اور جتنوں نے ملک میں منادی کر دی ہے۔ عربوں کے گھروں میں خوشی کے شادمانے بجنے لگے اور مسلمانوں نے ہر جگہ پر اس فتح پر شکرانہ کی نمازیں ادا کیں۔

### جزیرہ اوسواد پر قبضہ

جنگ قادسیہ میں مسیح حاصل کر لینے کے بعد سعد بن ابی وقاص دو ماہ تک وہیں مقیم رہے۔ انہیں دربار خلافت سے مزید ہدایات کا انتظار تھا۔ ایرانی لشکر دریائے فرات کے پار پہنچ کر بابل کے کھنڈروں میں جمع ہوا فیروزان اور ہرمزان اس لشکر کے سالار تھے۔ دو ماہ کے بعد سعد بن ابی وقاص نے قادسیہ سے حرکت کی اور وہاں پہنچ کر اس شہر پر تیسری دفعہ قبضہ جمایا۔ جمرہ والوں نے بد عہدی کی تھی اس لئے ان کا خراج بڑھا دیا گیا وہاں سے سعد لشکر لے کر بڑس نرود کی طرف بڑھے ایرانیوں کی ایک جمیعت نے اس مقام پر مزاحمت کی اور شکست کھائی۔ سعد بن ابی وقاص نے آگے بڑھ کر بابل شہر کے کھنڈروں میں مستقل چھاؤنی بنائی۔ اور اس مقام سے جزیرہ اوساد کو سر کرنے کی مہمیں شروع کر دیں۔ شہروں، قصبوں اور قبیلوں نے اطاعت کے نذرانے پیش

۴۴۳  
 کئے کئی قبیلے مسلمان ہو گئے۔ کوئی اور قریب کے شہر مطلع ہو گئے ہاشم  
 اور زہرا نے دجلہ سے فرات تک کا دوا بہ مطلع کیا۔

## مدائن پر چڑھائی موسم گرما ۱۵۷ھ ۶۳۵ء

جزیرہ اور سواد کے علاقوں کو سر کر لینے کے بعد سعد بن ابی وقاص نے خلیفہ  
 سے مدائن پر چڑھائی کرنے کی اجازت حاصل کی۔ مدائن ایران کے  
 بادشاہوں کا پایہ تخت تھا۔ اور بغداد سے کوئی پندرہ سولہ میل جانب  
 جنوب دریا سے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ مدائن کا لفظ  
 مدینہ کی جمع ہے۔ مدائن کو مدائن اس لئے کہتے تھے کہ یہ شہر بہت  
 سے قصبوں کا مجموعہ تھا۔ مدائن کا مشرقی حصہ جو دریا کے بائیں کنارے  
 واقع تھا سب سے فون کا قدیم شہر تھا جو سکندر اعظم کے حملہ کے  
 وقت ایران سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ دریا کے دائیں کنارے یعنی مغربی  
 ساحل پر سلیوکیہ کا شہر تھا جسے سکندر اعظم کے جانشینوں نے  
 آباد کیا تھا۔ یہ دونوں قدیمی شہر چندا ور قصبوں کو ملا کر مدائن کہلاتے  
 تھے۔ مشرقی حصہ میں کسرایان ایران کے عظیم الشان محلات۔ ایران  
 اور باغات تھے۔ اور طاق کسری کے نام سے ایک سال شان محراب  
 دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ یہ محراب سو فٹ اونچا اور اسی فٹ چوڑا  
 تھا۔ مغربی شہر کے پاس جانب غرب ایک نہر گزرتی تھی جسے نہر شیر

اور بحیرہ سیر بھی کہتے ہیں۔ سعدؓ نے بابل کی چھاؤنی سے نہر شیر کی طرف  
اقدام کیا۔ بورانِ دخت نے جو ریزہ جسرد کی مادرِ ملکہ تھی ایک ہمار  
سردار کو لے کر مقابلے کی ٹھانی اور قسم کھائی کہ میں عربوں کو سزا  
دے کر رہوں گی۔ بورانِ دخت نے نہر شیر پر سعدؓ سے جنگ  
کی اور شکست کھائی۔ سعدؓ نے قرآنِ پاک کی حسبِ ذیل  
آیات پڑھیں:-

وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ  
ظَلَمُوا رَبَّنَا آخِرْنَا إِلَىٰ آجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَ  
نَجْعِرِ الرَّسُولَ أَذْ لَمْ تُكَلِّمُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُم مِّنْ  
ذَوَالٍ لَاَ تَسْكَنُ فِي مَلِكٍ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ  
كَفَيْتُمْ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ه (ابراہیم)

اور ڈرا لوگوں کو اُس دن سے جب عذاب اُنہیں آن لے گا اور  
جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار  
ہمیں تھوڑی سی مہلت دے۔ ہم تیری دعوت کو قبول کر لیں گے اور  
رسولوں کی پیروی کریں گے۔ کیا تم قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمہیں  
زوال نہیں۔ اور تم انہی لوگوں کے مکانات میں بے تھے جنہوں نے  
اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر واضح تھا کہ ہم نے اُن سے کیا سلوک  
کیا تھا۔ اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کر دی تھیں۔  
بوران کے لشکر کو شکست دینے کے بعد سعدؓ کی فوج آگے

بڑھی اور دریا کے اس خسم پر پہنچ گئی جہاں سے دریا کے پار تان  
 کا وہ شہر نظر آ رہا تھا جس میں ایران کے شاہنشاہوں کے محلات  
 کھڑے تھے۔ سامنے طاق کسری کی عمارت نظر آ رہی تھی اور اُس کے  
 پاس سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا شاہی ایوان دکھائی دیتا تھا۔ مسلمانوں  
 نے یہ نظارہ دیکھ کر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ وہ تعجب و حیرت  
 خوشی اور کوشش و دلولہ کے طے جملے احساسات کے ساتھ کسری کے  
 محل کو دیکھ رہے تھے ان کے دل سینوں کے اندر بلیوں اچھل رہے  
 تھے۔ "اللہ اکبر! خدا کی شان بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی پیشگوئی کے پڑا ہونے کا وقت آ گیا۔ کسری کی سلطنت کا دامن  
 تار تار ہو کر رہے گا۔" اُن کی زبانوں پر اس قسم کے کلمات جاری تھے۔  
 سعدؓ نے آگے بڑھ کر مدین کے اُس حصے کا محاصرہ کر لیا جو  
 دریا کے مغربی کنارے پر آباد تھا۔ شہر والوں کو دریا کی راہ سے  
 مشرقی حصہ سے برابر رسد ملتی رہی۔ یہ شہر بڑی مضبوط فصیل کے اندر  
 تھا۔ سعدؓ نے فصیل توڑنے کے لئے منجنیقیں استعمال کیں اہل شہر  
 فصیل سے باہر نکل نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ محاصرہ  
 کسی ماہ تک جاری رہا۔ سعدؓ اس جگہ سے جزیرہ کے جنوبی حصہ وادی  
 میں بھی مہمیں بھیجتے تھے۔ یہ مہمیں لوگوں سے اطاعت قبول کرانے  
 کے لئے بھیجی جاتی تھیں۔ سعدؓ کے کپتانوں نے ایک لاکھ کے قریب  
 عام لوگ بطور یرغمال قیدی بنالئے لیکن جب حضرت عمرؓ کو اطلاع

دی گئی تو انہوں نے حکم بھیجا کہ عوام کو تنگ نہ کرو اور قیدی رہا کر دو۔  
ذوالحجہ ۱۵۰ مطابق جنوری ۱۷۲۷ء میں یزد جسٹ نے جوابی تہک  
مدائن کے مغربی حصے میں مقیم تھا۔ بعد کو پیغام بھیجا کہ دجلہ سے مغرب کا  
سارا ملک لے لو مشرقی کنارے کے شہر اور ملک سے تعرض نہ کرو۔  
دجلہ کو حد بنا لو۔ تو میں صلح کر لیتا ہوں۔ سعد نے صلح کی یہ درخواست قبول  
نہ کی۔ روایت ہے کہ نعمان ابن مقرن جواب دینے کے لئے گئے تو ان  
کی زبان پر فارسی زبان کا ایک فقرہ خود بخود جاری ہو گیا جس کا مطلب  
وہ خود بھی نہیں سمجھتے تھے نعمان نے کہا:-

”مسلمان تو ہرگز صلح نمی کنند تا آنکہ شہر فریدون را بالیموے کوئی  
آمیختہ نخورند۔“

یہ جواب سن کر یزد جسٹ راتوں رات کشتی پر سوار ہو کر مشرقی کنارے  
کے شہر میں چلا گیا۔ شہر والوں نے بھی اس کی تقلید کی اور مدائن کا مغربی  
حصہ ایک مات کے مانند اندر خالی کر دیا گیا۔ ایرانی اپنی کشتیاں بھی  
دوسرے کنارے پر لے گئے۔ اگلے دن فسیل کو پہرہ داروں سے خالی  
پاکر مسلمان شہر میں داخل ہوئے تو وہاں ایک ایرانی کے سوا اور کوئی  
متنفس نظر نہ آیا۔

## مدائن کی تسخیر ۱۶

یزد جسٹ مدائن کے مشرقی حصے میں جا بیٹھا۔ مسلمانوں اور ایرانیوں



کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانی اپنی تمام کشتیاں مشرقی کنارے پر لے گئے تھے۔ عربوں کے پاس کشتیاں نہ تھیں اس لئے وہ دریا کے اُس پار رکنے پر مجبور ہو گئے۔ دو مہینے اسی لیت و لعل میں گزر گئے۔ یزدجرد نے مشرقی حصہ میں پہنچ کر اپنے اہل و عیال کو حلوان کے قلعہ میں بھیج دیا جو کوہستان زیکرس کا ایک محفوظ مقام تھا اور محلات کے قیمتی ساز و سامان کو اس قلعہ میں منتقل کرنے لگا۔ یزدجرد مہران کو شہر کا چارج دے کر خود بھی حلوان جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ سعد بن کو یزدجرد کے ان ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ بہت بے قرار ہو گئے شکار رہا تھو سے نکلا جا رہا تھا۔ ایک دن سعد نے اپنی سپاہ سے کہا کہ ہم یہاں دشمن کے رحم و کرم پر ہیں وہ جب چاہے کشتیوں پر سوار ہو کر ہم پر حملہ کر سکتا ہے ہم میں سے ایک نے خواب دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا کو تیر کر عبور کر رہے ہیں۔ بہادر و اہمیت سے کام لو اور دریا میں کود کر باز نکل جاؤ۔

سعد بن نے چھ سو منچلے بہادروں کو مچنا اور ساٹھ ساٹھ سواروں کے دس دسے بنا دیئے۔ امیر کا حکم ملنے پر پہلا دستہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا دریا میں کود پڑا۔ دجلہ ان دنوں پوری طغیانی پر اُچکا تھا۔ بانی کی رفتار بہت تیز تھی لیکن ساٹھ سواروں کا یہ دستہ موجوں کو پھیرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ دوسرے کنارے کے قریب پہنچا تو ایرانیوں کی ایک جمیعت نے دریا میں اتر کر مزاحمت کی ٹھانی۔ دسے کے سالار قنقاع

تھے انہوں نے حکم دیا کہ نیزے تاق لڑا اور ایرانیوں کی آنکھوں میں مار۔ ایرانیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے یہ مسلمان سوار دوسرے کنارے پر جا چڑھے دریا کے دونوں کناروں پر اللہ اکبر کے نعرے گونجنے لگے۔ اب پانچ سو بہادروں کے پانچوں دستوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے گھوڑے پوری عسکری تربیت کے ساتھ دریا کو عبور کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے گویا خشکی پر چل رہے ہیں۔ یہ پانچ دستے کسی قسم کے نقصان کے بغیر دریا کو عبور کر گئے۔ صرف لکڑی کا ایک پیالہ دریا میں گرا وہ بھی بعد میں مل گیا۔

یہ حال دیکھ کر مایں کلا ایرانی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ وہ خوف اور رعب کے مارے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ یہ مسلمان لوگ انسان نہیں دیو ہیں جو دریا کی موجوں پر بھی غالب آگئے یزد و جرد بھی بھاگ گیا۔ بہت تھوڑے لوگ شہر میں باقی رہ گئے انہوں نے اطاعت قبول کر لی مسلمانوں نے شہر پر۔ کسریٰ کے ایران اور محلات پر۔ ایرانی اُمراء کے عالی شان قلعوں اور محلوں پر قبضہ جمایا مایں دولت کا مرکز عیش و عشرت کا گہوارہ۔ فنون کا گھر۔ کاریگری کا مخزن اور سردان ایران کا پایہ تخت تھا۔ عربوں نے یہاں پہنچ کر باغات

---

۱۔ دریائے دجلہ کو امیر تیمور نے ۱۳۹۲ء میں فتح بغداد کے وقت اسی طرح

عبور کیا۔ مؤلف

گلزار خیابان۔ چمن۔ نہریں عمارتیں اور تمدن کے دوسرے سانسوں  
دیکھے۔ سعد نے کسری کے ایوان میں پہنچ کر شکرانے کی نماز باجماعت  
ادا کی۔ اور قرأت میں سورہ دُخان کی حسیفیل آیتیں پڑھیں جن میں  
آل فرعون کے متعلق کہا گیا ہے۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَوُجُوْدٍ ۙ وَزُخْرٍ ۙ وَمَقَامٍ ۙ وَوُجُوْدٍ ۙ وَوُجُوْدٍ ۙ  
كَانُوا فِيهَا فَكَاهِيْنَ ۙ كَذٰلِكَ نَقُصُّكَ اَوْدُنَهَا حَتّٰى مَا اَخْبَرْتَهُ ۙ فَمَا  
بَلَغَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۙ

(انہوں نے آل فرعون) نے کتنے باغ۔ کتنے چشمے۔ کتنی کھیتیاں اور  
کتنے اچھے گھر اور نعمت کے ساز و سامان جن میں وہ مزے لے رہے تھے  
اپنے پیچھے چھوٹے۔ اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا۔  
پس ان پر نہ تو آسمان بھرا اور نہ زمین نے نوجو کیا اور نہ ان کو کھلت  
دی گئی)

## مالِ غنیمت

مداہن سے مسلمانوں کو بہت ساقیمتی مال غنیمت کے طور پر دستیاب  
ہوا اس میں سے قابل ذکر اشیاء حسیفیل تھیں۔  
توڑے کر ڈر درہم کی مالیت کی جائیدادیں یعنی محلات عمارتیں اور  
باغ وغیرہ خوانہ سے تیس ہزار درہم نقدی۔ چاندی اور سونے کے  
بے شمار برتن۔ عطریات اور مشک و عنبر کی بھاری مقدار۔ زیورات اور

جواہرات کے انبار۔ بادشاہ کا لباس تاج۔ پیٹی اور طرہ سمیت جو سب کے سب جواہرات سے مصنع تھے تخت۔ چاندی کا ایک پورے قد کا اونٹ جس کا سوار سونے کا تھا اور دانت قیمتی پتھروں کے تھے۔ اس سوار کی گردن پر لعلوں کا ہار تھا۔ صندل کی لکڑی کا فرنیچر۔ کاؤر کی بوریاں مشک و عنبر کے ڈھیر۔

اس کے علاوہ حسب ذیل تاریخی اہمیت رکھنے والی پانچ تلواریں بھی ملیں۔ جن میں ایک تلوار خسرو پرویز کی۔ ایک قیصر روم کی۔ ایک خاقان تاتار کی۔ ایک راجہ داہروائی سندھ کی اور ایک شاہ بہرام کی اور ایک نعمان شاہ حرامی کی تھی۔

مال غنیمت کی سب سے زیادہ قیمتی شے ایک تالین تھا جسے ایرانی فرشتہ بہار کہا کرتے تھے۔ اس تالین کا طول ستر گز اور عرض ساٹھ گز تھا۔ اس پر سونے چاندی۔ زمرد نیلم۔ پیکھراج۔ یاقوت لعل اور دیگر قیمتی پتھروں سے باغ و بہار کے نقشے بنائے گئے تھے۔ درخت۔ پھول۔ نہریں۔ روشیں۔ جن و غیب کا نقشہ اُتارا گیا تھا۔

اس مال غنیمت کی تقسیم سے بارہ بارہ ہزار دس لاکھ چھ ہزار طلائی پونڈ ہر مجاہد کے حصے میں آئے۔ سونا چاندی کے برابر ٹلنے لگا۔ جواہرات مسموم ہو گئے۔ خمس یعنی پانچویں حصے کے ساتھ قیصر اور نعمان کی تلواریں نیز فرشتہ بہار مدینہ بھیج دیئے گئے۔ خسرو کی تلوار سعد کو اور بہرام کی تلوار قعقاع کو ملی۔ "فرش بہار" مدینہ پہنچا

تو سوال پیدا ہوا کہ صنعتِ قالی بافی کے اس نادار نمبر نے سے کیا سلوک کیا جائے۔ بعض صحابہ کی رائے یہ تھی کہ اسے یادگارِ فتح کے طور پر بیت المال میں محفوظ رکھا جائے لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ ایسی قیمتی چیز کا بیت المال میں رکنا مناسب نہیں۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ سولہ ٹکڑے پر عمل کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے حصے میں جو ٹکڑا آیا وہ اکیس لاکھ تیس ہزار درہم میں بکا۔ مالِ غنیمت میں کسری کا مکمل لباس بھی مدینہ بھیجا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ لباس مسلمانوں کے بھرے مجمع میں محکم نامی ایک شخص کو پہنایا اور چشمہ فلک نے یرنگی عالم کا ماتا کیا۔

سعدؓ ابن ابی وقاص نے جمعہ کی نماز باجماعت الہوان کسری میں پڑھائی جسے مسجد بنا لیا گیا۔ جمعہ کی یہ نماز عراق میں مسلمانوں کا پہلا جمعہ تھی جو باقاعدہ اماں کی گئی۔ سعدؓ نے مدینہ کو اپنا معرکہ بتا لیا اور یہاں بیٹھ کر عراق عرب پر حکومت کرنے لگے۔

## جنگِ جلولہ

موسمِ خزاں ۱۶ھ

مدینہ سے بھاگنے کے بعد یزدجرد نے حلوان کو اپنا مرکز بنایا۔ حلوان کا قلعہ مدینہ سے کوئی ایک سو میل شمال کی طرف پہاڑی علاقہ پر واقع تھا۔ یزدجرد نے حلوان میں بیٹھ کر نیا لشکر تیار کیا۔

یہ لشکر ۶۳۴ء کے موسم خزاں میں مدائن کی طرف چلا۔ راستے میں حبشہ کا قلعہ تھا۔ لشکر نے وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ حبشہ کے قلعے کے گرد فصیل تھی اور فصیل کے باہر ایک خندق کھدی ہوئی تھی۔ قلعہ کو جانے والے راستوں پر ایرانیوں نے گولہ بھجوا دیئے۔ ہاشم اور قعقاع مدائن سے بارہ ہزار لشکر لے کر حبشہ کی طرف بڑھے۔ اور محاصرہ کر لیا۔ چوتھی دن مکہ جباری رہا۔ دونوں طرف برابر بمکت پہنچتی رہی۔ ایرانی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ایک دن جنگ ہو رہی تھی کہ شدید آندھی آگئی۔ ایرانی قلعے کی طرف ہلے۔ قعقاع نے آندھی کی تیرگی میں تعاقب کیا اور قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ ایرانیوں کے لئے رٹنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ شدید خونریزی ہوئی۔ اور ایرانی ایک لاکھ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یزدجرد رے کی طرف بھاگ گیا جو شاہن ایران کا دوسرا پایہ تخت تھا۔ رے کے آثار طہران سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر اب بھی موجود ہیں قعقاع نے آگے بڑھ کر حلوان پر حملہ کر دیا اور اس قلعہ کو بھی سر کر لیا۔ حلوان سے مسلمانوں کو پھر بے انداز قیمتی ساز و سامان ہاتھ لگا۔ تین کروڑ درہم خزانہ مجاہدوں کے درمیان تقسیم ہوا اور ہر مجاہد کو نو ایرانی گھوڑے بھی غنیمت میں ملے۔

حلوان کے مال غنیمت کا خمس مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ رونے

نگے۔ عبد الرحمانؓ نے کہا یا امیر المؤمنین رونے کا یہ کیا مقام ہے خدا نے مسلمانوں کو تسخیر و نصرت عطا کی ہے! عمرؓ بولے۔

مبلا شہ خدا نے مسلمانوں کو عزت بخشی ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ یہ مال غنیمت جو خدا ہمیں اتنی فسادانی کے ساتھ عطا کر رہا ہے کہیں مسلمانوں میں دنیا کی محبت اور باہمی حسد برائیاں پیدا نہ کر دے۔ مگر ایسا ہوا تو مسلم قوم تباہی کا شکار ہو جائے گی!

مال غنیمت کا خمس زیادہ ابن ابی سفیان نامی ایک نوجوان مدینہ لے کر گیا تھا اس نے سعدؓ اور شکر کے دوسرے سرداروں کی طرف سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ اسلام کے لشکر کو ولایت خزر اور خراسان کی طرف بڑھنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن عمرؓ نے کہا۔

”میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کاش عراق اور ایران کے درمیان کوئی پہاڑ حائل ہوتا۔ نہ ایرانی ہمیں چھڑ سکتے نہ ہم ان سے تعرض کرتے۔ مجھے مسلمانوں کا جان و مال مزید فتوحات اور اموال سے زیادہ عزیز ہے۔“

حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ظاہر کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو صرف ناگزیر جنگیں کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ملک گیری اور فتوحات کے

جذبے کے ماتحت مسلمانوں کی جانوں سے کھیلنا ناجائز سمجھتے تھے۔

## جزیرہ پر تسلط

حلمان کی تسخیر کے بعد ایرانیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن پور ہرمزان نے سیزان کے قلعے سے نکل کر مسلمانوں سے جنگ کی شکست کھائی اور مارا گیا۔ سیزان کا قلعہ اسلامی مملکت کی آخری چوکی بن گیا۔

اس کے بعد سعدؓ نے جزیرہ کے سارے ملک کو زیر تسلط لانے کے لئے ہمیں بھیجیں ایک مہم دریائے دجلہ کے کنارے کنارے مائن سے ایک سو میل تک تکریت کے مقام تک گئی مسلمانوں نے تقریباً کے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو چالیس دن تک جاری رہا۔ اس قلعہ میں کچھ رومی فوج تھی اور کچھ بنی تغلب۔ بنی عیاض اور بنی نمر کے عیسائی قبیلوں کا لشکر تھا۔ رومیوں نے بڑیوں کو چھوڑ کر دریا کی راہ سے بھاگنے کی تیاری کر لی لیکن بڑیوں نے رومیوں کے ارادوں سے قطعاً ہرگز مسلمانوں سے صلح کر لی اور ان کا راستہ روک دیا۔ سب رومی قتل کر دیئے گئے۔

ایک مہم نے دریائے فرات کے کنارے کنارے اوپر کی طرف جا کر حمت کا محاصرہ کر لیا اور سرکیشیا کا قلعہ سر کر لیا جو دریائے مجبور اور دریائے فرات کے سنگم پر واقع ہے۔ سرکیشیا کی تسخیر کے بعد حمت والے بھی مطیع ہو گئے۔ یہ مہم حضرت عمرؓ کے حکم سے رومیوں پر



دباؤ ڈالنے کے لئے اختیار کی گئی تاکہ ان مسلمان لشکروں کو امداد پہنچ سکے جو ملک شام میں قیصر روم کی فوجوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔

## وادئی شط العرب کی مہم

جب سعد بن ابی وقاص شِراق میں ایرانیوں کے ساتھ قوت آزمائی کرنے کے لئے امیر عسکر مقرر ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے عتبہؓ کو ایک فوج دے کر وادی شط العرب کو سر کرنے کے لئے مامور کیا تھا اور بحرین کے ایک قبیلوی سردار رقیہ کو حکم دیا تھا کہ وہ عتبہ کی امداد کے لئے جائے۔ عتبہؓ نے اوبہ پر چڑھائی کی اور اُسے سر کر لیا۔ اس کے بعد ایرانیوں سے چند ادرنگیں ہوئیں اور ایرانی شط العرب کی ولایت سے بے دخل کر دیئے گئے۔ سیکس لڑائی میں مسلمانوں کا پتہ ہلکا نظر آ رہا تھا۔ مسلمان عورتوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے اپنے کپڑوں کو بانسوں کے ساتھ باندھ کر جھنڈے بنائے اور مارچ کرتی ہوئی اپنے لشکر کی طرف چل پڑیں۔ ایرانیوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ رہی ہے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

عتبہ اس ولایت زمیں پر جو خلیج فارس کے شمال میں واقع ہے حکومت کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ وادی شط العرب کے مسلمان عیش پرست ہو رہے ہیں۔ مقاصد نے بتایا کہ دنیوی زندگی کی محبت اُن پر غالب آ رہی ہے۔ سو نے اور پانڈی لے ان کی آنکھیں چندھیا

دی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ حال سُن کر عقبہ کو واپس بلا لیا اور اُن کی جگہ مغیرہ کو حاکم مقرر کر دیا۔ مغیرہ نے اوبلہ میں مستقر بنایا اور حکومت کرنے لگے۔

## کوفہ اور بصرہ کی آبادی

۱۶  
۳۸ ع

۳۸ھ ہجری تک عراق کی ساری مملکت مسلمانوں کے زیرِ تسلط آگئی۔ کوہستان ریگزیں۔ ایران اور اسلامی مملکت کی حد بن گیا۔ جزیرہ اور سواد کی ولایات کے حاکم سعد بن ابی وقاصؓ تھے جن کی قیادت میں مسلمانوں نے یہ ملک فتح کیا تھا۔ اور وادی شط العرب کے حاکم عقبہؓ پھر مغیرہ مقرر ہوئے۔ سعدؓ نے اپنا مرکز مدائن کو قرار دیا۔ مدائن سے مسلمانوں کی ایک جماعت مدینہ گئی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اُن کے چہرے اُترے ہوئے ہیں اور اُن کے رنگ زرد ہو رہے ہیں۔ سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ مدائن کی مرطوب ہوا عربوں کو رگ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ عراق میں کوئی موزوں مقام تلاش کر کے مسلمان عسکریں کو وہاں آباد کیا جائے۔ چنانچہ حرمی سے جانب جنوب ایک جگہ پسند کی گئی جو صحرا کے نزدیک تھی اور جہاں کی آب و ہوا عربوں کے مزاج کے مطابق تھی۔ سعدؓ نے ایک مقام پر چھاؤنی ڈال دی۔ مسلمانوں نے دربار خلافت کے منظور شدہ نقشے کے مطابق مکانات بنائے

مسلمانوں نے محض گھاس بھوس کے پھتر بنائے تھے لیکن جب آتش زدگی کی وارداتیں رونما ہونے لگیں تو انہیں ایٹروں کے مکان کی اجازت مل گئی۔ اہل مسیح گوڈا شہر آباد ہو گیا۔

مغیرہ کا صدر مقام زیریں خطہ میں اولہ تھا وہاں کی آب و ہوا بھی خراب تھی۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے مغیرہ نے دو تین جگہ پر چھاؤنی ڈالی۔ آخر وہ جگہ پسند آئی جہاں اب بصرہ کا شہر آباد ہے۔ اہل طرح عراق میں مسلمانوں نے وہاں بڑا شہر بصرہ کے نام سے بسایا۔ گوڈا اور بصرہ کی آبادیوں کو اوقاف کی زمینیں دی گئیں۔ ان دونوں چھاؤنیوں سے خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں اس مضمون کی درخواستیں بھیجی گئیں کہ عربوں کو عراق میں زمینیں دی جائیں تاکہ وہ کھیتی باڑی کا کام شروع کر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ درخواستیں منظور کر دیں۔ اور فرمایا کہ زمینیں انہی کسانوں کے قبضہ میں رہنی چاہئیں جو انہیں پہلے سے کاشت کر رہے ہیں۔ اگر عرب مجاہد آرمی سے چسپاں ہونے لگے تو وہ سپاہیانہ اوصاف کھو بیٹھیں گے۔ عمرؓ عربوں کو اسلام کے مجاہد سپاہی رکھنا چاہتے تھے۔ گوڈا اور بصرہ کی آبادیاں جلد ہی تین تین لاکھ تک پہنچ گئیں۔

## سعد کا محل

گوڈا اور بصرہ میں ہر مسلمان کو مختصر سا جھونپڑا تعمیر کرنے کی اجازت ملی تھی اور حکم یہ تھا کہ گھر بنانے کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اموہ حسد سے تجاوز نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ سعدؓ نے اپنے گھر کے سامنے ڈیوڑھی بنالی ہے اور لوگ اُسے ”سعد کا محل“ کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو فرمان دے کر کوؤفہ بھیجا اور حکم دیا کہ کوؤفہ پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کرو کہ سعدؓ کی ڈیوڑھی گرا دو۔ محمد بن مسلمہؓ فرمان لے کر کوؤفہ پہنچے سعدؓ نے انہیں اندر جانے کے کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا اور ڈیوڑھی کو گرنے کے لئے آدمی لگا دیئے۔ فرمان میں رکھا اور اسلام مسلمانوں اور ان کے امیر کے درمیان کبھی ہسم کا امتیاز کیوں ہو۔ کیا تم نے ڈیوڑھی اس لئے بنائی ہے کہ ایرانی اُمرا کی طرح دربان رکھو اور مسلمان اپنے حاکم تک پہنچنے میں مڑکاوٹ پائیں۔ سعدؓ نے کہا کہ ڈیوڑھی بنانے سے میرا مطلب ہرگز وہ نہ تھا جو سمجھا گیا ہے۔ میں نے بازار کے شور و شب اور خاک وھول سے بچنے کے لئے ڈیوڑھی بنوائی تھی۔ لیکن امیر المؤمنین کو یہ بات پسند نہیں تو اس کا گرایا جانا ہی بہتر ہے۔

## شام اور فلسطین کی چڑھائی

دمشق پر چڑھائی شوال ۱۳ھ دسمبر ۶۳۴ء

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی فوجیں جو ملک شام کے معرکوں میں مصروف کار تھیں دریائے یرموک کے کنارے

جمع ہو رہی تھیں۔ یہ فوجیں جنگ یرموک میں تین لاکھ رومیوں کے لشکر جرار پر فتح حاصل کر چکی تھیں کہ انہیں حضرت صدیق کی وفات سے بیس دن بعد خلیفہ کے انتقال کی اطلاع ملی۔ یرموک کی جنگ ستمبر کے آغاز میں لڑی گئی تھی۔ خالد اور ابو عبیدہ اپنے لشکر سمیت اواخر نومبر تک اسی مقام پر بیٹھے مدبار خلافت کے احکام کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد شام کی فوجوں کو دمشق پر چڑھانی کرنے کا حکم بھیجا۔ اسلامی فوج کے سالاروں نے کچھ لشکر اسی کیمپ میں چھوڑا اور ایک بھاری جمعیت کو ابو العور کی سرکردگی میں وادی یرموک کی طرف بھیج دیا تاکہ عقب محفوظ رہے۔ ابو العور نے وادی یرموک کی ولایت عزم میں پہنچ کر فوج کے مقام پر چھاؤنی ڈالی جو بحیرہ طبریہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر جانب مشرق واقع تھا۔ رومی فوجیں قریب کی ایک اور وادی جزیرل میں بیسان رہیت شان کے مقام پر جمع ہو رہی تھیں۔ جب انہوں نے وادی یرموک میں اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنی تو اندیوں پر بند لگا لگا کر اپنے سامنے کی وادی کو دل دل بنا دیا۔ ابو العور نے وادی جزیرل کی ناکہ بندی کر کے رومیوں کا محاصرہ کر لیا اور جنگ کے لئے موسم گرما کا انتظار کرنے لگے تاکہ دلہیں خشک ہو جائیں۔ ابو العور کے عقب میں یرموک کی سرسبز وادی تھی۔ انہیں ہر طرح کی رسد اور کمک پہنچ سکتی تھی۔

لیکن اسی ہزار رومی محاصرے کی صعوبتوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔  
 ان پیش بندیوں کے بعد خالد بن ولید اور ابو عبیدہؓ بڑا لشکر لے کر  
 عروس البلا دوشق کی طرف بڑھے جس کی نہ خیز اور سرسبز وادیاں باغ عالم  
 کہلاتی تھیں۔ اس وقت کا دمشق بڑا متمدن شہر تھا۔ اس کی قدامت  
 کا اندازہ قرأت کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے کہ جب حضرت  
 ابراہیمؑ کا لہریہ کے اُسر سے ہجرت کر کے ملک شام میں آئے تو دمشق  
 اس وقت بھی اس ملک کا مشہور بازار تھا۔ دمشق کے ارد گرد بیس  
 فٹ اونچی اور پندرہ فٹ چوڑی سنگین فصیل بنی ہوئی تھی جس کے  
 اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پہرہ داروں کے لئے برج بنائے  
 گئے تھے۔ دمشق کے بیچ میں سے ایک بڑا بازار سوق المستقیم گزرتا  
 تھا۔ جس کے دونوں سروں پر مشرق و مغرب میں دو بڑے پھاٹک  
 لگے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ فصیل میں اور دروازے بھی تھے۔ جو  
 دوسرے بازاروں کے سروں پر جا کر کھلتے تھے۔

اسلام کے لشکر نے شمال ۱۳ھ میں دمشق کا محاصرہ کر لیا۔  
 مغربی پھاٹک کے سامنے جو باب الحجاب کہلاتا تھا ابو عبیدہؓ نے  
 ڈیرہ جمایا۔ مشرقی پھاٹک کے سامنے خالد بن ولیدؓ جمع کئے۔ شمال  
 مشرق کے دروازہ باب تومہ پر عمرو بن العاصؓ کی ڈیوٹی لگی۔  
 شمالی پھاٹک باب فرادیس پر شرجیل مامور ہوئے۔ اور یزید بن  
 ابوسفیان کو حکم ملا کہ وہ بادبہ اونٹوں سے لے کر باب الحسان تک

گشت کرتے رہیں۔ یہ محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ دمشق سمجھتے تھے کہ عرب پہلے کی طرح خود ہی محاصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے لیکن محاصرہ طویل کھینچتا گیا۔ اہل دمشق کبھی کبھی باہر مسلمان فضیل کے نزدیک آتے تو وہ اوپر سے ان پر پتھروں اور تیروں کا سینہ برسا دیتے تھے۔ قیصر روم نے جموں میں بیٹھ کر انالیش کر جمع کیا تا کہ دمشق کو محاصرہ سے چھڑانے کے لئے کوشش کرے۔ لیکن ذرا نکلا عینی فوج لے کر شمال کی طرف چلے گئے اور راستہ روک لیا۔ اسی طرح انالیش کر فلسطین کی طرف سے آنے والی شاہراہوں پر بھی متعین کر دیا گیا۔

## دمشق کی تسخیر

ایک شب کو دمشق کے رومی گورنر کے ہاں سچے پیدا ہونے پر دمشق والے خوشی کی رنگ لیلیاں منا رہے تھے۔ رومی سپاہیوں اور افسروں نے اس رات خوب شراب پی رکھی تھی۔ خالد بن ولید کو جو ہر وقت جو کتنے رہتے تھے اس حال کی اطلاع مل گئی۔ اور وہ خاموشی سے اپنی جمیعت لے کر فضیل کے نیچے پہنچ گئے۔ مسلمان بہادروں نے خندق کو مشکوں پر تیر کر عبور کیا اور فضیل پر کمند ڈال کر اوپر چڑھ گئے انہوں نے بدست پہرہ داروں کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے دوسری جانب اتر کر پھاٹک کھول دیا۔ خالد بن ولید انتظار کر رہے تھے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر شہر میں داخل ہو گئے۔ اور رومیوں کے ساتھ جنگ ہارنے لگی۔ دمشق کے رومی گورنر کو یہ اطلاع ملی تو وہ چند آدمی لے کر

مغربی پھاٹک کی راہ سے ابو عبیدہؓ کے پاس جا کر امان کا طالب ہو گیا۔ معاہدہ کی شرطیں لکھی گئیں اور گورنر ابو عبیدہؓ کے چند لشکریوں کو لے کر شہر میں آ گیا۔

علی الصبح خالدؓ دوسرے دروازہ کی راہ سے لڑتے بھڑتے چوک میں داخل ہوتے تو انہیں ہاں ابو عبیدہؓ کے لشکری مزے سے مٹ گشت کرتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بہت حیران ہوئے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ ابو عبیدہؓ نے شہر والوں کو امانی دے دی ہے۔ تو خالدؓ بہت برا فرشتہ ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ رومی گورنر نے عیاری سے کام لیا ہے۔ اتنے میں ابو عبیدہؓ بھی چوک میں پہنچ گئے۔ خالدؓ اور ابو عبیدہؓ کے درمیان کس بات پر تکرار چھڑ گئی کہ دمشق والوں سے کیا سلوک کیا جائے خالدؓ کہتے تھے کہ میں نے شہر کو بزورِ شمشیر نہ کیا ہے اس لئے اُن کے ساتھ مفتوحین کا سا برتاؤ کیا جائے گا۔ ابو عبیدہؓ مصر تھے کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں لہٰذا اُن کے ساتھ معاہدہ کے مطابق زمینوں کا سا سلوک ہو گا۔ آخر خالدؓ مان گئے۔

جن شرطوں پر ابو عبیدہؓ نے سہیل دمشق کو امان دی وہ حسب ذیل تھیں ۱۔

اہلِ دمشق اپنی نصف املاک نقد۔ زمین اور جائیداد فاتیح کے حوالے کر دیں گے۔ ان محصولوں کے علاوہ جو وہ قبضہ روم کو ادا کیا کرتے تھے فی کس ایک دینار اور ایک پیما زغلہ کے حساب سے جزیہ



دیے گئے۔ جو لوگ شہر چھوڑ کر جانا چاہیں گے انہیں باہر جانے کی اجازت ہوگی۔ یہ شہر طین شام کے دوسرے شہروں کے لئے جو بعد میں متبرج ہوئے نمونہ بن گئیں۔ اس معاہدے کے مطابق گرجاؤں کی عمارتیں بھی تقسیم ہو گئیں سینٹ جان گرجا آدھا آدھا کیا گیا۔ نصف میں مسجد بنائی گئی اور نصف گرجا بنا رہا۔

بعض عیسائی معاہدہ کے مطابق شہر چھوڑ کر جانے لگے تو خالد بن ولید نے اعتراض کیا کہ وہ سامان اور منہیارا اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ ابو عبیدہ نے انہیں مختصر سامان اور تلوار ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی اسی طرح بعض دوسرے نقاط پر خاندان اور ابو عبیدہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ آخر معاملہ فیصلہ کے لئے دربار خلافت بھیجا گیا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ اس کے بعد میں ابو عبیدہ شام کا حاکم اور افواج کا پر سالار مقرر کرتا ہوں۔ یہ حکم ملنے پر خالدؓ ایک ماتحت افسر کی طرح کام کرنے

---

لے بعد کے ادوار میں مسلمان خلفاء نے اس گرجا کو خریدنے کی کوششیں کیں لیکن عیسائی نہ مانے آخر ولیدؓ نے سنہ ہجری میں اس گرجا کو مکہ مسجد میں تبدیل کر دیا۔ عثمانی کے عہد میں عیسائیوں نے پسیل کی طلبائے اسلام نے فتویٰ دیا کہ جو جگہ ایک فہ مسجد بن جائے وہ پھر تبدیل نہیں کی جاسکتی۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ عمارت تو عیسائیوں کو نہ دی لیکن شہر کے دوسرے گرجے ان کے حوالے کر دیئے۔ مؤلف

لگے۔ اور ان کے ماتھے پر شکن تک نہ آیا۔ خالدؓ ذرا سخت گیر  
واقع ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے جو ذمتیوں کے ساتھ  
حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہتے تھے ابو عبیدہؓ ایسے نرم دل شخص کو  
شام کا حاکم بنا دیا۔

## دیرابی القدوس کی جنگ

۱۳  
۴۶۴ھ

دشمن سے تیسس میل کے فاصلے پر جانب شمال ایک جگہ دیرابی القدوس  
کے نام سے مشہور تھی جہاں ہر سال عیسائیوں کا میلہ لگتا تھا۔ دشمن کی تسخیر  
کے بعد میلہ لگانا تو طرابلس کا رومی گورنر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر جو  
قیصر ہرقل کی بیٹی تھی اس میلہ میں شامل ہونے کے لئے آگیا۔ اس کے  
ساتھ پانچ ہزار فوج کا ایک دستہ بھی تھا عبد اللہ بن جعفر باج سو کی  
جمعیت کے ساتھ ان اطراف میں گشت کر رہے تھے کہ اس فوج کے ساتھ  
ان کی ٹڈ بھڑ ہو گئی۔ عبد اللہ کی جمعیت کم تھی انہوں نے دشمن کی طرف  
قاصد دوڑایا۔ خالدؓ بجلی کی طرح کمک لے کر پہنچے۔ رومیوں کو شکست  
دی۔ قیصر کی بیٹی گرفتار ہو گئی۔ تھوڑی مدت بعد پادریوں کا ایک وفد  
آیا جس نے خالدؓ سے درخواست کی کہ قیصر کی بیٹی کو رہا کر دیا جائے۔  
خالدؓ نے یہ درخواست منظور کر لی اور کہا کہ قیصر سے کہہ دو میرے اور اس  
کے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی۔ میں اس کی بیٹی کو اس خیال سے چھوڑ

رہا ہوں کہ ایک دن خود قیصر کو گرفتار کر لوں گا۔

## جنگ فحل آغاز ۱۲ھ محمد ۶۳ھ

ابو عبیدہ دمشق سے حمص کی طرف بڑھنا چاہتے تھے جہاں قیصر روم  
ہرقل نیا لشکر جمع کر رہا تھا لیکن دوبار خلافت سے حکم پہنچا کہ جب  
لشکر تمہارے عقب میں رومی فوجوں کے اجتماع باقی ہیں آگے بڑھنے  
کی کوشش نہ کرو۔

یہ حکم ملنے پر ابو عبیدہؓ نے یزید بن ابوسفیان کو دمشق کا گورنر  
مقرر کیا اور خود لشکر لے کر فحل کی طرف آگئے جہاں ابوالعور کا لشکر  
اسی ہزار رومی فوج کو گھیرے میں لئے ہوئے بڑا دلدل کے خشک ہونے  
کا انتظار کر رہا تھا۔ فادی یردوں کے حاکم شمر جیل تھے اس لئے  
جنگ فحل کی کمان اُن کے سپرد کی گئی شمر جیل نے خالدؓ کو مقدمہ  
کا افسر مقرر کیا میمنہ کی کمان ابو عبیدہؓ کے اور میسرہ کی کمان عمرو ابن العاص  
کے سپرد کی یہ قرار سامنے کے کمان دار مقرر ہوئے اور عیاض کو  
پسپادہ سپاہ کا افسر بنایا گیا۔ ابوالعور کو طبریہ کی طرف بھیج  
دیا گیا تاکہ دشمن کی کمک پہنچنے کی راہ روکے رہیں۔ اس ناکہ بند ہی  
سنگ آکر رومی اپنے حصار سے نکلے اور دور کا چکر کاٹ کر سلاخی  
لشکر کے دائیں بازو پر حملہ آور ہوئے مسلمان غافل نہ تھے۔  
جنگ چھڑ گئی۔ دن بھر شدید لڑائی ہوتی رہی۔ رومی شکست

کھا کر بھاگے اور اسی دلدل میں پھنس گئے جو انہوں نے خود اپنی حفاظت کے لئے بنائی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقصان بہت کم ہوا اور مال غنیمت ڈھیروں ملا۔ جنگ فحل نے شام کی ولایت سے رومیوں کا قصد پاک کر دیا۔

اس جنگ کے بعد عراق کی فوج جو خالد بن ولید کی سرکردگی میں شامی افواج کی امداد کے لئے آئی تھی حضرت عمرؓ کے تازہ محکم کے مطابق اکشم بن عتبہ کے زیر قیادت عراق کو بھیج دی گئی۔ یہی فوج قادیسیہ کی جنگ کے تیسرے دن عین وقت پرواں پہنچی تھی جس کا ذکر ہم پچھل فصل میں کر آئے ہیں۔ ابوبسیدہؓ وغالہؓ اور دوسرے سردار اس فتح کے بعد دمشق چلے گئے۔ شرجیلؓ اور عمرو بن العاصؓ وادی یرموک میں امن قائم کرنے کے لئے وہیں رہ گئے۔ اس مادی کے بدوی قبیلوں۔ یہودیوں۔ سامریوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ یہ لوگ رومیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اور مسلمان حکمرانوں کے حسن سلوک سے بہت خوش تھے۔ بیان طبرہ اور زاعات۔ عمان۔ حیراکش۔ دآب۔ بصریٰ غرض شرق یرموک کے تمام شہروں نے برضا و رغبت اطاعت قبول کر لی۔

نزیذ بن ابوسفیان حاکم دمشق نے مشرق و مغرب میں اپنے حلقہ اثر کو وسعت دی۔ معاویہؓ ابن ابوسفیان نے سیدوں۔ بیروت اور لبنان کے دوسرے ساحلی شہروں پر قبضہ جمایا۔

## حمص کی تسخیر

ذیقعدہ ۱۴ھ جنوری ۶۳۶ء

ابوعبیدہؓ جنگِ فحل سے فارغ ہو کر دمشق پہنچے تو عمروؓ ابن العاصؓ کی روانگی بردون میں تھی فلسطین بد چڑھائی کرنے کا حکم بھیجا اور خود یزید کو دمشق کا حاکم بنا کر شمال کی طرف بڑھے جہاں ذوالکلاع یمن کے حمیری قبیلہ کے جواؤں کے ساتھ راستوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ اس اقدام کی وجہ یہ تھی کہ قیصر ہرسل نے حمص میں بیٹھ کر دو لشکر تیار کئے اور انہیں مدبر نیلیں تھیں اور شناس کے زیرِ کان دمشق پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ تھیوڈور کا مقابلہ کرنے کے لئے خالدؓ کا کالم بڑھا اور ابوعبیدہؓ شناس کے مقابلے کے لئے بڑھے۔ تھیوڈور نے کسی دوسرے راستے سے بڑھ کر دمشق پر حملہ کر دیا۔ یزید نے فیصل سے باہر نکل کر جنگ شروع کر دی۔ جب خالدؓ کو اطلاع ملی کہ تھیوڈور کی فوجیں دمشق کی طرف نکل گئی ہیں تو انہوں نے بجلی کی تیزی سے آکر تھیوڈور کے عقب پر حملہ کر دیا۔ اس کی ساری فوج تین گئی ابوعبیدہؓ نے شناس کو شکست دی اور آگے بڑھ کر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ قیصر ہرسل شکست کی اطلاع سنتے ہی روم کو چلا گیا۔

قیصر ہرسل نے روم میں بیٹھ کر شمالی عراق کے بدوی عیائی

قبائل کو اکایا کردہ حمص کے محاصرہ سے چھڑانے کے لئے لشکر لے جائیں۔ یہ قبائل لشکرِ فہم کو کہتے تھے کہ سعد بن ابی وقاص نے جو عراق میں ایرانیوں کی فوجی طاقت کا سرکچل چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے شمالی عراق میں مہمیں بھیج دیں جنہوں نے حیت اور کیش کے قلعے سر کر کے ان قبائل کو مطیع بنالیا۔

حمص کا محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ موسم بہار میں ایک زلزلہ آیا جس نے شہر کی فصیل میں جا بجا رخنے ڈال دیئے۔ حمص کے رومی گورنر نے یہ حال دیکھ کر ہتھیار ڈال دیئے اور اہل حمص نے انہی شرطوں پر اطاعت قبول کر لی جو ابوسعیدؓ و مشن کے لوگوں نے کی تھیں۔

## شام کے دوسرے شہروں پر قبضہ

۱۴ھ ۶۳۶ء

حمص کی تسخیر کے بعد حضرت عمرؓ کا فرمان موصول ہوا کہ شمالی شام کے باقی ماندہ شہر مسخر کئے جائیں۔ چھوٹے موٹے قلعوں نے مزاحمت کے بغیر اطاعت قبول کر لی کہ دسیہ والوں نے مقابلہ کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ اسلامی فوج چند دن کے محاصرہ کے بعد سچے ہٹ گئی۔ شہر والے سمجھے کہ مسلمان پسپا ہو گئے ہیں وہ عقب پر حملہ کرنے کے لئے باہر نکلے اسلحہ فوج نے پلٹ کر لڑائی کی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔

قنترین کے لوگوں نے اپنا ایک قاصد بھیج کر ابو عبیدہؓ سے  
 شرائط طے کر لیں اور وعدہ کیا کہ اسلامی فوج کی آمد پر وہ رومیوں  
 کو مدد نہ دیں گے اور شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ رومی فوج  
 کا قلعہ شہر سے باہر تھا۔ رومی گورنر نے قیصر سے مزید کمک منگوائی  
 قرابل قنترین وعدے سے منحرف ہو گئے اس پر خالدؓ کو قنترین  
 پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا۔ خالدؓ نے رومی فوج کو شکست دی۔ اس  
 جنگ میں رومیوں کا جرنیل میناس مارا گیا جس کو رومی سلطنت میں  
 قیصر کے بعد دوسرا درجہ حاصل تھا۔ قنترین کا شہر سر کر لیا گیا۔ اس  
 لڑائی میں شام کا ایک عثماني سردار جبالہؓ میں رومی فوج کے ساتھ تھا۔  
 یہ جبالہؓ اسلام قبول کر کے مرتد ہو چکا تھا اور بھاگ کر رومیوں سے  
 مل گیا تھا۔ جبالہؓ کی جمعیت چند نامور مسلمانوں کو گرفتار کر کے بھاگ  
 لے جبالہؓ شام کے میسائی ملک کے خاندان سے تھا جو فتانی قبیلہ سے تعلق رکھتے  
 تھے۔ جبالہؓ نے پہلے اسلام قبول کیا۔ مدینہ جا کر حضرت عمرؓ سے ملا۔ کعبہ کے حج کو  
 گیا۔ وہاں وہ طواف کر رہا تھا کہ ایک بدی عرب کا پاؤں اس کی جبل کے کنارے پر جا پڑا  
 جو زمین پر ٹٹکا ہوا تھا۔ کعبہ پر سے گر پڑی اور جبالہؓ کا کندھانٹا ہو گیا۔  
 جبالہؓ نے بدی کے من پر طمانچہ مارا۔ بدی نے حضرت عمرؓ کے سامنے مقدمہ دائر  
 کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا کہ بدی جبالہؓ کے خسار پر ویسا ہی تھپڑ مارے۔  
 جبالہؓ نے کہا یہ کیا؟ میں ملک میں آدمی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مسلمانوں میں  
 سب برابر ہیں اور سب قانون شریعت کی نگاہ میں مساوی ہیں۔ جبالہؓ اسلامی مساوی  
 کا یہ حال دیکھ کر بہت بد دل ہوا اور بھاگ کر رومیوں سے جا ملا۔

گئی جن میں ضرار بھی تھے ۔

ابو عبیدہؓ کے کالم نے اودیبہ ستر کرنے کے بعد حلب پر  
چڑھائی کی اور اسے سر کر لیا۔ قیصر ہرقل روح سے انطاکیہ میں جا بیٹھا اور  
وہاں فوج جمع کرنے لگا۔ قیصر حیران تھا کہ مسلمانوں میں ہر میدان  
میں کیوں غالب آرہے ہیں اس نے اہل دربار سے یہ بات کی ۔ ایک  
پادری نے جواب دیا :-

”مسلمان رات کو عبادت کرتے ہیں من کو روزے رکھتے  
ہیں کسی ظلم نہیں کرتے ۔ آپس میں برابری سے ملتے  
ہیں ۔ شراب نہیں پیتے ۔ ان کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں  
اس لئے وہ استقلال سے لڑتے ہیں اور فتح حاصل  
کر لیتے ہیں۔“

## ہرقل کا نزار

ابو عبیدہؓ نے حلب سے انطاکیہ کی طرف اقدام کیا ۔ انطاکیہ  
مضبوط فیصل اور سنگین استحکامات رکھنے والا شہر تھا ۔ یہاں ہرقل  
کو سمندر کی راہ سے کمابھی مل سکتی تھی لیکن وہ مسلمانوں کی فتوحات  
آنا برا سا ہو چکا تھا کہ پہلی ہی لڑائی میں شکست کھانے کے بعد جو  
شہر سے چند میل کے فاصلے پر پہل پر ہوئی ۔ انطاکیہ سے بھاگ گیا ۔  
شام کی دلایت سے رخصت ہوتے وقت قیصر ہرقل نے سرحد کے



ایک پہاڑ پر چڑھ کر اس سرسبز ملک پر آخری نگاہ ڈالی اور بولا۔  
 "سلام ہو تجھ پر اے مقدس سرزمین! الوداع اے  
 ملکِ شام۔ میں پھر نہیں آسکوں گا نہ کوئی ندی  
 خوف سے کانپے بغیر تجھ میں داخل ہو سکے گا۔  
 تا آنکہ دجال ظاہر نہ ہو!"

یہ قیصر ہر قل تھا جس نے نوسال پہلے ایرانیوں کو شکست دے کر  
 اُن سے اصلی صلیب واپس لی تھی۔ اور جس نے پانچ سو سال پہلے  
 پرشولم کا حج کیا تھا۔ وہ ہرقل جس نے آٹھ سال پہلے پیغمبر خدا کی دعوت  
 اسلام کو اس حد تک ناقابل التفات سمجھا تھا کہ جواب تک دینے کی ضرورت  
 محسوس نہ کی تھی۔ وہی ہرقل "الوداع اے شام" کہتا ہوا مقدس سرزمین سے  
 رخصت ہو گیا۔

## جنگ اجنادین موسم بہار ۱۵ھ ۶۳۶ء

عمرو بن العاص کو فلسطین کے ملک چڑھائی کرنے کا حکم مل  
 چکا تھا فلسطین کا ملک بحیرہ مردار کے مغرب میں واقع ہے جس کے  
 شمال میں فادتی رودون کی ولایت غور ہے۔ جنگِ فحل اسی فادی میں  
 لڑی گئی تھی۔ شام کے شہر رومی فوجوں سے پاک کئے جا چکے تھے لیکن  
 فلسطین میں رومیوں کی چھاؤنیاں محفوظ لڑی تھیں۔ عمرو بن العاصؓ

ولایت غور کے مقام بیسان سے جہاں رومی فوج کا قلعہ جمع کیا گیا تھا۔ فلسطین کی طرف بڑھے۔ فلسطین کے رومی گورنر اور جنرل اربیون نے اجنادین کے مقام پر لشکر جمع کیا اور عمرو بن العاص سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ عمرو ملاقات کے لئے گئے اربیون نے انتظام کر رکھا تھا کہ جب عمرو ملاقات سے فارغ ہو کر واپس جائیں تو رومی سپاہی جو اس نے گھات میں بٹھا رکھے تھے انہیں پکڑ کر قتل کر دیں۔ عمرو بہت ہشیار تھے وہ دوسرے رستے سے نکل گئے جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے کہا ”ہمارا اربیون رومیوں کے اربیون سے ہوشیار نکلا۔“

اجنادین کے مقام پر اسلامی لشکر اور رومی لشکر کے درمیان جنگ ہوئی اربیون شکست کھا کر یروشلم چلا گیا۔ عمرو بن العاصؓ نے اجنادین میں مستقر قائم کیا اور عقبہ رومی چوکیوں پر جو غازہ۔ ہاستہ۔ نبلس۔ لہہ۔ بیت جبرین اور جافہ میں تھیں وہیں بھیج کر انہیں نہ کر لیا۔ فلسطین میں یروشلم اور قیصریہ کے اہم مقام باقی رہ گئے عمرو بن العاص مزید احکام کے لئے انتظار کرنے لگے۔

## القدس (یروشلم) کا تسلیم ہونا ساتھ سترہ

حضرت عمرؓ کا حکم موصول ہونے پر ابو عبیدہؓ بھی اجنادین پہنچ گئے اور اسلامی افواج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر یروشلم کی طرف بڑھے۔ ابو عبیدہؓ نے القدس (یروشلم) کا محاصرہ کیا اور وہاں کے رومی گورنر ارطبون کو ذیل کے مضمون کا خط بھیجا۔

”ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگ اس بات کا اعلان کر دو کہ ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ نیز یہ کہ یوم الحساب برحق ہے اور اللہ مرے ہوئے لوگوں کو قبروں میں سے اٹھا کر زندہ کر لے گا۔“

اگر تم ان باتوں کا استہرا کر دو اور اعلان کر دو کہ ہمارے لئے تمہارا خون گمانا۔ تمہارا مال لیٹنا اور تمہارے بچوں پر قبضہ کرنا حرام ہو جائے گا۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو خراج اور حبسزید دینے پر رضامند ہو جاؤ۔ یہ بھی منظور نہیں تو میں تم پر چڑھائی کرنے کے لئے ایسے آدمی بھیجوں گا جو موت کو اسی شوق سے قبول کرتے ہیں جس شوق سے تم شراب پیتے اور سوڑکا گوشت کھاتے ہو۔“

اس خط کے موصول ہونے پر رومی گورنر ارطبون اور شہر کے مقدس اور ممتاز لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ یہودیوں کے بیٹوں

اور عیسائی پادریوں نے اربوں کو بتایا کہ مقدس کتابوں کی پیش گوئی  
کہتی ہیں کہ مسلمان القدس کو فتح کر لیں گے۔ اربوں ڈر کر مصر کی طرف  
بھاگ گیا۔ القدس کے بطریق نے جس کا نام عیسائیوں کے ریکارڈ میں  
سفر ونیس ظاہر کیا ہے مسلمانوں سے مصالحت کرنے کا فیصلہ  
کر لیا اور شہر سے باہر اسلامی کیمپ میں جا کر ابو عبیدہؓ سے ملاقات کی  
بطریق نے ابو عبیدہؓ کو شہر کے مقدس ہونے کی طرف توجہ دلائی اور  
کہا کہ جو لوگ اس شہر میں معاندانہ حیثیت سے داخل ہوں گے ان پر  
خدا کا قہر نازل ہو کر رہے گا۔ ابو عبیدہؓ نے جواب دیا ”ہم جانتے ہیں  
کہ القدس اللہ کے نبیوں کا مولد و موطن رہا ہے اور اس شہر میں خدا کے  
رسولوں کی قبریں ہیں۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معراج کی  
رات اس شہر میں تشریف فرما ہوئے تھے اور یہیں سے معراج کر کے  
پروردگار عالم کی حضور میں پہنچے تھے۔ اور اس حقیقت گہری سے اتنے  
قریب ہو گئے تھے کہ دو کالوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ بیچ میں رہ گیا  
تھا۔ ہم اس رسول کے پیرو ہیں اور اس شہر کی حفاظت اور خدمت  
کرنے کے لئے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ لہذا جب تک خدا اس شہر کو  
دوسرے شہروں کی طرح ہمارے لئے مسخر نہیں کر دیتا ہم محاصرہ جاری  
رکھیں گے“

بطریق سفر ونیس نے جواب دیا کہ ”ہم لڑائی نہیں چاہتے“  
لیکن القدس کی عظمت کے پیش نظر یہ چاہتے ہیں کہ یہ مقدس شہر

خلیفہ اسلام کو تسلیم کریں۔ حضرت عمرؓ خود تشریف لائیں تو ہم  
شہر اور اس کے پاک مقامات کو ان کے حوالے کر دیں گے ۹  
ابو عبیدہ نے یہ بات تسلیم کر لی اور حقیقت حال کی رپورٹ دوبارہ  
خلافت میں بھیج دی۔

## حضرت عمرؓ کا سفر الی القدس

۱۶؎ ۳۷؎

حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً القدس کی طرف  
جانے کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ یہ رختِ سفر ایک گھوڑے، ایک  
غلام، اور ستودوں اور چھوہاروں کی ایک گھڑی، پانی کے ایک مشکیزے  
اور لکڑی کی ایک قاب سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

وہ امیر المؤمنین خلیفہ المسلمین جن کی وجہی کسرائے ایران کو عراق  
عرب سے اور قیصر روم کو ملک شام سے بے دخل کر چکی تھیں اس شان سے  
مدینہ چلے۔ حضرت عمرؓ نصف منزل خود گھوڑے پر سوار ہوتے تھے  
اور نصف منزل اپنے غلام کو گھوڑے پر بٹھاتے تھے۔ اپنے غلام کو  
ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ راستے میں لوگ سلام کے لئے حاضر  
ہوتے تھے اور منقذات بھی پس کرتے تھے۔ ایک مقام پر حضرت  
عمرؓ کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دو سگی بہنوں کو بیویاں بنا رکھا  
ہے۔ آپ نے ایک کو طلاق دلائی۔ ایک جگہ آپ نے دیکھا کہ کچھ

لوگ درختوں سے بندھے ہوئے ہیں دریافت حال پر پتا چلا کہ یہ مقروض ہیں۔ اور قرصخواہ دام وصول کرنے کے لئے ان پر تشدد کر رہے ہیں حضرت عمرؓ نے انہیں آزاد کرایا اور کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دنیا میں خدا کے بندوں کو عذاب دیتا ہے اُسے آخرت میں ویسا ہی عذاب دیا جائے گا۔ ایک بستی میں انہیں معلوم ہوا کہ ایک آقا اور اس کا غلام دونوں ایک ہی عورت سے باری باری تمتع حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ڈانٹا اور مستلم کرنے کی دھمکی دی۔

حضرت عمرؓ شام کی مملکت میں داخل ہوئے تو اسلامی فوج کے سالار اور افسر استقبال کے لئے آئے۔ ان سب نے شام اور روم کے لوگوں کی طرح ریشمیں عبا میں پہن رکھی تھیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے۔ ان لوگوں پر کنکریاں پھینکیں اور فرمایا کہ تم نے اتنی مجلس دی اپنے آباؤ اجداد کی سادگی کو ترک کر دیا۔ جاؤ انسانوں کا سالباس پہن کر میسے سامنے آؤ سالاروں نے ریشمیں عبا میں آٹا دیں اور دکھایا کہ ان عبا اس کے نیچے ان کا اپنا جنگی لباس ہے۔ حضرت عمرؓ نے یروشلم پہنچ کر رات اسلامی فوج کے کیمپ میں گزاری۔ صبح القدس کا بطریق (لاٹ پادری) دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ القدس کی تسلیمیت کے لئے شرطیں طے کیں معاہدہ مرتب ہوا جس پر جانین نے دستخط ثبت کئے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بطریق کی معیت میں بیت المقدس کے اندر  
تشریف لے گئے۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ بطریق نے انہیں  
جملہ آثار کی سیر کرائی۔ قبة الصخریٰ کا پتھر جس پر حضرت یعقوب  
نے تکیہ لگا کر رو یا دیکھی تھی گرد و غبار سے اٹا ہٹا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب اسی پتھر پر قدم رکھ کر  
براق پر سوار ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اس پتھر کی صفائی  
کی۔ کعب نامی ایک یہودی نے جو مقدس کتابوں کی پیشگوئیوں کا بڑا مفتخر  
تھا حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرؓ سیر کرتے ہوئے ایک گرجا کی سیڑھیوں پر چڑھ  
رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ بطریق نے کہا کہ آپ گرجا ہی میں نماز  
اداکر لیں لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے ایسا  
کیا تو مسلمان اسے مسجد نہالیں گے۔ آپ نے نماز  
باہر جا کر پڑھی اور معاہدہ کے کاغذ کو منگوا کر اپنے ہاتھ سے اس پر  
یہ شرط بڑھادی کہ کوئی مسلمان یروشلم کے گرجاؤں میں سے کسی  
میں نماز نہ پڑھے اور نہ کسی گرجا کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو کہ اذان  
دے + القدس کی سیر کرنے کے بعد حضرت عمرؓ اسلامی کیمپ  
میں واپس آگئے۔

حضرت عمرؓ نے یروشلم میں ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم بھی دیا  
جو آج تک مسجد عمرؓ کے نام سے موجود ہے۔

## صلح کی شرطیں

حضرت عمرؓ نے یرشلم کے بطریق سے صلح کی جو شرطیں طے کیں وہ بصورت ذیل بیان کی جاتی ہیں :-

۱۔ ذمی لوگ (عیسائی اور یہودی) مسلمانوں کا سائباس نہیں بنیں گے اور اپنے لباس میں زرد و حاری یا پٹی لگائیں گے۔

۲۔ ذمی لوگ گھوڑے پر سوار نہ ہوں اور گدھے پر سوار ہوں تو زین اور رکاب لکڑی کا استعمال کریں۔

۳۔ ذمی لوگ اپنی قبریں زمین کے برابر رکھا کریں اور اپنے دروازوں پر شیطان نشان لگائیں۔

۴۔ ذمی لوگ اپنے بچوں کو مسلمان اساتذہ سے تعلیم ملایا کریں۔

۵۔ عیسائی کوئی نیا گرجا تعمیر نہ کریں اور نمازوں کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں۔

۶۔ مقدس مقاموں میں بلا اجازت داخل نہ ہوں۔

۷۔ تیوہاروں پر جلوس نہ نکالیں۔

۸۔ مذہب اسلام کی کڑہیں نہ کریں اور صلیب کو منظرِ عام پر لانے سے محترز رہیں۔

۹۔ عیسائی مسلمانوں اور سافوں کو اپنے گرجاؤں میں داخل ہونے

سے نہ روکیں اور جب کوئی نیا مسلمان اُن کے شہر میں آئے۔



تو تین دن تک اس کی پہاٹی کریں۔

۱۰۔ عیسائی کھلے بندوں شراب کی تجارت نہیں کریں گے۔

۱۱۔ ان شرطوں کے ساتھ عیسائیوں کو اپنے دین پر قائم رہنے کی پوری اجازت ہوگی ان کی عبادت گاہیں اودان کے جان و مال محفوظ رہیں گے۔

بعض روایات میں مزید شرائط بھی مذکور ہیں۔ بعد میں آنے والے خلفاء اور سلاطین اسلام نے ذمیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں انہی شرائط کو مشہل راہ بنایا اور بعض نے عیسائیوں کی شورشوں اور بغاوتوں کے باعث سیاسی ضرورت کے ماتحت مزید پابندیاں بھی عاید کر دیں۔ حضرت عمرؓ مزید چند دن ملک شام میں اسلامی فوج کے ساتھ رہے۔ آخر عبیدہؓ کو شمالی شام کا حاکم اور یزید ابن ابوسفیانؓ کو جنوبی شام کا والی مقرر کر کے مدینے چلے گئے۔

## شامی قبائل کی شورشیں

۶۳۸ھ

شام کی مکمل تسخیر کے دو سال بعد قیصر ہرسل نے ملک شام سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے ایکسا اور گوشش کی۔ ادھر شمالی شام کے عیسائی قبائل کو قاصد بھیج کر شورشیں برآمدہ کر دیا ادھر سمندر کی راہ ساحل بحر ہر فرہیں اُتار دیں۔ قیصریہ کی بندرگاہ فلسطین کے جنوبی حصے

میں ابھی تک ڈومیسوں ہی کے قبضہ میں تھی۔ نئی فوجیں زیادہ تر انطاکیہ میں  
 آتاری گئیں۔ شمالی شام کی قبائلی شورشوں کے باعث ابو عبیدہ رحمہ اللہ کے  
 قلعے میں محصور ہو گئے اور خالدؓ کو جو فستریج کے حاکم تھے اپنی امداد  
 کے لئے بلایا۔ مدینہ میں حضرت عمرؓ کو صورت حال کی اطلاع بھی گئی۔  
 خلیفہ کے حکم سے کوفہ کی چھادلی سے ایک لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔  
 خود حضرت عمرؓ نے دوسری دفعہ ملک شام کا سفر اختیار کیا اور  
 جابیہ کے مقام تک گئے جو شام کی سر زمین میں اسلامی فوجوں کا  
 ابتدائی مرکز تھا۔ کوفہ کی فوج نے قبائل پر حملہ کیا۔ فستریج سے  
 خالدؓ پہنچ گئے۔ اور ابو عبیدہؓ نے محاصرہ سے نکل کر قبائلی لشکر کو  
 شکست دی۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ کی فوج کی خدمات کو بہت سراہا  
 اس کے بعد عیاضؓ اور خالدؓ نے ایشیائے کوچک میں یلغار  
 کی اور اس کے ملک میں نصیبین (دیاربکر) رامدہ۔ حران۔ روصہ  
 اور متعدد دیگر سرحدی قلعے سر کر لئے۔ سحشی کہ آرمینیا تک وڈرین بھیجیں  
 ان اقطاع کے کئی بدوی قبائل مسلمان ہو گئے۔ لیکن بنی عیاض اور  
 بنی تغلب بدستور عیسائی رہے۔ ان سے کسی نے تعرض نہ کیا کیونکہ  
 حضرت عمرؓ کا حکم یہ تھا کہ دین کے معاملہ میں کسی پر جبر نہ کرو۔  
 ولید بن عقبہ کے متعلق یہ شکایت پہنچی کہ وہ عیسائیوں کو مسلمان  
 ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں واپس بلایا۔

ابو عبیدہؓ نے ۲۱- اگست ۶۳۵ء مطابق سلسلہ ہجری کو انطاکیہ پر دوبارہ قبضہ جمایا اور فوج سمیت کچھ دن وہیں ٹھہرے رہے۔  
انطاکیہ شام کا پیرس تھا۔ ابو عبیدہؓ نے دیکھا کہ مسلمان مجاہد باخلاق اور عیش پرست ہو چکے ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہاں سے لشکر باہر نکال لیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے مسلمانوں کو شام کی عیسائی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی

## قیصریہ کی تسخیر

سلسلہ ۶۳۸ء

فلسطین کے ساحلی شہر قیصریہ (قیساریہ) میں رومی فوجیں ڈٹی ہوئی تھیں۔ عمرو بن العاصؓ نے قیصریہ پر چڑھائی کی جہاں قیصر کا بیٹہ اور سلطنت کا ولی عہد قسطنطین فوج جمع کئے بیٹھا تھا۔ قیصریہ ایک بڑا شہر تھا جس کی آبادی میں تین لاکھ سامری، دو لاکھ یہودی اور ستر ہزار رومی سپاہی شامل تھے۔ قیصریہ کی تفصیل بھی بہت مضبوط تھی۔ عمرو بن العاصؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ سے سات ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ معاویہؓ دمشق سے کمک لے کر آئے۔ محصورین کے ساتھ مبارزت کی جنگیں ہوتی رہیں۔ ایک دفعہ رومیوں نے شہر سے نیکل کر مقابلہ کیا اور شکست فاش کھائی۔ اس پر قسطنطین شہر چھوڑ کر سمندر کی راہ سے بھاگ گیا۔ شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

اس شہر سے صرف چار ہزار رومی قیدی بنائے گئے فلسطین کے دوسرے شہر رملہ - عکہ - جاذہ عسقلان - غازہ - بیثم وغیرہ کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر مطیع ہو گئے۔ شام کی طرح فلسطین کے طول و عرض میں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

## رومیوں کی شکست کے اسباب

عرب کے مسلمانوں نے اس طرح پانچ سال کی قلیل مدت میں دنیائے حاضر کی اول درجہ کی سلطنت کو شکست پر شکست دے اس سے شام اور فلسطین کے اہم ملک بھیج لئے۔ ملک شام پر سب سے پہلے مہم حضرت ابوبکر صدیق کے خلیفہ بننے کے وقت ۳۳ ہجری میں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھی۔ وہ ایک تعزیری مہم تھی۔ شام کا حقیقی معرکہ ۳۵ ہجری میں شروع ہوا۔ جب خالد بن سعید نے شام پر لشکر کشی کی تھی۔ شام فلسطین کے ملک قسطنطنیہ کے رومی قبضہ کے لئے بہت اہم شہر تھے۔ ایک تو یہ ملک بڑے ہی زرخیز اور سیر حاصل تھے۔ دوسرے تجارت کے بڑے بڑے بازار بھی اس میں واقع تھے۔ تیسرے یہ ملک حضرت عیسیٰ کا مولد و موطن ہونے کے باعث عیسائیوں کی نگاہ میں متبرک بھی تھے۔ لیکن رومی سلطنت وسائل و ذرائع کی فراوانی کے باوجود اسلام کی نوخیز طاقت کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اس شکست کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دین اسلام نے عربوں میں فداکاری کا جوش بہت اعلیٰ

معیار پر پیدا کر دیا تھا جس سے رومی سلسلہ سر محمد تھے۔ غزلیں کی فوجی تنظیم رومیوں کی تنظیم سے بدرجہا بلند تھی۔ مسلمان نفس واحد کی طرح متحد تھے اور عیسائی فرقہ بندی کی لعنت کا شکار ہو چکے تھے۔ اسلحہ کے لحاظ سے فریقین برابر تھے۔ لیکن غزلیں کا اخلاق عیسائیوں کے اخلاق سے بدرجہا بہتر تھا۔ اس کے علاوہ اور وجوہ بھی تھے جو مسلمانوں کی کامیابی پر منتج ہوتے رہے۔ رومی حیثیتیں اور کابل بن چکے تھے۔ ٹرائی سے جی چراتے تھے۔ دنیوی زندگی کی آسائشوں سے محبت رکھتے تھے۔ ان کے امر ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے۔ اس حسد کے باعث ان میں سے بعض مسلمانوں سے مل جاتے رہے۔ رومیوں کی شکست کا ایک اور بڑا سبب یہ تھا کہ شام و فلسطین کی آباریاں رومی گزروں کے ظلم و ستم سے تنگ آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے پہلے ہی ہتے میں دیکھ لیا کہ مسلمان حکمرانوں کا سلوک رومیوں کی نسبت بہت بہتر ہے۔ مسلمان وعدہ کے پابند ہیں اور معاہدے کی شرطوں پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے پہلی بلغاریہ میں حمص پر قبضہ کیا اور معاہدے کے مطابق بشرط حفاظت ان سے جزیرہ وصول کر لیا۔ لیکن رومی فوج کے اجتماع کے باعث جب انہیں حمص چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا تو جزیرہ کے وصول کردہ محامل تمام کے تمام اہل شہر کو واپس کر دیتے۔ اسی حمص میں بعض مسلمان سالار گرد و نواح سے لوگوں کو گرفتار کر کے لے آئے ابو عبیدہؓ نے ان سب کو رہا کر دیا۔

اور ان سے چھینے ہوئے اموال پھر انہیں واپس کر دیتے۔ اس  
 حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام لوگ مسلمانوں کو رومیوں پر ترجیح  
 دینے لگے۔ شام و فلسطین کے عربی النسل قبائل نے مسلمان عربوں کے  
 ساتھ نسلی یک جہتی دیکھی تو وہ بھی انہیں رومیوں پر ترجیح دینے لگے۔  
 سب سے بڑھ کر یہ کہ نیک دل عیسائی راہب مسلمانوں کے اخلاق کو  
 دل سے پسند کرتے تھے۔ انہوں نے جا بجا مسلمانوں کی امداد کی۔ اس  
 کے علاوہ یہودیوں اور عیسائیوں کے عالم لوگ محسوس کرنے لگے تھے  
 کہ تورات اور انجیل میں جن مقدسوں کے ظہور کی پیشگوئیاں کن  
 گنی ہیں وہ یہی عیسائے مسلمان ہیں۔ جن کا غالب آنا خدا کی طرف  
 سے مقرر ہو چکا ہے۔ یہ پیش گوئیاں ان دنوں میں اس قدر عام  
 ہو چکی تھیں کہ خرد قیصر ہر تمل اور اس کے جرنیلوں پر بھی ان کا  
 بہت اثر تھا۔

ان شکستوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر روم کا دربار ہمیشہ کے لئے  
 شام و فلسطین کی مقدس سرزمین سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ رومیوں نے شام  
 کی شمالی ولایت سلیمیا کی شمالی سرحد کے ساتھ ایشیائے کوچک  
 کی بستیاں عملاً اجاڑ دیں تاکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک  
 صحرا حاکم ہو جائے۔

## خالد کی معزولی ۱۷

خالد بن ولید کو حضرت عمرؓ نے فتح دمشق کے بعد افواج شام کی سپہ سالاری کے عہدہ سے برطرف کر دیا تھا۔ اور ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار اور حاکم اہل مقرر کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خالدؓ ذرا سخت گیر تھے اور حضرت عمرؓ شام کے اہل کتاب سے حسن سلوک کی پالیسی اختیار کرنا چاہتے تھے۔ اس حکمت عمل کے لئے ابو عبیدہؓ نہایت موزوں شخص تھے۔ خالدؓ اس کے ماتحت جرنیل کی حیثیت میں رہتے رہے۔ فسترون کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں واپس کا حاکم بنا دیا۔ ۱۷ھ ہجری میں خالدؓ آرمینیا کی مہم سے واپس آئے تو انہوں نے فسترون پہنچ کر غیر معمولی داد و دہش شروع کر دی۔ شعث نامی ایک شاعر کو ایک ہزار طلائی دینار عطا کئے۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی ایسے انعامات دیئے جو بظاہر غیر موزوں نظر آتے تھے۔ اس داد و دہش کے باعث لوگ ان کے پاس دور و نزدیک سے جمع ہونے لگے۔

حضرت عمرؓ مدینہ میں بیٹھے ہر شخص کے طرز عمل کے متعلق اطلاعات حاصل کرتے رہتے تھے۔ خالدؓ کے متعلق اطلاعات پانے کے بعد انہوں نے ابو عبیدہؓ ایک فساد بھیجا۔ اور لکھا کہ خالدؓ کو مسلمانوں کے بھرے مجمع میں بلاؤ۔ ان کے سر سے قلنسوہ (خود جو اسلامی لشکر کے سالار نشان سرداری کے طور پر استعمال کرتے تھے) اتارو اور

اس کے سر کا منہ (رومال) اُتار کر اس سے اس کے ہاتھ یا منہ دھو۔  
اس کے بعد اس سے حسبِ ذیل سوال کرو:-

۱۔ تمہارے خلافت ایک الزام یہ ہے کہ تم نے رادمہ را ایشیائے  
کو چک (میں شراب سے غسل کیا اس الزام کے تعلق تمہارا کیا  
جواب ہے؟

۲۔ تم ان دہیزوں بڑی داد و دہش کر رہے ہو اشعث شاعر کو تم نے  
ایک ہزار طلائی دینار دیئے ہیں اٹھا کر دے دیئے ہیں اپنی دولت  
تمہارے پاس کہاں سے آئی جو تم اس طرح لٹا رہے ہو۔  
ابو عبیدہؓ نے خلیفہ کے حکم کے مطابق خالدؓ کو بلایا۔ جموں کی مسجد میں  
مسلمانوں کا عام اجتماع منعقد کیا گیا۔ ابو عبیدہؓ منبر پر چڑھے اور قاصد  
کو حکم دیا کہ خلیفۃ المسلمین کا فرمان پڑھ کر سنائے۔

قاصد نے فرمان پڑھا۔ خالدؓ متحیر ہو کر جانوش کھڑے رہے۔  
ابو عبیدہؓ حیران تھے کہ خالدؓ ایسے بہادر و سبزیل کی تذلیل کیسے کریں؟  
لیکن خلیفۃ المسلمین کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔

ابو عبیدہؓ نے حضرت بلالؓ کی طرف دیکھا جو مجمع میں سب سے  
زیادہ بزرگ۔ سب سے زیادہ محترم شخص تھے۔ بلالؓ حبشی سابقون  
اللقون میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص اور ان  
کے عہد مودوں اسلام رہ چکے تھے۔

حضرت بلالؓ نے آگے بڑھ کر خالدؓ کے سر سے قلنسوہ (خود)



اُٹا۔ اُن کے سر کے منڈیل سے اُن کے ہاتھ باندھے۔ اور کہا کہ امیر المؤمنین نے آپ سے جو سوال کئے ہیں اُن کا جواب دو۔

خالدؓ جو اس واردات پر بہت حیران تھے بولے :-  
 ”شراب سے غسل کرنے کا الزام جو مجھ پر لگایا گیا ہے سراسر بے بنیاد ہے اور روپیہ جو میں نے لوگوں کو دیا میرا اپنا تھا۔  
 یہ جواب سن کر حضرت بلالؓ نے خالدؓ کے ہاتھ کھول دیئے  
 منڈیل سر پر باندھا اور اس کے اوپر قلعہ رکھ کر کہا :-

”اے سردار! ہم اب بھی آپ کی کسی ہی عزت کرتے ہیں  
 جیسی پہلے کرتے تھے۔“

ابو عبیدہؓ منبر پر اسی طرح خاموش کھڑے رہے خلیفہ کے فرمان  
 میں خالدؓ کی معذرتی کا حکم بھی تھا۔ ابو عبیدہؓ یہ حکم سننے کی  
 جرأت نہ پاتے تھے۔

آخر ابو عبیدہؓ کو امیر المؤمنین کا یہ حکم بھی سنا پڑا۔ خالدؓ نے  
 یہ سب کچھ بڑی ہمت اور بڑے ہی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا  
 اور خاموش ہو رہے۔

ان واقعات کی اطلاع حضرت عمرؓ کو بھیجی گئی۔ انہوں نے خالدؓ  
 کو مدینہ بلایا اور مسجد میں حاضر کر کے اُن سے پوچھا :-

”بتاؤ! اتنا روپیہ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟“

خالدؓ نے جواب دیا ”امیر المؤمنین! بخدا آپ اسلام کے

ایک فادار خادم سے تو میں آمیز سلوک کر رہے ہیں جس کے احسان آپ کی گردن پر بہت ہیں۔ میں آپ کے اس سلوک کے خلاف جماعتِ مسلمین سے اپیل کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے پہلے کے سے وقار آمیز لہجہ میں کہا :-

”تم یہ تباؤ کہ تم نے اتنا روپیہ کہاں سے پایا؟“

خالدؓ نے جواب دیا کہ ”یہ روپیہ اس مالِ غنیمت میں سے میرے حصے کا ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور آپ کے عہد میں مجھے ملتا رہا۔ ساٹھ ہزار درہم مجھے حضرت صدیقؓ کے عہد میں ملے اس سے اُد پر آپ کے عہد میں پاسے۔“

روایت ہے کہ خالدؓ کے مال کا اندازہ اسی ہزار درہم کیا گیا ہے اس میں سے بیس ہزار درہم اُن سے لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ساری مملکت میں ایک فرمان بھیج کر اعلان کر دیا کہ میں نے خالدؓ کو کسی مسلم یا عیسائی کی بنا پر مغرور نہیں کیا۔ بلکہ ایسا کرنے سے میرا مطلب یہ تھا کہ عام لوگوں کی راہ سے ایک بھاری رُکاوٹ دور کر دی جائے جو فسق و فحشرت دینے والے خدائے پاک کی طرف دیکھنے کے بجائے خالدؓ کے زور بازو پر تکیہ کرنے لگے تھے۔“

اسلام کے ابتدائی ایام کی تاریخ کا یہ واقعہ ان چہند لکھنوں میں

سے ایک ہے جن پر بعد میں بہت سے اختلافات رونما ہوئے۔ ایک طرف حضرت عمرؓ ہیں جن کی نسبت کبھی قسم کی بلگانی کو جبکہ نہیں دی جاسکتی کہ انہوں نے خالدؓ ایسے عظیم المرتبت مسلمان سے بلاوجہ یہ توہین آمیز سلوک کیا ہو۔ دوسری جانب خالدؓ ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کا لقب عطا کیا تھا اور جنہوں نے فتنہ ارتداد کو بجھانے اور عراق و شام کی مہمیں سر کرنے میں اسلام کی راہ میں عظیم الشان جنگی خدمات ادا کیں۔ دوسری زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں گزار دی۔ خالدؓ وہ تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا اور جن کے متعلق خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ کہا "عرب ماؤں نے ایک ہی خالدؓ جنا ہے دوسرا خالدؓ وہ بھی نہیں جن سکتیں؟"

ان حالات کی بنا پر عام انسانی فکر حضرت عمر فاروقؓ کے اس طرز عمل کی معقول توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہے جو انہوں نے خالدؓ کے متعلق اختیار کیا۔ صرف ایک ہی توجیہ قریب العین ہے جو حضرت عمرؓ نے اپنے اعلان میں بیان کر دی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت خالدؓ کے متعلق دربار خلافت میں "شکایات پہنچی ہوں جن کے متعلق ان سے جواب طلب کیا گیا۔ خالدؓ نے ان الزامات کا تسلی بخش جواب دے دیا۔ مزید برآں یہ الزامات ایسے نہ تھے کہ ان کی بنا پر خالدؓ ایسے مجاہد کو تذلیل کے اس منظر کا ہدف بنایا جاتا جو جمہور کی مسجد

میں پیش آیا۔ یہ جواب طبعی دوسرے طریقوں سے بھی کی جاسکتی تھی۔  
اس کے علاوہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب خالدؓ نے الزامات  
کے متعلق صفائی پیش کر دی تھی تو حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے منصب پر  
بحال کیوں نہ کیا۔ ان سوالوں کا فقط ایک ہی جواب ہے جو حضرت عمرؓ  
نے اپنے اعلان میں بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ اس بات کو گوارا نہیں  
کر سکتے تھے کہ مسلمان فتح و نصرت کو کسی انسان کی شجاعت اور جنگی  
مہارت پر محمول کرنے لگیں۔ تو میں ایسے ہی ابطال کو دیر تا بقی رہی تیا  
حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ عام مسلمان اللہ کے بجائے خالدؓ پر بھروسہ  
کرنے لگے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے خالدؓ کو معزول کر کے بیکار بیٹھا  
دینے میں ذرہ بھر تاثر سے کام نہ لیا۔ حضرت عمرؓ توحید الہی کے معاملہ میں  
بہت محتاط اور سخت گیر تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ اس  
درخت پر چڑھاوے چڑھانے لگے ہیں جس کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت و نواں لی تھی۔ تو انہوں نے وہ درخت  
ہی کٹوا دیا تھا۔ اسی طرح جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ خالدؓ کی تلواریں  
پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرنے لگے ہیں تو انہوں نے خالدؓ کو معزول  
کر دیا۔ یہ بات ایک طرف حضرت عمرؓ کی عظمت اور عزیمت کا اظہار  
کر رہی ہے اور دوسری جانب خالدؓ کی شان کو بہت بلند دکھا رہی  
ہے جنہوں نے دین اسلام کی خاطر یہ سب ذلت برداشت کی اور  
امیر المومنین کے فیصلے کے سامنے جو محض خدا کے لئے تھا چوں و چرا

کہتے بغیر محض خدا کے لئے اطاعت کی گردن بھکا دی۔

خالدؓ معزول کے بعد حمص جا کر پلڑیوٹ زندگی بسر کرنے لگے۔ وہاں طاعون میں جو اس واقعہ کے اگلے سال پھوٹی خالدؓ کے چالیس بیٹے فوت ہو گئے۔ خود حضرت خالدؓ بن ولید حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھویں سال یعنی ۲۱ھ ہجری میں بیمار ہو کر انتقال کر گئے۔ دورانِ علالت میں خالدؓ اپنے بیمار داروں کو اپنے جسم پر ان زخموں کے نشان دکھا دکھا کر جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کھائے تھے۔ اپنے شوقِ شہادت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے رہے۔

”افسوس میں بزدل کی موت مرد ہوں ایسی موت جیسے آؤٹ سبک سبک کر جان دیتا ہے۔“

خالدؓ اتیری شان بہت بلند ہے۔ خدا کے ہاں آخرت کی زندگی میں تیرا اجر بہت ہی عظیم ہے۔

## قحط اور طاعون

۱۸ھ ۶۳۹ء

حضرت عمرؓ کی خلافت کے پانچویں سال یعنی ۱۸ھ میں عرب میں سخت قحط رونما ہوا۔ اس سال بارش نہ ہوئی۔ سبزہ ناپید ہو گیا۔ جانور فاقوں کے مارے مرنے لگے۔ غلہ بہت گراں بکنے لگا۔ آؤٹ بھیڑیں اور بکریاں جو موت سے بچیں وہ اتنی ڈبلی ہو گئیں کہ ان کا گوشت

بھی ان فوں کے کھانے کے قابل نہ رہا۔ عام لوگ اطراف و اکناف سے چل کر مدینہ میں جمع ہونے لگے۔ جن کے کھانے کا انتظام بیت المال سے کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس قحط کے دوران میں گوشت دودھ اور مکھن کھانا ترک کر دیا۔ آپ کا غلام ایک دفعہ دودھ لے کر آیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ دودھ کسی مسکین کو پلا دو۔ اگر مجھے اچھی غذا ملتی رہی تو میں ان لوگوں کی تکلیف کا صحیح احساس کس طرح کر سکوں گا جو فاقوں میں مبتلا ہیں۔ حضرت عمرؓ نے شام کے عاکوں کو لکھا۔ ابر عبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلہ سے لاد کر بھیجے یہ غلہ اور ان اونٹوں کا گوشت عام لوگوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ عمروؓ ابن العاصؓ نے فلسطین سے غلہ بھیجنا شروع کیا۔ یہ غلہ ایلہ کی بندرگاہ سے جہازوں پر لاد کر ینبوع کی بندرگاہ میں اُتارا جاتا تھا جو مدینہ سے قریب کا ساحلی مقام ہے۔ لوگ بہت تباہ حال ہو رہے تھے۔ آخر باہمی شور سے نماز استقامت ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ملت کے بزرگ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ مدینہ سے باہر جا کر نماز استقامت ادا کی گئی حضرت عباسؓ نے امامت کرائی۔ مسلمانوں کی دعائیں مقبول ہوئیں اور گھل کر بارش ہو گئی میدان سبزہ زار بن گیا۔ جانوروں کو چارہ اور انسانوں کو کھانا ملنے لگا۔ یہ مصیبت عرب پر نو ماہ تک مستط رہی۔

اُدھر شام کے مُلک میں اُسی سال طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس سے مسلمانوں کی چھاڑیاں بھی متاثر ہوئیں۔ مہابد کثیر تعداد میں فوت ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے اطلاع پانے پر ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ مدینہ آؤ۔ ابو عبیدہؓ نے معذرت چاہی کہ میں اپنے سپاہیوں کو اس مصیبت میں چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ حضرت عمرؓ خط بڑھ کر رونے لگے۔ اور خود شام کی طرف جانے کی تیاری کر لی حضرت عمرؓ بتوک تک گئے ابو عبیدہؓ نے وہاں آکر ملاقات کی اور انہیں حُکم دیا کہ لشکر کو لے کر حوران کی بلند زمین کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت عمرؓ واپس آنے لگے تو کسی نے کہا ”عمرؓ! تو خدا کی تقدیر سے بھاگ رہا ہے۔“ آپ نے جواب دیا۔ ”ہاں میں خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہا ہوں۔“ ابو عبیدہؓ حسبِ حُکم لشکر لے کر حوران کی طرف چل دیئے لیکن وہ اور ان کا بیٹا دبا کا شکار ہو کر فوت ہو گئے۔ انہوں نے معاذؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ وہ بھی چند دن بعد فوت ہو گئے۔ پہاڑ پر جا کر لشکر کو دبا کی مصیبت سے چھٹکارا حاصل ہوا لیکن اس وقت تک پچیس ہزار مسلمان فوت ہو چکے تھے۔ جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی بھی نامی تعداد تھی۔ اسلامی روایات میں یہ طاعون وبا تھے عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔

وبا کی آگ بجھنے پر حضرت عمرؓ کو ایک دفعہ پھر شام کا سفر

اختیار کرنا پڑا کیونکہ بہت سے مسلمان مرچکے تھے اور اُن کے ترکوں کی وراثت کے معاملات طے کرنے میں وقتیں پیش آرہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس دفعہ ایکہ میں قیام فرمایا۔ اور ایک پادری کے گھر میں مہمان رہے۔ حضرت عمرؓ کا جوڑا مرمت طلب تھا پادری نے مرمت کے لئے اُتر دیا اور نیا جوڑا پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے نیا جوڑا قبول نہ کیا اور اپنا ہی لباس مرمت کرا کے پہنا۔ ایک سہیل کو آپ نے شام کے ملک کا دورہ کیا اور ہر جگہ کے انتظامات درست کئے۔ دمشق کے حاکم یزید بن ابوسفیان فوت ہو چکے تھے اُن کی جگہ اُن کے بھائی معاویہؓ کو مقرر کیا۔ شرقِ یردوں کے حاکم شرجیلؓ کے متعلق کچھ شکایات پیش ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں معذور کر دیا اُن کی جگہ عمرو بن العاصؓ کو حاکم بنا دیا۔ عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے مصر پر چڑھائی کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ کیونکہ فلسطین کا رومی گورنروں نے بھاگ گیا تھا اور وہاں بیٹھ کر فلسطین پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

## بلالؓ کی اذان

حضرت عمرؓ دمشق میں تھے بلالؓ مجلسی وہیں رہتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اذان دینا ترک



کر دیا تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے اُن سے استدعا کی کہ وہ  
 ایک دفعہ اذان دیں۔ بلالؓ نے قبول کی اور اذان دی۔ یہ  
 بہت شناسا آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے  
 کانوں سے ٹکرائی اور سب کو وہ پرانی محفلیں یاد آ گئیں۔ سب کے  
 دل بھر آئے اور سب کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں۔ حضرت  
 عمرؓ قہقہہ مٹا روئے کہ اُن کی ناٹھی آنسوؤں سے تر ہو گئی کیسی مسلمان  
 دھڑپیں مار مار کر رونے لگے ۛ

---

# ایران اور مصر کی تسخیر

۱۹ھ سے ۲۳ھ تک

علاء کی مہم ۱۶ھ

۱۶ھ میں جبکہ سعد بن ابی وقاص کی فوجیں عراق عرب میں کسرائے ایران کی فوجوں کے ساتھ لڑ رہی تھیں اور عقبہ بن عراق عرب کے زیرین علاقہ جو خلیج فارس کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ ہے قابض ہو چکے تھے۔ بحرین کی ولایت کے حاکم علاء نے ابنائے بحرین کو عبور کر کے ایران کے صوبہ صمطز پر چڑھائی کر دی۔ جو بحرین کے بالمقابل خلیج فارس کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ علاء نے یہ مہم بطور خود اختیاری کی تھی۔ اور بارگاہ خلافت سے اجازت نہ لی تھی علاء اس ولایت میں بلیغ کرتے ہوئے خوزستان کے صدر مقام پرسی پولس تک پہنچ گئے ایرانیوں نے شمال کے علاقہ ابواز سے فوجیں بھیجیں جنہوں نے علاء پر واپسی کی تمام راہیں بند کر دیں علاء ان کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ لیکن ابنائے بحرین کی طرف واپس نہ جاسکے۔ تب انہوں نے شمال مغرب کی طرف کوچ کر کے بصرو کی طرف جانے کی کوشش کی۔ ادھر بھی ایرانی فوج کی بھاری تعداد کو مزاحم پایا۔ اب انہوں نے صورت حال کی اطلاع مدینہ بھیجی۔

حضرت عمرؓ نے بصرہ کے حاکم عتبہؓ کو حکم دیا کہ فوج لے کر جائیں اور غلام کو چھڑا لائے۔ عتبہؓ نے بارہ ہزار کاشکر لے کر صطخر پر چڑھائی کی اور ایرانی فوجوں کو شکست دیتے ہوئے غلام سے جا ملے اور انہیں اور اُن کے لشکر کو اپنے ساتھ بصرہ میں لے آئے عتبہؓ کے اس کارنامہ پر حضرت عمرؓ نے بہت تحسین کی۔

## خوزستان کی مہم

۱۷-۱۸ھ ۶۳۸-۶۳۹ء

ایران کا صوبہ جو بصرہ کی ولایت سے مشرق کی طرف واقع ہے خوزستان کہلاتا تھا۔ اس کا ایرانی گورنر ہرمزان مسلمانوں کی سرحدی چوکیوں سے چھیڑ چھا کر تارہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر عتبہؓ نے کوذ سے کمک منگوائی اور ایک عرب بدوی قبیلہ کی امداد حاصل کی جو تدیم ایام سے اس سرزمین میں آباد چسلا آ رہا تھا۔ عتبہؓ نے خوزستان کے مقام ابواز پر قبضہ کر لیا۔ ہرمزان بھاگ کر مدینے کا دون کے پار چلا گیا عتبہؓ نے اس بدوی قبیلہ کے سردار کو ابواز کا حاکم بنایا اور خود بصرہ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ہرمزان نے پھر سر اٹھایا۔ اسلامی لشکر ایک صحابی کی سرکردگی میں مقابلے کو گیا۔ ہرمزان شکست کھا کر رام ہرمز کی طرف بھاگ گیا اور معافی مانگی۔ مسلمانوں نے پھر اس کا قصور معاف کر دیا۔ اسلامی لشکر کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملی۔ بارگاہ خلافت سے حکم صادر ہوا کہ

خوزستان کی نہروں اور کاریزوں کے انتظام کو درست کر دینا کہ زمین آباد ہو۔

## رام ہرمز اور شستر کی تسخیر

ایران کا شہنشاہ یزدجرد مرو میں بیٹھ کر ایرانی حاکموں کو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ابھار رہا تھا۔ ہرمزان نے اپنے بادشاہ کے حکم سے پھر پھیٹر چھوڑ کر شروع کر دی۔ گوذا اور بصرہ کی چھاؤنیوں سے ایک نیا اسلامی لشکر تیار ہوا جو نعمان بن مقرن کی قیادت میں خوزستان کی طرف بڑھا۔ ہرمزان رام ہرمز سے شکست کھا کر شستر چلا گیا جو ابواز سے پچاس میل کے فاصلے پر جانب مشرق واقع ہے۔ شستر کے قلعہ نے کڑی مزاحمت کی لیکن آخر سر ہو گیا ہرمزان نے اس شرط پر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا کہ اس کا مقدمہ خود حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوگا۔

## ہرمزان کی عیاری

ہرمزان کو مدینہ بھیج دیا گیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو اسے ڈر تھا کہ بار بار کی امان طلبیوں اور معاہدہ شکنیوں کے باعث اسے موت کی سزا ملے گی۔ چنانچہ اس نے پیش ہوتے ہی

پانی مانگا۔ پانی کا پیالہ اُسے دے دیا گیا لیکن اس غیار ایرانی سردار نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ مسلمان مجھے یہ پانی پی چکنے سے پہلے مار ڈالیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اطمینان سے پانی پر جو جبت تک تم پانی نہ پی لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ ہرمزان نے یہ سن کر پانی زمین پر گرا دیا اور کہا کہ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ میں نے وہ پانی نہیں پیا۔ حضرت عمرؓ کو ہرمزان کی اس چالاک پر بہت عفتہ آیا لیکن انہوں نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ اور بولامیں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ جان کی امان پاؤں تو اسلام قبول کروں۔ اگر پہلے ہی میں اسلام قبول کرنے کے لئے کہتا تو کہا جاتا کہ ہرمزان نے جان کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہے۔

## سُوس اور جندی ساہور

۱۹ھ ۶۴۰ء

نعمان ابن مقرن نے شستر کے بعد سُوس اور جندی ساہور کے قلعے سرکئے۔ اس جنگ میں کسی ایک مقامی ایرانی سرداروں نے اسلامی لشکر کا ساتھ دیا۔ اور طبرسرہ کی امداد بہم پہنچائی جس سے (شوشان) میں نعمان نے حضرت عمرؓ کے حکم سے دانیال نبیؑ کی قبر کی ترمیم کرائی۔ جندی ساہور کے لوگوں نے اسلامی لشکر کے ایک غلام مجاہد سے امان کا پروانہ حاصل کر کے دروازے کھول دیئے تھے۔ یہ سالار

۵۰۱  
کو اسلحہ ملی تو کہا کہ ہم مسلم غلام کی دی ہوئی امان کی پاسداری  
کریں گے۔

## ایران کی مہم کا فیصلہ سال ۶۴۰ء

حضرت عمرؓ کو ایرانیوں کی اس چھیڑ چھاڑ کی اطلاعات برابر پہنچ رہی تھیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلام کی فوجیں آگے بڑھتی چلی جائیں۔ حضرت عمرؓ صرف مملکت عراق پر اکتفا کرنا چاہتے تھے۔ جس کی حدود کو ہستان زبیرس کے دامن تک پہنچ چکی تھیں۔ ایرانیوں کے ساتھ پیہم لڑائیوں کی اطلاعات ملنے پر انہوں نے استفسار کیا کہ جنگ جاری رہنے کی وجہ کیا ہے، یاد دہر سے رپورٹ بھیجی گئی کہ جب تک یزدجرد زندہ ہے۔ وہ مسلمانوں کو عراق کی حدود میں کبھی چین سے بیٹھنے نہ دے گا۔ یزدجرد سے میں بیٹھ کر نیا لشکر تیار کر رہا تھا۔ اس نے بحیرہ خند سے لے کر بحر ہند اور دریائے جیحون سے لے کر خلیج فارس تک ساری مملکت ایران میں لشکر کی فراہمی کے احکام بھیج رکھے تھے۔ ایرانیوں کی فوجیں نہادند کے میدان میں جمع ہونے لگی تھیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو اس لشکر کے جمع ہونے کی اطلاعات برابر مل رہی تھیں۔ انہوں نے کوفہ سے ہارگاہ خلافت میں رپورٹ بھیجی کہ ایرانی بہت بڑی جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ

کو تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے خود محافظ جنگ پر جانے کا ارادہ  
 ظاہر کیا لیکن صحابہ کرامؓ نے انہیں جانے نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے  
 نعمان ابن مقرن کو حکم دیا کہ خوزستان کی مہم چھوڑ کر وہ نہادند کی ایرانی  
 فوجوں کے مقابلے کے لئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی سوس کی اسلامی فوج  
 کو حکم بھیجا کہ وہ پرسی پولس کی طرف بڑھے تاکہ خوزستان کی ایرانی فوج  
 نہادند نہ جاسکے۔

## جنگ نہادند

۲۱ھ ۶۴۲ء

نعمان ابن مقرن نے علوان پہنچ کر لشکر تیار کیا۔ اور سیل ہزار سپاہ  
 لے کر نہادند کی طرف بڑھے۔ جہاں سے قودافق پر کوہ الوند کی برفانی  
 چوٹیاں نظر آرہی تھیں۔ نہادند میں ایرانی فوج کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک  
 پہنچ چکی تھی۔ دودن کی بھرپور کے بعد ایرانی اپنے استحکامات میں  
 جا بیٹھے اور وہاں سے نکل نکل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے لگے۔  
 کئی دن تک یہ قصہ جاری رہا۔ آخر طلحہ کی تجویز پر اسلامی لشکر  
 نے خیمے اکھاڑ لئے اور پیچھے ہٹنے کی تحریک شروع کر دی۔ ایرانیوں نے  
 یہ حال دیکھا تو وہ سمجھے کہ مسلمان تنگ آ کر پسپا ہو رہے ہیں۔  
 انہوں نے قلعوں سے نکل کر تعاقب کیا۔ اسلامی لشکر پیچھے ہٹتا ہوا  
 انہیں بہت دور لے گیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی ایک بھاری

جمعیت چتر کاٹ کر ایرانیوں کے عتب میں پہنچ گئی۔ جو لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا اس نے بھی پلٹ کر ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ بڑی شدید جنگ ہونے لگی۔ نعمان بن مقرن شہید ہو گئے لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ ایرانی سینئر ہزار لاشیں چھوڑ کر پہاڑ کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے مزید اتنی ہزار کا صفایا کر دیا۔ ایرانی جنرل فیروزان بھاگ کر پہاڑ کے ایک درہ میں پہنچا جہاں شہد کی مکھیوں نے اسے گھیر لیا اور اتنا کاٹا کہ وہیں مر گیا۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھا تو کہا شہد کی مکھیاں بھی اللہ کے لشکروں میں سے ہیں۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ ہمدان کے آتش کدے میں چڑھاؤ کا بہت سا مال جمع ہو رہا تھا جو سب کے سب مسلمانوں کو غنیمت کے طور پر ملا۔ اس مال غنیمت میں صرف خالص ہوتیوں کے دو ٹوکے تھے۔ جو مدینہ جا کر چالیس لاکھ درہم میں بکے۔ حضرت عمرؓ نے نعمانؓ کی جگہ ان کے بھائی نعیم بن مقرن کو سپہ سالار بنا دیا۔

## رے کی تسخیر

۲۲ھ ۶۴۳ء

ایران سے اسلامی لشکر ایران کے پایہ تخت رے کی طرف بڑھا۔ اس فنڈیاری نام ایرانی جنرل نے بحیرہ خزر کے جنوبی علاقہ سے ایک لشکر تیار کیا اور رے کو بچانے کے لئے جنگ کی۔ ایرانیوں کو



شکست ہوئی۔ نئے تباہ ہو گیا۔ ہفندیار آذربائیجان کی طرف لپٹا  
ہوا نعیم نے وہاں پہنچ کر اس کو ایک اور شکست دی۔ ہفندیار  
سنگ آ کر مسلمانوں سے مل گیا +

## ایران کے اقطاع پر عام چڑھائی ۶۲۳ء

بہادند کی فوج کے بعد حضرت عمرؓ نے بصرہ اور کوفہ کی چھاؤنیوں  
کو احکام بھیجے کہ چھ لشکر چھ سالاروں کی سرکردگی میں ایران کی ولایات  
کی تحصیل کے لئے روانہ ہوں۔ ہر سرسکر کو ایک ایک ستم عطا کیا گیا اور  
اس کی ملیخار کی سمت اور ولایت مقرر کر دی گئی۔ خنفس بن قیس خراسان  
کی مجاشع ابن سعود ساہو رواردخیر کی عثمان ابن العاص ولایت اہل طبرستان کی۔  
ساریہ ولایت فسا کی سہیل ابن عدی کرمان کی۔ عام بن عمر سیستان کی۔  
حکم بن عیمر مکران کی اور حذیفہ، عتبہ اور بکیر آذربائیجان کی مہموں کو سر  
کرنے کے لئے مقرر ہوئے۔ اور عزم اور لشکر لے کر اپنے اپنے مقصد  
ملاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس طرح مسلمانوں نے ایران کے صوبے فارس، کرمان، سجستان،  
خراسان اور آذربائیجان دو سال کے اندر آسانی سے سر کر لئے۔  
ایرانیوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ان میں کسی جگہ بھی مزاحمت کرنے

کی قوت باقی نہ رہ گئی تھی۔ اسلام کے لشکروں نے ۶۴۲ء میں ہمدان کو فتح کیا۔ ۶۴۳ء مطابق ۲۲ھ میں آذربائیجان، طبرستان، ازمنستان اور فارس پر قبضہ جمایا۔ ۶۴۳ء میں کرمان، سیستان اور مکران کو زیر کیا۔ اور ۶۴۴ء مطابق ۲۳ھ میں خراسان کے تمام شہر نیشاپور، ہرات، بلخ، اور طوس وغیرہ فتح کر لئے۔ یزدجرد اسلامی لشکروں کے اقدام کے آگے ہمدان، کرمان اور بلخ میں مقام کرتا ہوا مرو پہنچ گیا اور مرو میں بیٹھ کر خاقان تاتار اور حفصہ بن علی سے امداد کا طالب ہوا۔ خاقان تاتار نے امداد کا وعدہ کیا اور کچھ فوج بھی بھیجی۔ یزدجرد کسی سال تک مرو ہی کے علاقے میں مارا مارا پھرتا رہا۔ وہ کبھی خاقان تاتار کے پاس چلا جاتا تھا اور کبھی قسمت آزمائی کے لئے ایرانی مملکت کے شمال مشرقی گوشے میں آجاتا تھا۔ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی کے عہد تک اس کی کیفیت یہی رہی۔ آخر ۳۱ھ ہجری میں اس نے خاقان تاتار کی مدد سے پھر ایران میں گھسنے کی کوشش کی۔ اسلامی فوج مقابلہ کے لئے آئی تو خاقان اپنی فوج لے کر اپنے ملک (بخارا) کو چلا گیا۔ یزدجرد کو اس کے ہمراہی ایرانیوں نے بھی چھوڑ دیا وہ جان چھپائے پھر رہا تھا کہ ایک چن چکی کی عمارت میں پہنچا جہاں ایک ہقان نے اسے قتل کر کے اس کے بدن کی قیمتی پوشاک اُتار لی۔

یزدجرد اس خسرو پوز کا جانشین اور ایران کی مملکت عظیم

کاشنشاہ تھا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو  
جوش غضب و فرط تکبر میں آکر چاک چاک کر دیا تھا۔  
ایران کی تختی کے بعد جلد ہی ایران کے لوگ جو زقشتی دین کے  
پیروار آتش پرست تھے مسلمان ہونے لگے کچھ بھاگ کر ہندوستان  
چلے آئے۔ اور پارسی کہلانے لگے۔

## ”یَسَارِیَةُ الْجَبَلِ“

تاریخ اسلام کی روایات ایران کی مہم کے سلسلے میں ایک  
حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ کرتی ہیں جو اسلامی لشکر کے ایک سالار ساریہ  
نامی کو گروستان کی پہاڑیوں میں پیش آیا۔ ساریہ اپنی فوج لے کر آگے  
بڑھ رہے تھے۔ اُن کے ایک پہلو پر قریب ہی ایک پہاڑ واقع تھا جس  
پر گرودار ایرانی جمع ہو رہے تھے تاکہ اسلامی لشکر پر اچانک حملہ  
کر کے اسے نقصان پہنچائیں۔ ساریہ کو اس حال کی مطلقاً خبر نہ تھی۔ یکایک  
اُن کے کانوں میں حضرت عمرؓ کی آواز گونجی جو ”یَسَارِیَةُ الْجَبَلِ“  
پکار رہے تھے۔ انہوں نے پہاڑ کی طرف آدمی بھیجے تو حقیقت حال کھل  
ساریہ نے اُن کا قلع قمع کر دیا۔ روایت یہ ہے کہ عین اسی وقت جب  
کہ یہ آواز ساریہ کے کانوں میں پہنچی حضرت عمرؓ مدینے میں منبر پر  
کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران میں انہوں نے بلند  
آواز سے پکار کر کہا ”یَسَارِیَةُ الْجَبَلِ“ لوگ حیران ہوئے کہ خطبہ

میں یہ بے تعلق مذاکیر نکر آگئی۔ ساریہ کے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ اس مذاکی وجہ کیا تھی؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس وہ کنسی ایسی طاقت تھی جس سے انہوں نے آج سے ساڑھے تیس سو سال پہلے ٹیلی ویژن اور وائرلیس ٹیلی فون کا کام لیا۔ اس سوال کا جواب ہی لوگ پاسکتے ہیں جن کو فراستِ مومن کے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہو۔

### مصر پر چڑھائی ۱۹۷۲ء

حضرت عمرؓ و باسطاعون کے بعد ۱۹۷۲ء مطابق ۱۹۷۲ء میں شام اشرف لے گئے تھے تو عمرو بن العاصؓ نے اُن سے مصر پر چڑھائی کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ عمرو بن العاصؓ چار ہزار کی مختصر سی جمعیت لے کر فلسطین سے مصر کی طرف چل پڑے۔ حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ جمعیت کم ہے اس لئے انہوں نے تازہ فرمان دے کر قاصد بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اگر تم نے سرحد کو عبور نہیں کیا تو واپس چل آؤ لیکن اگر تم مصر کی حدود میں داخل ہو چکے ہو تو اللہ پر توکل کرو اور ہم

۱۔ حدیث شریف میں ہے اَلْقُوْا فِیْ سَبَإِ الْمُوْمِنِیْنَ فَاِنَّهُ یَنْظُرُ بِمُؤَرَّاتِہِ  
(مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے) مؤلف

جاری رکھو عمرو بن العاص کو قاصد ایسے حال میں ملا جب کہ وہ مارچ کرتے ہوئے سرحد پر پہنچ چکے تھے۔ لیکن ابھی وہ فلسطین ہی کی حدود میں تھے۔ شاید قاصد نے انہیں اپنے عندیہ سے فرمان کے مضمون سے آگاہ کر دیا تھا کہ انہوں نے خلیفہ کا فرمان اس وقت تک نہ کھولا جب تک کہ وہ سرحد کے خط کو عبور نہ کر گئے۔ لہذا انہوں نے فرمان کے مطابق اپنا اقدام جاری رکھا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں رپورٹ بھیج دی کہ مجھے فرمان اس وقت ملا جب میں مصر کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے زبیرؓ کی سرکردگی میں بارہ یا سولہ ہزار کا مزید لشکر کمک کے طور پر روانہ کر دیا۔ عمرو بن العاص العرش کی راہ سے فردمہ کی طرف بڑھے اور فردمہ کا قلعہ آسانی سے نمر کر لیا۔ فردمہ سے انہوں نے باتیں ہاتھ کوڑ کر دریا تے نیل کی مشرقی شاخ کے ساتھ ساتھ وادی نیل کے بالائی حصہ پر ممفس (مصر) کی طرف بلغار کی۔ یہی پولیس (عین الشمس) پر پہنچ کر ویرے ٹال دیتے۔ مصر رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور اس کی چھاؤنیوں میں جا بجار رومی فوج مقیم رہتی تھی ملک کا داخلی انتظام مصریوں کے اپنے بادشاہ مقوقش کے ہاتھ میں تھا۔ یہ مقوقش وہی تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں تحالفت بھیجے تھے اور لکھا تھا کہ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ مقوقش نے عمرو بن العاص کے پاس ایک پادری بھیجا جس نے مقوقش کی طرف سے چار دن کی مہلت مانگی۔ جو اسے دے

دی گئی۔ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے بارے میں رومی کا نذر اور مقوقش کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو گیا مقوقش کہتا تھا کہ جو لوگ قیصر و کسریٰ کو شکست دے چکے ہیں اُن سے ہم کیا لڑیں گے۔ لہذا اطاعت قبول کر لینی چاہیے۔ لیکن رومی کا نذر لڑنے کے حق میں تھا مقوقش اپنی فوج لے کر عین الشمس سے ہٹ کر ایک جزیرہ میں چلا گیا جو دریائے نیل کی دو شاخوں کے درمیان واقع تھا۔ چار دن گزرنے پر اسلامی لشکر نے عین الشمس کے قلعے پر دھاوا بول دیا۔ رومی لڑے۔ مزید پیش قدمی کا کر فیصل پر چڑھ گئے اُن کے پیچھے دو مسلمان بہادر بھی پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے لڑ بھڑ کر پھاٹک کھول دیا۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ فاتحین نے قلعہ کو تار کر لینے کے بعد دو دینار فی کس کے حساب سے مصریوں اور رومیوں پر جزیرہ عاید کیا۔ مصریوں نے یہ شرط مان لی۔ رومی موقع پا کر دریائے نیل سے بھاگ گئے۔

## اسکندریہ کی تسخیر

### ۳۴۰ھ

اطاعت لینے کے بعد عمرو بن العاص نے رومیوں کے تعاقب میں اسکندریہ پر چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بڑی شدید جنگ واقع ہوئی۔ عمرو بن العاص اپنے ایک غلام اور ایک فقیہ مسلمان کے ساتھ لڑتے پھرتے شہر نپاہ کے ایک مہراج میں داخل ہو گئے۔ رومیوں نے

انہیں گرفتار کر لیا۔ رومی افسر سے بات چیت ہو رہی تھی کہ عمروؓ ابن العاص کے غلام نے اُن کے گال پر تھپڑ مارا رومی افسر سمجھا کہ عمروؓ ابن العاص کوئی معمولی سپاہی ہیں اس لئے اُس نے چھوڑ دیا۔ اور کہا ہم اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہیں تم اپنے سردار کو جا کر یہ پیغام دے دو۔ اطاعت کی شرطیں طے ہوئیں مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔ شہر پر قبضہ جمایا۔ کچھ یونانی جہازوں پر سوار ہو کر نکل گئے۔ کچھ دیہات کی طرف بھاگ گئے۔ عمروؓ ابن العاص نے ان کا تعاقب کیا۔ اور شہر میں تھوڑی سی جمعیت کو باقی چھوڑ کر میلوں دور نکل گئے۔ یہ حال دیکھ کر وہ رومی جو جہازوں پر سوار ہو کر قریب ہی منڈلا رہے تھے واپس لوٹے۔ انہوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عمروؓ ابن العاص نے لوٹ کر اسکندریہ پر دوبارہ حملہ کیا اور شہر کو از سر نو ستر کر لیا۔ مسلمانوں نے اسکندریہ میں لوگوں کے مال کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ کیونکہ شہر کے لوگ اطاعت قبول کر چکے تھے اور اپنے وعدے پر قائم رہے تھے۔

## فسطاط کی بنیاد

اسکندریہ کو ستر کرنے اور وہاں کا انتظام درست کر لینے کے بعد عمروؓ ابن العاص مصر کی طرف واپس لوٹے اور ہیبیل پولس کے سامنے دریائے نیل کے مغربی کنارے پر فسطاط کی چھاؤنی آباد کی۔ کچھ مسلمان مشرقی کنارے پر غزہ میں آباد ہو گئے جو ممفس کے قریب واقع تھا۔ یہ

وہی مقام تھا جہاں اب قاہرہ کا شہر آباد ہے۔ قاہرہ میں عمرو بن العاص کی بنائی ہوئی مسجد آج تک موجود ہے۔

## اہل مصر سے سلوک

حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ زمین کانوں کے پاس رہے اور مسلمان اُن سے حسن سلوک سے پیش آئیں تاکہ ملک آباد ہو۔ چند ہی دن میں مصریوں اور مسلمانوں کے درمیان بہت خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے۔ مصری عربی مسلمانوں کی سادگی پر بھیتیاں اڑاتے تھے۔ ایک دن عمرو بن العاص نے مصریوں کو ضیافت پر بلایا اور عربوں کے دستور کے مطابق اُدنٹوں کا گوشت بھون کر دسترخوان لگایا۔ مصری اور عرب اس دسترخوان پر بیٹھے۔ عربوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ لیکن ہندب و متمدن مصری دیکھتے رہ گئے وہ اچھی عنایتیں اور عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے۔ دوسرے دن پھر دعوت کی گئی۔ اور کھانے مصریوں کے دستور کے مطابق تیار کر لئے گئے۔ عرب ان کھانوں کو بھی مصریوں کے بالمقابل بیٹھ کر چٹ کر گئے۔ ازاں بعد عرب پامیوں نے مصریوں کو اپنے فوجی کرتب دکھائے اور عمرو بن العاص نے مصریوں سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا کہ عرب مجاہد ہر طرح کی زندگی بسر کر سکتے ہیں اور سادہ اور عمدہ دونوں قسم کے کھانے کھا سکتے ہیں۔ مصری ان ضیافتوں سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے عربوں کی سادہ زندگی پر بھیتیاں کسنے کا



## نہر سویز کی مرمت

عمرؤ ابن العاص نے ایک متدیہی نہر کو جو مٹی اور ریت کے انباروں سے آٹی پڑی تھی صاف کرایا یہ نہر دریائے نیل کو بحیرہ قلزم کے ساتھ ملائی تھی یہ نہر مصر کی ایک ملکہ شہب سبط نامی نے ۱۵۰۰ سال ق۔م کے قریب کھدائی تھی۔ اسی ملکہ کے عہد میں مصر کا بیڑا اس نہر میں سے گزر کر بحیرہ قلزم کی راہ سے سینٹ (سالی لینڈ) کی سرزمین کی طرف گیا تھا۔ اس کے بعد اس نہر کو مصر کے ایک بادشاہ فرعون نیکوہ نے آٹھ سو ق۔م کے قریب صاف کرایا۔ انہاں بعد واریوش ایرانی نے مصر فتح کرنے پر اس کی مرمت کرائی۔ تیسری دفعہ اس کی صفائی عمرؤ ابن العاص نے کرائی۔ اس نہر کے باعث عرب اور مصر کے درمیان تجارتی مال کی آمد و رفت آسان ہو گئی۔ عمرؤ ابن العاص نے اس نہر کا نام خلیج امیر المومنین رکھا۔

## عروسی نیل

عمرؤ ابن العاص کی حکومت کے دوسرے یا تیسرے سال دریائے نیل میں اپنے وقت پر طغیانی نہ آئی۔ اور لوگ قحط سالی کے خوف سے برا سال ہونے لگے۔ مصریوں کا قدیمی دستور تھا کہ جس سال دریائے نیل میں اپنے وقت پر طغیانی نہیں آتی تھی وہ ایک خوبصورت کنواری

لوہی کو دلوہن کی طرح سجا کر بہت بڑے جلوس کے ساتھ دریائے نیل پر لے جاتے تھے اور اُسے گہر پانی میں لے جا کر ڈبو دیتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ نیل کا دیوتا اس بھینٹ سے خوش ہو کر پانی دے دیتا ہے۔ اس سال بھی وہ عروسی نیل کی قربانی دینے کے لئے تیار کیا کرنے لگے۔ عمر بن العاص نے انہیں روک دیا اور حضرت عمرؓ کو حقیقت حال کی اطلاع دے کر اُن سے حکم مانگا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا ایک قاصد دریائے نیل کے نام ایک خط دے کر روانہ کر دیا جس میں لکھا تھا کہ ”اے نیل! اگر تو اس سے پہلے اپنی مرضی سے طغیانی پر آ کر پانی دیا کرتا تھا۔ تو جس طرح چاہے کر لیکن اگر تو خدا کی مشیت سے ایسا کرتا تھا تو ہم خدا ہی سے دعا کرتے ہیں کہ پانی چڑھ آئے اور زمین سیراب ہو جائے۔“

حضرت عمرؓ نے لکھا تھا کہ میرا یہ خط دریا میں ڈال دو اور عروس النیل کی جان کو یوں منالئے نہ کرو۔ خلیفہ کا یہ خط دریا میں ڈال دیا گیا اور دریا عروسی نیل کی بھینٹ لئے بغیر طغیانی پر آ گیا۔ مصر کے لوگ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اور جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے انسانی جان کی تسزانی کی ایک بقیع رسم کو بند کر دیا جو زمانہ ہائے دہائے سے چلی آرہی تھی۔

## اسکندریہ کی لائبریری

اسکندریہ کا شہر تین سو سال قبل مسیح کے وقت سے لے کر علمی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز چلا آ رہا تھا۔ بطیموسی یونانیوں کے عہد میں یہاں بہت کچھ علمی تحقیقاتیں ہوئیں اور ایک بہت بڑا کتب خانہ بنایا گیا جس میں ہر قسم کی علمی تحقیقات کی کتابیں جمع کی جاتی تھیں۔ عالم اور خوشنویس اس کام میں مصروف رہتے تھے۔ کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا جس کے بیشتر حصہ کو رومی قیصر نے سالک ق۔م میں مصر پر حملہ کرنے کے وقت نذر آتش کر دیا تھا۔ پھر بھی اس کتب خانہ کی روایات جاری رہیں اور عمرو بن العاص کے حملہ کے وقت پھر کتابوں کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا۔ ایک پادری نے عمرو بن العاص سے درخواست کی کہ یہ کتب خانہ اُسے عطا کر دیا جائے۔ عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ سے حکم مانگا۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اگر یہ کتابیں اللہ کی کتاب قرآن سے علیحدہ مطالب کی حامل ہیں تو ان کا رکھنا درست نہیں اور اگر وہ قرآن کے مطابق ہیں تو ان کا رکھنا ضروری نہیں مسلمانوں کو صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے اس حکم کے موصول ہونے پر عمرو بن العاص نے کتب خانہ کے انبار کو ایندھن بنالیا۔

لے یہ روایت تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے اس لئے ہم نے بھی اسے درج کر دیا۔  
لیکن دیکھو یہ روایت درست اور قرین قیاس نظر نہیں آتی۔ مولف

## طرابلس پر چڑھائی

۲۳ھ ۶۴۴ء

عمر بن العاص نے ۲۳ھ میں بڑے اور طرابلس پر چڑھائی کی اور ساحل بحیرہ ساتھ ساتھ یمنار کر کے شہر طرابلس تک علاقہ سر کر لیا۔ یہ ملک بھی رومیوں ہی کے زیر اقتدار تھا۔ لیکن ان رومی فوجوں نے جو ملک طرابلس کے قلعے میں مقیم تھیں کبھی تسم کی قابل ذکر مزاحمت نہ کی۔ طرابلس کا شہر رومیوں کے لئے غلاموں کی منڈی تھا۔ جہاں سے وہ پیشی غلام خرید کر اپنے ملک میں لے جاتے تھے۔

## عہد فاروقی کے دیگر اہم واقعات

جزیرۃ العرب کے یہودیوں اور عیسائیوں کا خراج

۱۴ و ۱۵ھ

عرب کے بُت پرست رب کے سبب سلمان ہو چکے تھے۔ لیکن بخران کے علاقہ میں عیسائیوں کی آبادیاں بدستور موجود تھیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں صلح دامان کا معاہدہ طے ہو گیا تھا۔ بخران کے عیسائی معمولی جزیہ کے علاوہ کپڑے کتے دو ہزار تھان ہر سال خراج کے طور پر ادا

کرتے تھے اور مسلمان ان کے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار تھے حضرت صدیقؓ کے عہد میں بھی یہ دستور جاری رہا اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عہد کے ابتدائی سالوں میں اُن سے اسی پرانے معاہدے کے مطابق سلوک کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بھی یاد تھی جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا“ حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ان لوگوں پر جن کے ساتھ معاہدے ہو چکے تھے جبر تو نہیں کر سکتے تھے اس لئے اُنہوں نے توقف سے کام لیا۔ جب اسلام کے لشکروں نے عراق اور شام کے ملک فتح کر لئے تو یہ صورت پیدا ہو گئی کہ بخران کے عیسائیوں کو عرب سے باہر کسی دوسری جگہ آباد کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے بخران کے عیسائیوں کو ترکِ وطن پر آمادہ کر لیا۔ انہیں خستید دیا گیا کہ وہ چاہیں شام کے ملک میں جا کر آباد ہو جائیں چاہیں عراق میں چلے جائیں دونوں جگہ اُنہیں بیت المال کی زمینیں دی جائیں گی اور آباد ہونے کے لئے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ کچھ لوگ شام کو چلے گئے لیکن اُن کی اکثریت نے کوخذ کے قریب ایک نئی بستی بسالی جس کا نام بخرانیہ رکھا گیا معاہدہ کی شرطیں بہتور قائم رہیں جن کا احترام بعد میں آنے والے خلفاء اور سلاطین برابر کرتے رہے۔ بلکہ بخرانیہ کے عیسائیوں کو مزید رعایتیں دیتے رہے۔ مرد و وقت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے اور عیسائیوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ تعداد کی کمی کے لحاظ سے ان کا اخراج بھی

کم ہوتا گیا۔

خیبر میں یہودی آباد تھے۔ یہ لوگ معاہدہ نہ تھے مفتوح تھے اور اپنی اپنی ارنہی اور باغات کی پیداوار کا نصف اسلامی بیت المال کو دیتے تھے۔ اس کے باوجود یہ لوگ شرارتوں پر کمر بستہ رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں انہوں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور عبداللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا۔ ان یہودیوں کو ان کی زمینوں کے حق ملکیت کا معاہدہ منہ دے کر عرب سے نکال دیا گیا۔ انہیں اسلامی مملکت میں کسی دوسری جگہ بستی بسانے کی وہ سہولتیں نہ دی گئیں جو یحزان کے عیسائیوں کو دی گئی تھیں۔

## معاش کی حد بندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ کے عہد سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ غنیمت کا مال فی الفور مسلمانوں میں سادی طور پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مال غنیمت بہت کثیر مقدار میں آنے لگا تو اس کی تقسیم میں قتل محسوس ہونے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ مال غنیمت کی تقسیم کو باقاعدہ کر دیا جائے۔ اور ہر مسلمان کے لئے سالانہ معاش کی مقدار متعین کی جائے جو اسے وقت پر بیت المال سے ملتی رہ کرے۔ تقسیم کو باقاعدہ بناتے وقت یہ سوال بھی سامنے آیا کہ سبقت فی الاسلام۔ خدمت فی الجہاد۔ اور قرابت دارئی رسولؐ کا امتیاز رکھنے والے لوگوں کو دوسروں کی نسبت بہتر معاش دیا جائے۔ اس

حجوز کو حضرت صدیقؓ نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ دنیوی مال کی کمی بیشی تو محض ایک حادثہ ہے اسلام کی ممتاز خدمات بجالانے والوں کو آخرت میں خدا کے اہل سے بڑا اجر ملے گا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے معاش کی حد بند کیا کر دیں۔ اور حسبِ میل مدارج مقرر کر دیئے گئے۔

۱۔ اَہْلُ الْبُیْتِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ازواجِ مطہرات کو.....

۲۔ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کو

۳۔ بیعت رضوان والے صحابہ کرام کو.....

۴۔ فتنہ ارتداد کی سرکوبی کرنے والے مجاہدین کو..

۵۔ شام اور عراق کی جنگوں میں شامل ہونے والوں کو۔

۶۔ اصحابِ بدر کے بیٹوں کو.....

۷۔ قادسیہ اور یرموک کے معرکوں کے بعد جہاد میں

شامل ہونے والوں کو.....

۸۔ نمایاں جنگی کارنامے انجام دینے والوں کو.....

۹۔ باقی لوگوں کے حفظِ مراتبِ خدمات.....

۱۰۔ اہلِ بیعت میں سے حضرت عباسؓ کو.....

۱۱۔ اہلِ بیتؑ کے دیگر افراد کو.....

معاش کی اس حد بندی میں عورتوں کو مردوں سے دسواں حصہ الگ دیا

جاتا تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کے الگ غالیف بھی مقرر ہوئے۔ ہر نووارد

کو دس درہم سالانہ دیئے جاتے تھے۔ غلاموں کو حسب درجہ خدمت ازلوں کے مساوی حصہ دیا جاتا تھا۔ عرب کے باہر غیر عربی غلاموں کو بھی حسب مراتب خدمات و طاہت دیئے گئے بعض ایرانی سردار چار چار ہزار درہم سالانہ کے درجہ میں رکھے گئے۔ قریش کے بعض سرداروں نے معاش کی اس بندگی پر اعتراض کیا اور کہا کہ شرافتِ نسبی کی بنا پر ہمیں زیادہ حصہ ملنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ معاش کی یہ درجہ بندی محض سبقت فی الاسلام کی بنا پر ہے۔ شرافتِ نسبی کی بنا پر نہیں جسے اسلام تسلیم نہیں کرتا۔ اس سلسلہ میں ایک تابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ نے شیرخوار بچوں کے لئے وظیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بچہ رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے لیکن اس کی ماں اُسے دودھ نہیں پلاتی۔ دریافتِ حال پر پتہ چلا کہ وہ قبل از وقت بچے کا دودھ اس لئے چھڑانا چاہتی ہے تاکہ بیت المال سے اس کا وظیفہ لگ جائے۔ حضرت عمرؓ کو بہت افسوس ہوا آپ نے کہا کہ عمر! خدا جانے کتنے بچوں کی جان پر ظلم کر چکا ہے۔ آپ نے اسی وقت شیرخوار بچوں کا وظیفہ یوم ولادت ہی سے مقرر کر دیا۔

اس سلسلے میں اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسلام کی خدمات بجالانے والوں کے لئے زیادہ معاش مقرر کر دیا تھا۔ تاہم اس دور کے مسلمان بالعموم اور صحابہ کرامؓ بالخصوص اس معاش میں سے محض بقدر ضرورت خود صرف کرتے تھے باقی راہِ خدا میں صرف



کر دیتے تھے۔ اُمتِ المؤمنین کو اپنی ضرورت سے زائد مال فی القور  
مسکین میں بانٹ دیا کرتی تھیں۔

## دیوان کی ترتیب

معاشر کے تقرر و تعین کے باعث حضرت عمرؓ کو ملت کے  
تمام افراد کا رجسٹر مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ دیوان کے  
نام سے یہ رجسٹر بنایا گیا جس میں قبیلہ و ارباب کے نام درج کئے گئے۔  
یہ بہت بڑا کام تھا لیکن حضرت عمرؓ کے حکم سے مسلمانوں نے اُسے  
درجہ تکمیل تک پہنچایا اس رجسٹر میں نومولود بچوں کے نام درج ہوتے  
رہتے تھے اور وفات پا جانے والوں کے نام کاٹ دیئے جاتے تھے۔

## قرآن مجید کی حفاظت

میلہ کذاب کی جنگ میں قرآن مجید کے حفاظ بہت بڑی تعداد  
میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو توجہ دلائی  
کہ اگر ایسے لوگ ناپید ہو گئے جن کو سارا قرآن یاد ہے تو قرآن نامکمل شکل  
میں مسلمانوں کو یاد رہ جائے گا اور آہستہ آہستہ مسلمان اُسے بھول جائیں گے  
چنانچہ حضرت صدیقؓ نے زیدؓ ابن ثابتؓ کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے عہد میں کاتبِ وحی تھے قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ زیدؓ پہلے  
قریہ کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کام رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کرایا وہ اب کیوں کیا جائے لیکن آخر انہیں قائل کر لیا گیا۔ زیڑ نے کھجور کے پتوں۔ چمڑے کے ٹکڑوں۔ بڑیوں۔ سفید۔ پتھر کی تختیوں اور حفاظ کے سینوں سے قرآن پاک کی آیتیں جمع کر کے از سر نو لکھیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ترتیب دی۔ یہ کام جو حضرت صدیقؓ کے عہد میں شروع ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جا کر پایہ اختتام کو پہنچا۔ قرآن پاک کا یہ مکمل نسخہ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ کی تحویل میں رکھ دیا گیا۔ اور مستند قرار پایا۔

## مطافِ کعبہ کی توسیع

حضرت عمرؓ نے ایک حج کے موقع پر ضرورت محسوس کی کہ حرم کعبہ کا مطاف بہت تنگ ہے اسے وسیع کرانا چاہیے۔ مطاف کے ساتھ ہی لوگوں کے مکان ملحق تھے حضرت عمرؓ نے اُن سے وہ مکان خرید لئے اور مطاف کو وسعت دی۔ بعض لوگ مکان بیچنے پر رضامند نہ ہوئے۔ اُن کے مکان حکماً خالی کرا کے گرا دیئے گئے اور اُن کے حساب کی قیمتیں بیت المال میں ان لوگوں کے نام پر جمع کر دی گئیں۔ جو انہوں نے کچھ وقت گزر جانے پر لے لیں حضرت عمرؓ نے حرم کعبہ کی حدود کے نشانوں کی از سر نو مرمت کرائی اور مدینہ سے مکہ تک ہر منزل پر حاجیوں اور مسافروں کی آسائش کے لئے سراییں بنوائیں۔

## سن ہجری کی ترویج

حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ سوال سامنے آیا سرکاری کاغذات میں تاریخ ہندی کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے سن ہجری تجویز کیا اور اس کے بعد تمام تاریخیں اسی بنا پر محسوب ہونے لگیں۔

### ایک ناکام مہم

حضرت عمرؓ نے ۱۹ھ ہجری میں چھ سو مسلمانوں کی ایک جمعیت حبشہ کی طرف کشتیوں پر سوار کر کے روانہ کی کشتیاں ابھی راہ میں تھیں کہ بحیرہ قلزم میں طوفان آگیا اور بہت سی کشتیاں ڈوب گئیں کچھ ادھر ادھر بکھر گئیں اور کناؤں پر دور دور جا لگیں۔ اس حادثہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ اسی سال مدینہ کے قریب کوہ لیسلی نے آتش فشاں کی۔ حضرت عمرؓ نے قدرت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر بہت سا مال بطور خیرات تقسیم کرایا۔

## عسکری اور ملکی انتظام

حضرت عمرؓ اسلام کے پہلے خلیفہ تھے جنہیں ملک عرب کے علاوہ ایک وسیع مملکت کے انتظامات کی دیکھ بھال کرنی پڑی۔ دیوان کی ترتیب کے علاوہ انہیں حسابات مالی کا ایک محکمہ بھی قائم کرنا پڑا کیونکہ ساری مملکت

کے خراج۔ محاسل۔ جزیرہ عشر۔ زکوٰۃ۔ سرکاری زمینوں اور اوقاف کی آمدنی اور کانوں کی آمدنی کا حساب رکھنا تھا محاسب اور محرر پہلے شامی اور عراقی لوگ مقرر کئے گئے جو ان کاہوں سے واقف تھے پھر رفتہ رفتہ عربوں نے بھی حسابات رکھنے کے فن میں مہارت حاصل کر لی۔ ان میں سے بھی محاسب اور محرر مقرر ہونے لگے۔

عسکری نظام حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہی رہا جو پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ البتہ مسلمانوں نے عراق۔ شام۔ مصر اور ایران میں اپنی چھاؤنیاں نکالیں اور نئی آبادیاں قائم کیں۔ حضرت عمرؓ عربوں کو زمینوں کا مالک بننے اور کھیتی باڑی کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے وہ انہیں اسلام کا مجاہد رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں پیادہ سپاہ کے علاوہ ایک مستقل رسالہ بھی مرتب کیا گیا۔ اس رسالہ کے لئے گھوڑوں کی پرورش کا الگ صیغہ قائم کیا گیا۔ یہ رسالہ مملکت کی مختلف چھاؤنیوں میں بٹا ہوا تھا۔ چار ہزار نیزہ بردار سوار صرف گورنر کی چھاؤنی میں رہتے تھے۔

ملکی انتظام کے لئے حضرت عمرؓ مختلف ولایتوں کے لئے گورنر مقرر کرتے تھے۔ اور ان کے اعمال کی باز پرس باقاعدہ کی جاتی تھی۔ گورنر کے علاوہ ہر شہر کے لئے قاضی اور معلم دین کا تقرر بھی خلیفہ کے ہاتھ میں تھا۔ گورنر کے فرائض میں امن کا قیام۔ نماز کا قیام۔ خطبہ۔ وعظ اور فوجی اور مالی امور کا انتظام داخل تھے۔ قاضی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے ہر صیغہ کے لئے ماتحت افسر مقرر کئے جاتے تھے جو گورنر کے حکام

ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے مالیہ اور لگان وہی قائم رہنے دیا۔ جو قیصر و کسری کے وقت سے چلا آ رہا تھا۔ البتہ کسانوں کی سہولت کے لئے عراق۔ شام اور مصر کی زمینوں کی از سر نو پیمائش کرائی اور مالیہ وغیرہ کی شرحیں نئی پیمائش کے مطابق مقرر کی گئیں۔ نہروں کی مرمت و نگہداشت۔ آبپاشی کے انتظام کی اصلاح۔ اور زمینوں کی آبادی اور کاشت کو ترقی دینے کے لئے خاص افسر متعین ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ رفاہ عامہ کے امور کی خاص طور پر دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ اسلام کی حکمرانی حرام کے لئے امان۔ حفاظت۔ عدل کی تقسیم۔ رفاہی انتظامات اور ترقیات کے اعتبار سے قیصر و کسری کی حکومتوں سے بدرجہا بہتر بنائی گئی جسے ان ملکوں کے عام باشندوں نے خوش آمدید کہا۔

## گورنروں کا تقرر اور عزل

حضرت عمرؓ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ کسی مہم پر بھیجنے کے لئے فوجی سالادوں کا تقرر بہت احتیاط سے کرتے تھے۔ اور جب کوئی سالار کسی نئے علاقہ کو سر کر لیتا تھا تو اسے وہیں کا حاکم بنا دیتے تھے۔ اس طریقہ سے انہوں نے اپنے عہد میں حسبِ ذیل حاکم مقرر کئے جن میں سے بعض کو بعد میں کسی غفلت یا نااہلی کی بنا پر معزول بھی کر دیا۔  
فتح دمشق کے بعد ابو عبیدہؓ کو ملک شام کا مالک و سربراہ مقرر کیا گیا۔

یہ تقریر ہر لحاظ سے بہت موزوں ثابت ہوا ابو عبیدہ بہت نرم دل  
 شخصیت کے مالک تھے اس لئے انہوں نے ملک شام کے لوگوں سے  
 بہت اچھا سلوک کیا اور ان کے دلوں پر حکومت اسلامی کی خوبیوں کی دعا کی  
 بشادی۔ شرجیلؓ کو ولایت یردوں کا حاکم بنایا اور عمروؓ ابن العاص  
 فلسطین کے گورنر مقرر ہوئے۔ یزیدؓ ابن ابوسفیانؓ کو ولایت دمشق کے  
 حاکم بنائے گئے۔ جب عمروؓ ابن العاص نے مصر کا ملک منسوخ کر لیا تو انہیں  
 دماں کی حکومت تفویض کی گئی۔ یزیدؓ کی وفات پر ان کی جگہ ان کے  
 بھائی معاویہ ابن ابوسفیانؓ کو سونپی گئی۔ شرجیل کو نمائش پسندی کی  
 بنا پر معزول کیا تو ولایت یردوں کا انتظام عمروؓ ابن العاص کو تفویض کر دیا  
 گیا۔ جب عمروؓ ابن العاص مصر کے حاکم بن گئے تو فلسطین یردوں کی  
 ولایتیں دمشق سے متعلق ہو گئیں۔ ابو عبیدہؓ ۱۸ھ کی وبا کے طاعون  
 میں فوت ہو گئے۔ انہوں نے اپنا جانشین معاذؓ کو بنایا تھا لیکن  
 معاذؓ بھی چند دن کے بعد فوت ہو گئے اس لئے معاذؓ شام۔ یردوں اور  
 فلسطین کے حاکم اہل بنادیئے گئے۔ خالدؓ کو قسطنطنیہ کی ولایت کا  
 حاکم بنایا گیا تھا لیکن انہیں محض اس بنا پر معزول کر دیا گیا کہ عجم  
 مسلمان فتح و نصرت کو خالدؓ کی شجاعت اور جنگی مہارت پر محمول کہنے  
 لگے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ مسلمان اللہ کے سوا  
 کسی اور طاقت پر بھروسہ کرنے لگیں۔ ان حالات کے باعث  
 معاویہؓ شام۔ یردوں اور فلسطین کی ساری مملکت کے حاکم اہل

بن گئے معنی نہ رہے کہ وہائے طاعون کے باعث شام کے مجاہدین میں قحط الرجال پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے انتظام یہ صورت ناگزیر ہو گئی۔

سعد بن ابی وقاص نے عراق کی مملکت سمر کی تھی۔ انہیں وہاں کا حاکم بنا دیا گیا جنہوں نے پہلے مدین کو اور پھر کوفہ کو نوآباد چھوڑی کو اپنا مرکز بنایا۔ سعد نے چند سال حکومت کی تھی کہ اُن کے خلاف حضرت عمرؓ کو یہ شکایت موصول ہوئی کہ وہ نمازوں کے قیام میں تاہل سے کام لینے لگے ہیں۔ چنانچہ اس میں حضرت عمرؓ نے سعد کو معزول کر دیا اور اُن کی جگہ مدینہ سے ایک عمر رسیدہ صحابی عمارؓ نامی کو حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ عمار بہت بڑھے اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ اس لئے وہ انتظامات کو خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھال نہ سکے۔ ان کی جگہ ولایت بصرہ کے حاکم ابو موسیٰ اشعری کو بصری سے تبدیل کر کے کوفہ بھیج دیا۔ کوفہ کے لوگوں نے ابو موسیٰ کے خلاف یہ شکایت کی کہ ان کے غلام نے پل پر پہنچ کر پیش دستی چارہ خرید لیا اور اُسے منڈی میں پہنچنے نہ دیا۔ اس پر ابو موسیٰ واپس بلالے گئے اور اُن کی جگہ مغیرہ کو کوفہ عراق کا حاکم مقرر کیا گیا۔

عمار کو واپس بلانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے احساسات کیا ہیں۔ عمار نے جواب دیا کہ جب آپ نے مجھے حاکم مقرر کیا تھا تو مجھے خوشی نہ ہوئی تھی لیکن جب آپ نے مجھے معزول کر دیا تو

مجھے کسی قدر رنج ضرور ہوا۔

بصرہ کی ولایت عقبہ نے فسخ کی تھی وہی اس کے حاکم بنائے گئے۔  
 ان کے خلاف شکایت پہنچی کہ وہ آرام طلب ہو گئے ہیں اور دنیوی آسائشوں  
 کے دلدلہ بن گئے ہیں۔ اس شکایت پر حضرت عمرؓ نے عقبہ کو معزول  
 کر دیا اور ان کی جگہ مغیر بن شعبہ حاکم بنائے گئے۔ اہل بصرہ نے ان پر  
 زنا کا الزام لگایا۔ مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا الزام لگانے  
 والے صرف تین گواہ پیش کر سکے۔ چوتھا گواہ عینی شہادت دینے سے  
 منکر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا کہ گواہوں کے تازیانے لگائے جائیں۔  
 تازیانے لگاتے جا رہے تھے کہ مغیر نے کہا کہ انکو خوب زور سے تازیانے لگائے  
 جائیں۔ حضرت عمرؓ بولے خاموش ہو تمہارا بچاؤ صرف ایک گواہ کی  
 کمی کے باعث ہوا ہے ورنہ دھر لئے گئے تھے۔ اس مقدمہ کے بعد حضرت  
 عمرؓ نے مغیرؓ کو حکمرانی سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ ابو موسیٰ کو  
 بصرہ کا گورنر بن کر بھیجا۔ ابو موسیٰ بھی بصرہ کے لوگوں کے الزامات سے  
 نہ بچ سکے۔ ایک شخص ضتبہ نامی نے مدینہ پہنچ کر دعویٰ دائر کیا۔  
 ابو موسیٰ جواب دہی کے لئے بلائے گئے۔ ضتبہ نے پہلا الزام یہ لگایا۔  
 ضتبہ:۔ ابو موسیٰ نے جنگی قیدیوں کو اپنا ذاتی ملازم بنا رکھا ہے۔  
 ابو موسیٰ:۔ یہ جنگی قیدی ایران کے امیر زادے تھے۔ انہوں نے بدر  
 کے طور پر لشکر کی خدمات ادا کیں میں نے زندقہ دے کر انہیں  
 رہ کر لیا اب وہ برضا و رغبت میری خدمات کر رہے ہیں۔



ضنبہ :- آپ نے ٹھیک جواب دیا لیکن جو میں نے کہا تھا وہ بھی ٹھیک تھا۔ دوسرا الزام یہ ہے کہ حاکم نے زمین کے دو ٹکڑے اپنے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ حالانکہ صرف ایک ٹکڑا ان کو ملنا چاہیئے تھا۔

ابوموسیٰ :- میں نے ایک ٹکڑا اپنی سکونت کے لئے لیا اور دوسرا ٹکڑا مہانوں کے لئے۔

ضنبہ :- ٹھیک ہے لیکن جو میں نے کہا تھا وہ بھی غلط نہ تھا۔ تیسرا الزام یہ ہے کہ ابوموسیٰ نے اپنے گھر میں ایک خوبصورت خادمہ رکھی ہوئی ہے۔

ابوموسیٰ نے اس الزام کا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ یہ کوئی الزام نہ تھا۔ ضنبہ :- چوتھا الزام یہ ہے کہ انہوں نے ایک شاعر کو ایک ہزار درہم انعام دیا۔

ابوموسیٰ :- مجھے اس سے انکار نہیں لیکن میں نے اس کا منہ بند کرنے کے لئے یہ انعام دیا تھا کہ وہ ہجو نہ کہے۔

ضنبہ :- ابوموسیٰ نے زیادہ کو جو ابھی نوجوان ہیں اپنا سکرٹری بنا رکھا ہے حکومت کی ٹہریں اُسی کے پاس رہتی ہیں۔

ابوموسیٰ :- میں زیادہ کو اس منصب کا اہل پاتا ہوں اس لئے اس پر اعتماد کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ یہ سوال و جواب سن کر ضنبہ پر ناراض ہوئے اور

کما سچ کی تحریف بھی جھوٹ کے برابر ہے اور جھوٹ جہنم میں لے جاتا ہے۔ ابو موسیٰ بدستور گورنر بنے رہے۔ تا آنکہ انہیں تبدیل کر کے کوفہ کا گورنر بنا دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ کی خادمہ اور زیادہ کو ان سے الگ کر کے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمرؓ نے مملکت عرب کے دوسرے اقطاع پر جو حاکم مقرر کر رکھے تھے ان میں سے ایک علاء تھے جو بحرین کے حاکم تھے۔ نعمان ابن مقرن کو ایران کا حاکم مقرر کیا تھا ان کی شہادت پر ان کے بھائی نعیم حاکم بنائے۔ صرف کوفہ اور بصرہ کی نو آباد چھاؤنیوں میں گورنروں کا رد و بدل ہو رہا تھا۔ ان چھاؤنیوں کے باشندے شورش پسند بدوی قبائل کے لوگ تھے اس لئے ہر گورنر کے خلاف شکایات کرتے رہتے تھے۔ گورنروں کے معاملہ میں حضرت عمرؓ بہت سخت گیر تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ گورنر اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ بنے رہیں۔ لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مقامی ماحول گورنروں، حاکموں اور عام مسلمانوں کو متاثر کرنے لگے تھے۔ اور بس معیار پر حضرت عمرؓ انہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس پر وہ پورے نہیں اترتے تھے۔ مصر کی ایک ولایت کے حاکم عیاض بن غنم کے متعلق شکایت موصول ہوئی کہ وہ ریشمی لباس پہننے لگے ہیں حضرت عمرؓ نے انہیں بلایا باز پرس کی اور ریشمی کپڑے اُتروا کر آؤنٹ کے بالوں سے بنا ہوا خالص عربی لباس پہنایا اور ان کے ہاتھ میں عصا دے کر کہا کہ بکریاں چلاؤ۔ عیاض نے

عذر کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے باپ دادا یہی کام کرتے تھے تمہیں اب اس کام سے کیوں عاں ہے۔

## حضرت عمرؓ کی شہادت

۲۳ ستمبر ۶۴۴ء

چهار شنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۴۳ھ کو حضرت عمرؓ حسب معمول فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد نبویؐ میں آئے۔ امامت کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابھی التذاکیر کہہ کر نماز کی نیت باندھی تھی کہ کسی نے مقتدیوں کی صف سے آگے بڑھ کر ان پر خنجر کے وار کئے۔ یکے بعد دیگرے چھ زخم لگائے حضرت عمرؓ مصلے پر گر پڑے۔ حملہ آور نے چند اور مسلمانوں کو بھی زخمی کیا اور دروازہ کی طرف بھاگا۔ گرفتار ہونے سے پہلے اس نے وہی خنجر اپنے سینے میں بھی گھونپ لیا اور خودکشی کی موت مر گیا۔ حملہ آور فیروز نامی ایک ایرانی تھا جسے ابو لؤلؤ بھی کہتے تھے۔ یہ فیروز مغیرہ کا غلام تھا۔ جو ایک جنگ میں اسیر ہو کر آیا تھا۔ نہادند کی جنگ کے بعد مزید ایرانی قیدی مدینہ پہنچے تو ان میں کچھ بچے بھی تھے۔ فیروز نے اپنی قوم کی تباہی کا یہ حال دیکھا تو اس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”عمرؓ نے میرے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا ہے“

اگلے دن فیروز نے منڈی کے چوک میں حضرت عمرؓ کو دیکھا۔

اور آگے بڑھ کر کہا "امیر المؤمنین امیری دلدوری فرمائیں۔ میرا مالک مجھ پر  
 بھاری بوجھ ٹال رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کتنا؟ فیروز نے  
 جواب دیا "دو درہم روزانہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟  
 فیروز نے جواب دیا "میں بختار ہوں لیکن کام بھی کر سکتا ہوں اور  
 مکانات کے نقشے بھی بنا لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "تھوڑے  
 پیسے کے لحاظ سے یہ رستم زیادہ نہیں۔ فیروز خاموش ہو گیا۔ حضرت عمرؓ  
 نے اُسے کام دینے کی خاطر پوچھا کہ "تم کون چکی بنا سکتے ہو۔ ہمیں ایک  
 پون چکی نا دو جس کے سینے میں انتقام کی آگ شعلہ زن ہو چکی ہو۔ بلا۔  
 ہاں بشرطِ دزدگی آپ کے لئے ایسی پون چکی بناؤں گا کہ  
 مشرق و مغرب میں اس کی شہرت عام ہو جائے گی۔"

اس ملاقات کے بعد اگلے دن صبح کو وہ حادثہ پیش آیا جس کا ذکر  
 ہم پہلے کر آئے ہیں۔

حادثہ کے بعد لوگ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے حضرت عمرؓ  
 نے حکم دیا کہ عبدالرحمن بن عوف نماز کی امامت کریں۔ نماز فجر کے بعد  
 آپ نے عبدالرحمنؓ ابن عوف کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا "اگر میں آپ کو  
 اپنا جانشین مقرر کر دوں تو کیا آپ خلافت کی ذمہ داریاں قبول کریں گے؟  
 عبدالرحمنؓ نے جواب دیا "آیا آپ اسے میرے لئے لازم قرار دیتے  
 ہیں یا اسے میری مرضی پر چھوڑتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ  
 "آپ کی رضا مندی پر موقوف ہے۔ عبدالرحمنؓ نے کہا "پھر مجھے

معاف کیجئے میں اس بارگراں کا معطل نہیں ہو سکتا۔“

عبدالرحمنؓ جانتے تھے کہ خلافت کا بار اٹھانا خلا اور رسولؐ کی طرف سے بہت بڑی ذمہ داری کو قبول کرنا ہے۔ اس لئے انہوں نے معذرت پیش کر کے اپنا دامن چھڑا لیا۔ عبدالرحمنؓ کا جواب سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھدا کا برصحابہ کی ایک مجلس مقرر کر دی اور حکم دے دیا کہ یہ مجلس باہمی مشورہ سے تین دن کے اندر اپنے خلیفہ کا انتخاب کر لیں۔ اور اتنے دن صہیبؓ نماز پڑھائیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بزرگ صحابی تھے۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو بلا کر ان کے سامنے یہ وصیت بیان کی اور اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے علیؓ! اگر مجلس آپ کو خلیفہ بنائے تو آپ بنی ہاشم کی بیجا رعایت نہ کریں۔ حضرت عثمانؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے عثمانؓ! اگر آپ خلیفہ بنائے جائیں تو اپنے رشتہ داروں کو مسلمانوں کے سر پرست نہ کر دینا! ازان بعد آپ نے حسب ذیل وصیت کی:-

”جو شخص میرا جانشین ہو اسے چاہیئے کہ اس شہر مدینہ کے لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ ان کی نیکیوں کا صلا بڑھ چڑھ کر دے۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ نیز اسے چاہیئے کہ عرب قبائل کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے کیونکہ وہ اسلام کے

پُشت پناہ ہیں۔ جو زکوٰۃ اُن سصل جائے وہ انہی کے  
غریبوں پر تقسیم کر دی جائے۔ عیسائیوں اور یہودیوں  
سے جو معاہدے کئے گئے ہیں اُن کا کورا پورا لحاظ رکھے۔

حضرت عمرؓ نے ابو طلحہؓ سے کہا کہ مجلس انتخاب جس مکان میں  
بیٹھ کر انتخاب خلیفہ کے لئے مشورہ کرے اس کے دروازے پر وہ  
پہرہ دیتے رہیں۔

جانشین کے تقرر کی یہ صورت متعین کرنے اور متذکرہ صدر و  
وصیت فرمانے کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ حملہ آور کون تھا؟ عبداللہ  
بن عمرؓ نے جواب دیا کہ ابو لؤلؤؓ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر خدا کا  
شکر ادا کیا کہ حملہ آور مسلمان نہ تھا اور ایسا شخص تھا جس کا سر ایک بار  
بھی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہیں ہوا۔ پھر اپنے بیٹے عبداللہ سے  
کہا کہ تم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جا کر اجازت حاصل کرو کہ میری  
میت اُن کے حجرے میں رسول اکرمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو  
میں دفن کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ اگر وہ اجازت نہ دیں  
تو میری قبر جنت البقیع میں بنائی جائے، جہاں دوسرے مسلمانوں کی  
میتیں دفن کی جاتی ہیں۔

پھر آپؐ نے لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ایک عورت  
لگ گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ان پر حملہ کرنے میں کسی بڑے  
آدمی کا ہاتھ تو نہیں تھا۔ لوگوں نے نفی میں جواب دیا۔ حضرت عمرؓ

نے اس پر اطمینان ظاہر فرمایا۔

اس حادثہ کے بعد حضرت عمرؓ تین دن تک صاحب فراش رہے۔ تیسرے دن یعنی ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ مطابق ۲ نومبر ۶۴۴ء کو انہیں چھوڑوں کا پانی پلایا گیا۔ وہ سب غم کی راہ سے باہر نکل گیا۔ پھر دودھ پلایا گیا۔ یہ علامت دیکھ کر طبیب یثربؓ ہو گیا اُس نے کہا ”امیر المؤمنین آپ کا وقت نزدیک آگیا ہے کل شہادت پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں پڑھ چکا ہوں۔ اناں بعد آپ نے ایک شعر پڑھا اور پھر کلر۔ شہادت پڑھتے ہوئے اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے کل ۵۸ سال عمر پائی۔ ۲۸ سال کی عمر میں دین اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مہمات میں شریک رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست راست اور شیر خاں تھے۔ ۴۸ سال کی عمر میں خلیفہ اسلام بنے۔

### حضرت عمرؓ کا انداز حکومت اور سرِ عمل

رات کا وقت تھا۔ مدینہ کے مضافات میں ایک خیر نشین بدوی عورت چولہے کے پس بیٹھی بنڈیا پکا رہی تھی اُس کے بچے بھوک کے مارے ہلکے ہلکے کر رہے تھے ایک دہرہ دہرتوں کے رونے کی آواز سن کر اُدھر آیا۔ پوچھا بچے کیوں رو رہے ہیں۔ بڑھیا نے کہا۔ ”بھوک کے ہیں اس لئے رو رہے ہیں“ رہو نے پوچھا ”تم کیا پکا رہی ہو؟“

جواب ملا "بچوں کو بہلانے کے لئے پانی پٹھا رکھا ہے۔ رو دھو کر  
 سو جائیں گے میسے پاس ہے کیا جو انہیں پکا کر کھلاؤں؟ رہرو اٹھ  
 پاؤں پھر اٹھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو سامانِ خوراک ایک بوری  
 کندھے پر تھی۔ اس شخص نے بوری میں سے کچھ غلہ نکالا۔ ہنڈیا میں ڈال  
 دیا۔ دلیا پکایا اور بچوں کو کھلایا۔ اور جب بچے سیر ہو کر ہنسنے کھینے  
 لگے تو وہ شخص واپس جانے کے لئے اٹھا۔ بڑھیا نے دعایں دیں۔ اور  
 کہا کہ "عمر تو نالائق ہے۔ اس کی جگہ تم خلیفہ ہوتے تو موزوں شخص تھے  
 یہ رہرو امیر المومنین حضرت عمرؓ تھے جومات کی تارکیوں  
 میں عام لوگوں کے حالات دیکھنے کے لئے پھرا کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ  
 خلافت و سکرانی کا صحیح منصب یہ ہے کہ خلقِ محمدؐ اپنی کی نیند سوتے  
 اور سب کی آسائش کی فکر میں وہ خود جاگتے رہیں۔

دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ سخت تیز تھی۔ دین کے لوگ اپنے  
 اپنے گروں میں دروازوں پر پرشے ٹالے دیکے بیٹھے تھے۔ اصنافِ نامی  
 ایک شخص نے دیکھا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ سینے سے شراورد تازہ  
 آفتاب میں ایک اونٹ کی مہار تھامے چلے جا رہے ہیں۔ دوڑ کر  
 خدمت میں حاضر ہوئے۔ سوال پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: کچھ بات  
 نہیں بیت المال کا اونٹ بھاگ گیا تھا میں اسے جنگل سے پکڑ کر  
 لایا ہوں۔ انھنے نے کہا کہ خود کیوں زحمت فرمائی کسی خادم کو بھیج  
 دیا ہوتا۔ جواب ملا "بیت المال کی نگہداشت کے لئے خدا کے سامنے



میں جواب وہ ہوں خام نہیں۔  
 قیصر ہر قتل کا سفیر مدینہ آیا تاکہ مسلمانوں کے اس شہنشاہ کو قیصر  
 کے تحائف پیش کرے جس نے قیصر و کسریٰ کی فوجوں کو شکست دے کر  
 شام عراق اور ایران کی مملکتیں جبین لی ہیں۔ مدینہ پہنچ کر اُس نے  
 لوگوں سے خلیفہ کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے ایک نخلستان کی طرف  
 اشارہ کر دیا۔ قاصد نے دیکھا کہ اُدھیر عمر کا ایک شخص مٹی کی اینٹ کو  
 سرطانہ بنائے کھجور کے سائے میں سوتا ہے۔ اور دُورہ پاس دھرا  
 ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ امیر المومنین یہی ہیں۔ قاصد حیران ہوا۔  
 حضرت عمرؓ جاگے تو اُس نے کہا آپ بلاشبہ اپنی رعایا میں عدل  
 کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یوں کھسے میدان میں پہرہ دار کے بغیر جبین  
 کی نیند سو سکتے ہیں۔

پیغمبر خداؐ کے بعد اسلام کا یہ دوسرا حکمران تھا جن کے انداز و فکر  
 کی نظیر پیش کرنے کے لئے تاریخ عام قاصر ہے۔ اُن کی زندگی کا عام اسلوب  
 عام لوگوں کا سا تھا۔ ہر قسم کی امتیازی نمود اور شان سے متبرا۔ لیکن  
 فرائض منصبی ادا کرنے کا یہ حال تھا کہ قارئین اسلام کے نفاذ اور اجرا  
 میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے اور سب کی گردنیں ان کے احکام کے  
 سامنے رضا کارانہ طور پر جھکی رہتی تھیں۔

حضرت عمرؓ حضرت صدیقؓ کی طرح سادگی۔ بے نفیسی۔  
 نیک نیتی۔ فرض شناسی۔ عدل بے لوث اور اللہ خدمتِ خلق کا ایک

مجتمہ پیکر تھے۔ جوانی میں فسادِ شہت مزاج تھے لیکن خلیفہ بننے کے بعد ان کی طبیعت میں انتہا درجہ کا انکسار آ گیا تھا۔ آپ بات بات میں کہتے "کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ کاش میں گھاس کے اس تنکے کی مانند ہوتا۔ شریعت۔ اور محاسبہ اعمال کے معاملہ میں آپ ہمیشہ سخت گیر رہے۔ وہ جانتے تھے کہ انسان اسی صورت میں اپنی تخلیق کا منشا پٹنا کر سکتا ہے جب وہ خدا کے قانون کے قائم کی بروی عمل کا پابند رہے۔ نمازوں میں تساہل کی بنا پر وہ سعد بن ابی وقاص ایسے حاکم کو معزول کر دیتے تھے۔ اور ریشمیں لباس زیب تن کرنے پر گورنروں تک کو آؤنٹ کے بالوں سے بنا ہوا لباس پہنا کر بکریاں چرانے کی سزا دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو رپورٹ ملی کہ شام کی اسلامی فوج کے بعض منچلے جوان وہاں کے لوگوں کی دیکھا دکھی شراب پینے لگے ہیں۔ آپ نے حکم بھیج دیا کہ ان سب کو تادیب کے لگائے جائیں۔ جن پر مجرم ثابت تھا انہیں سزا دی گئی اور جن پر ثابت نہ تھا وہ خود آگے بڑھے تاکہ سزا پا کر اپنی رُوحوں کا ترکیہ کر لیں۔ ان میں شام کے معرکوں کے ہیرو ضرار بھی تھے۔

امورِ مہتمم میں سہماہ کرامؓ سے مشورہ لینے۔ اور عام لوگوں کو اپنے اعمال کا محاسبہ کا حق دینے کے معاملہ میں آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مسلک پر چلتے رہے۔ عام لوگ حق بات کہنے میں ذرہ بھر جمجھک سے کام نہ لیتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ اسے پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت

عمر بن خطابؓ دے رہے تھے۔ میں (نخراں) کے خراج سے آئی ہوئی چادریں  
چند دن پہلے مسلمانوں پرئی کس ایک چادر کے حساب سے تقسیم ہو چکی  
تھیں۔ حضرت عمرؓ اسی چادر کے کپڑے کا بنا ہوا کرتا زیب تن کئے  
ہوئے تھے۔ ایک شخص نے مجمع میں سے اٹھ کر سوال کیا کہ آپ نے ایک  
چادر سے اپنا کرتا کبر طرح بنا لیا میرا کرتا اس سے بن نہ سکا۔ حضرت  
عمرؓ خاموش ہو گئے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔  
عبداللہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے جتنے کی چادر امیر المؤمنین کو دے دی  
تھی ان دونوں سے ان کا کرتا بنایا گیا۔

### عہدِ عمرؓ کی تحصیلات

حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت اسلام کے لشکر مشرق میں نہ  
قابلیت نہاد ترکستان کی حدود تک پہنچ چکے تھے۔ شمل میں انڈینے کو پک  
کی جنوبی مد سے جا کر آئے تھے۔ مغرب میں عمر بن العاص کی فوجیں طرابلس  
کا شہر ٹر کر چکی تھیں۔ عرب کے علاوہ عراق، ایران، شام، مصر اور طرابلس  
کے ملک اسلام کے زیر نگین آ چکے تھے۔ ان فتوحات کے باعث تاتار کے  
ترکوں اور تاتاریوں۔ کابل، نابل اور سندھ کے ہندوؤں، سکھوں، سلطنت  
اور یورپ کے ملکوں میں بسنے والے عیسائیوں کے درمیان مذہب اسلام کے  
ظہور پذیر ہونے کے چرچے عام ہو گئے۔ اور مغتور ملکوں کے غیر مسلم  
مسلمان عربوں کے حوالہ نطق اور جو شش تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہونے

لکھے مسلمانوں نے بہر کے ملکوں میں متعہ دہشت چھاؤنیاں قائم کیں وہاں کے ہرگز انتظامات درست کئے۔ قرآن پڑھنے پڑھانے اور معمولی نوشت و خواند سکھانے کی درسگاہیں قائم کی گئیں۔ اسلام کے اخلاقی مبادی کو رائج کیا گیا دیوانی مرتبہ ہوا۔ حسابات رکھنے کا میقہ قائم کیا گیا۔ گھڑسواروں کے لئے باقاعدہ کئے گئے۔ اور گھوڑوں کی پرورش کے لئے سرکاری طور پر خاص اختیارات معزز عمل میں لائے گئے۔ ڈاک۔ تجارتی شاہراہوں کی تعمیر و تعمیریت عامہ کے امور۔ خبروں اور کاروباروں کی سرعت کے انتظامات درست کئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اسلام کی حکمرانی کی جو نظیر قائم کی اس کے موٹے موٹے عندوخال یہ تھے۔

مسلمانوں کو قرآن کے احکام اور قوانین کا پابند بنائے رکھنا۔  
نماز قائم کرنا۔ قلمت کے ہر فرد کے لئے کام اور معاش کی بہتر صورتیں  
ہمیتا کرنا۔ شرع اسلام کی پابندی کے ساتھ انفرادیت (انفرادی حیرت و ملائکہ  
حیرت مسافرت اور حیرت آزادی) کی حفاظت کرنا۔ غیر مسلموں کے ساتھ  
طے شدہ معاہدوں کی سختی سے پابندی کرنا اور کرانا۔ ذمیوں (مسلمانوں  
کی امان قبول کرنے والوں) کے جان و مال آبرو اور جائز دینی شعائر کی  
حفاظت کرنا۔ بے لوث عدل نافذ کرنا اور خلق خدا کی آسائش کے لئے  
تمام ہمت عامہ کے کاموں کو ترقی دینا۔ غیر مسلموں کو دین اسلام قبول  
کرنے کی دعوت ایسے طریق سے دینا جس میں جبر کا شائبہ تک نہ ہو۔  
اسلام کے اس ابتدائی دور کی اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ مسلمان

ادنیٰ مجاہد سے لے کر امیر المومنین تک اپنے فرائض منصبی کو محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بجالاتے تھے ان کے عمل کی حرکات میں دُنیوی آسائشوں، منصبوں، عزتوں اور ترقیوں کی خواہش کو کبھی ہضم کا دخل حاصل نہ تھا۔ دُنیا کے بجائے آخرت کی زندگی میں اُونچے درجے حاصل کرنے یعنی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی خواہش اُن کے ہر گز اعمال و حرکات کی محرک ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمرؓ ایران سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کی فراوانی کو دیکھ کر رو دیتے اور کہا:-

”میں ڈرتا ہوں کہ مالِ غنیمت کی یہ فراوانیاں جو اللہ ہمیں عطا کر رہا ہے کہیں مسلمانوں میں دُنیا کی محبت اور حسد کے جذبات کو ترقی دینے کا باعث نہ بن جائیں اگر ایسا ہوا تو قوم تباہ ہو جائے گی۔“

---